

عزت سیریز (ادریائی نمبر) سلاو جوبلی نمبر
کالی داس

صفر شاہین



محترم قارئین

السلام علیکم!

علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا نیا کارنامہ ”کالی داس“ جو سلور جوہلی نمبر بھی ہے پیش خدمت ہے۔ جب سے عمران سیریز میں ماورائی واقعات کا سلسلہ شروع ہوا ہے میرے قارئین نے بھی مطالبہ شروع کر دیا کہ میں بھی عمران سیریز میں ماورائی ناول لکھوں۔ اگرچہ میں مختلف ڈائجسٹوں میں ماورائی اور خوفناک کہانیاں لکھتا رہا ہوں اور گزشتہ دہائی میں میری تین سو سے زیادہ ماورائی کہانیاں اور سلسلے وار ناول ڈائجسٹوں میں شائع ہو چکے ہیں لیکن میں عمران جیسے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور جدید سائنس میں مہارت رکھنے والے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے سربراہ کو ماورائی چکر میں ڈالنے کے حق میں نہیں تھا مگر قارئین کا تقاضا جاری رہا اور آخر قارئین کا اصرار اتنا شدید ہو گیا تو مجھے قارئین کی خواہش کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے اس لئے کہ میں اپنے لئے نہیں بلکہ قارئین کے لئے لکھتا ہوں۔ پھر چند کرم فرماؤں نے بھی مشورہ دیا کہ ”جیسا دیس ویسا بھیس“ کے محاورہ کے مصداق قارئین جو چاہتے ہیں وہی لکھوں

زیر نظر ناول لکھ دیا۔ کیسا لکھا یہ آپ کو مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا۔

آخر میں گزارش ہے کہ یہ صرف ماورائی ناول ہی نہیں ہے بلکہ اس میں عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے جانبازوں نے اپنے وطن کی سلامتی کے لئے بھی کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اس لئے ناول پڑھنے کے بعد اپنے خطوط کے ذریعے اپنی آراء اور مفید تجاویز و مشوروں سے ضرور نوازئیے گا۔

اب اجازت دیجئے
والسلام

صفر شاہین

اچانک ایک جھماکہ سا ہوا اور فلیٹ میں گھپ اندھیرا پھیل گیا۔ اس وقت رات کے نو بجے تھے اور سلیمان کچن میں اپنے لئے کھانا گرم کر رہا تھا۔ عمران شام کے وقت باہر جاتے وقت سلیمان کو کہہ گیا تھا کہ وہ رات کا کھانا باہر کھائے گا لہذا وہ عمران کے لئے کچھ نہ بنائے۔ سلیمان کا اندازہ تھا کہ عمران اس وقت جولیا اور صفر کے ساتھ گولڈن سٹار ہوٹل میں بیٹھا مرغ مسلم اڑا رہا ہوگا اس لئے وہ بے فکر ہو کر اوون میں شامی کباب گرم کر رہا تھا جو چند منٹ پہلے قریبی پکوان فروش سے لایا تھا۔ لیکن یکدم اندھیرا ہو جانے پر وہ منہ بناتا ہوا کچن سے باہر آ گیا۔ فلیٹ سے باہر بھی تاریکی تھی۔ شاید پوری بلڈنگ کی بجلی بند ہو گئی تھی۔

”خدا غارت کرے بجلی والوں کو۔ وقت بے وقت لوڈ شیڈنگ کے نام پر بجلی بند کر دیتے ہیں۔ ظالموں کو یہ خیال بھی نہیں آتا کہ

شاید بلڈنگ میں کوئی بیمار ہو، کوئی طالب علم امتحان کی تیاری میں مصروف ہو، کوئی کھانا پکا رہا ہو یا بچے کے لئے دودھ گرم کر رہا ہو۔ میرا بس چلے تو ان لوگوں کے ہاتھ کاٹ ڈالوں جن سے وہ بجلی بند کرتے ہیں۔ ان کے کھبے اکھاڑ کر کھاڑیئے کوچ آؤں۔ بے شرمی کی بھی کوئی انتہاء ہوتی ہے۔ دن میں آٹھ آٹھ گھنٹے لوڈ شیڈنگ اور غضب یہ ہے کہ شیڈول کے بغیر۔ انہیں تو اتنی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ دو منٹ پہلے فون کر کے اطلاع دے دیں کہ وہ بجلی بند کرنے والے ہیں“..... سلیمان کچن کے دروازے میں کھڑا غصے سے بجلی والوں کی شان میں قصیدہ گو تھا اور پھر وہ یکدم ناک سیڑ کر سوں سوں کرنے لگا۔ اسے کسی چیز کے جلنے کی بو محسوس ہوئی تھی۔

”اوہ۔ میں بھی کتنا بے وقوف ہوں کہ خواہ مخواہ اپنا دل جلا رہا ہوں۔ بھلا بجلی والوں کو اتنی دور سے میرا دل جلنے کی بو کیسے محسوس ہو سکتی ہے کہ وہ شرمندہ ہو کر بجلی کھول دیں“..... سلیمان نے ہنستے ہوئے کہا لیکن خاموش ہوتے ہی اسے پہلے سے زیادہ بو محسوس ہوئی تو وہ بے اختیار چونکا اور سوچنے لگا کہ کہیں اس کا دل جل کر کباب نہ ہو جائے۔ دوسرے ہی لمحے وہ اچھل پڑا۔ اسے یاد آ گیا کہ اوون میں شامی کباب گرم ہو رہے تھے۔ یقیناً وہ جل رہے ہیں۔

یہ خیال آتے ہی وہ پھرتی سے پلٹا اور اندازے سے چلتا ہوا اوون کے پاس آ کر اوون کی ناب گھما کر گیس بند کر دی۔ اسے یاد ہی نہیں رہا تھا کہ وہ الیکٹرک اوون نہیں گیس اوون ہے اور بجلی

بند ہونے کے باوجود چلتا رہے گا۔ پندرہ منٹ سے وہ باہر کھڑا لوڈ شیڈنگ کرنے والوں کی شان میں قصیدہ گوئی کر رہا تھا اور اتنی دیر میں یقیناً کباب جل کر کونکہ بن چکے تھے۔ پھر بھی اس نے انہیں چیک کرنا ضروری سمجھا اور ماچس کی تلاش میں ادھر ادھر ہاتھ مارنے لگا۔ تاریکی میں اس کا ہاتھ راستہ کے پیالے سے ٹکرایا اور پیالہ فرش پر گر کر چھناکے سے ٹوٹ گیا۔ سلیمان ایک مرتبہ پھر بجلی والوں کو بے نقط سانے لگا۔

”کیا ہوا“..... دفعتاً باہر سے عمران کی آواز سنائی دی۔
”میرا سر۔ مگر آپ کو کیا۔ آپ تو ہوٹل سے مرغ مسلم کھا کر آ رہے ہیں“..... سلیمان نے غراتے ہوئے کہا۔
”انگارے کیوں چبا رہے ہو“..... عمران نے کہا۔ اس کی آواز ڈرامائیگ روم سے آ رہی تھی۔

”میری قسمت میں کونسلے ہیں۔ آپ کی خود غرضی سے شامی کباب جل کر کونکہ بن گئے ہیں“..... سلیمان نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا اور اسی لمحے اس کے پیروں کے قریب سے بلی کی زور دار آواز سنائی دی تو سلیمان یکدم بوکھلا کر رک گیا۔ شاید اس کا پاؤں کسی بلی سے ٹکرایا تھا جو اندھیرے میں اندر آ گئی تھی۔

”لعنت ہے۔ لوڈ شیڈنگ سے چور، ڈاکو تو فائدہ اٹھاتے ہی ہیں اب بلیوں نے بھی گھروں میں گھسنا شروع کر دیا ہے“..... سلیمان

نے بلند آواز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور دوبارہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”کون تھا“..... کچن سے باہر آتے ہی عمران کی آواز سنائی دی۔

”خالہ تھی میری“..... سلیمان نے جلتے جلتے لہجے میں کہا۔

”تمہاری خالہ“..... عمران نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔ آپ کی نہیں میری خالہ کیونکہ خالہ ہمیشہ شیر کی ہوتی ہے“..... سلیمان نے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے فخریہ لہجے میں کہا۔ اسی لمحے اسے محسوس ہوا کہ باہر کے دروازے کا بولٹ گرنے کی آواز آئی ہے۔ اس نے جلدی سے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا لیکن تاریکی میں دروازہ تو کیا کچھ بھی نظر نہ آ رہا تھا۔ اس کے باوجود سلیمان کو یقین تھا کہ کسی نے بولٹ کھولا ہے کیونکہ آواز ادھر سے ہی آئی تھی۔

”کون ہے“..... سلیمان نے بلند آواز میں ہانک لگائی لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ اندھیرے میں یہ اندازہ کرنا دشوار تھا کہ دروازہ بند تھا یا کھلا تھا مگر اسی لمحے اس طرح کی آواز سنائی دی جیسے دروازہ کھولا گیا ہو۔

”کون ہے۔ دروازہ کیوں کھولا ہے“..... سلیمان نے غصیلے لہجے میں پوچھا لیکن اب بھی جواب نہ ملا تو سلیمان پر خوف طاری ہونے لگا۔

”شیر کی خالہ ہوگی“..... کمرے سے عمران کی آواز سنائی دی۔

”شیر۔ شیر تو جنگل میں ہوتا ہے صاحب“..... سلیمان نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”تم بھی تو شیر ہو۔ پھر خالہ سے کیوں ڈر رہے ہو“..... عمران کی طنزیہ آواز سنائی دی۔

”ڈر۔ ڈر۔ میں ڈر تو نہیں رہا ہوں صاحب“..... سلیمان نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر باہر جا کر دیکھو“..... عمران نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نن۔ نہیں صاحب۔ آپ ذرا تکلیف کر لیں۔ آپ نے بیروں میں مہندی تو نہیں لگا رکھی“..... سلیمان نے گھگھیاتے ہوئے کہا لیکن عمران کی دوبارہ آواز نہ سنائی دی۔ سلیمان اندھیرے میں آنکھیں پھاڑے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کے ذہن پر طاری خوف میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اچانک اس کے ذہن میں سوال ابھرا کہ عمران کب اندر آیا اور اس کے لئے دروازہ کس نے کھولا۔ اگرچہ عمران کے پاس باہر کے دروازے کی چابی رہتی تھی لیکن سلیمان نے دروازے کا لاک نہیں لگایا تھا اور صرف بولٹ چڑھایا تھا اور باہر سے آنے والے کے لئے بولٹ گرانا ناممکن تھا۔ پھر عمران کیسے اندر آیا۔ اب دروازہ کس نے کھولا جبکہ عمران ڈرائنگ روم میں تھا اور ہماری ایمرجنسی لائٹ جو آٹو آن ہو جاتی

دیکھا تو خون کی لکیر ڈرائینگ روم کے دروازے تک چلی گئی تھی۔ وہ حیرت و خوف سے کھڑا سوچتا رہا کہ خون کہاں سے آیا۔ کس کا تھا اور پھر یکدم اسے عمران کا خیال آیا اور وہ بوکھلا گیا۔ یقیناً عمران زخمی حالت میں اندر آیا تھا اور خون اس کے سوا کسی کا نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ خیال آتے ہی وہ یکدم دوڑتا ہوا ڈرائینگ روم کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھول کر اندر قدم رکھتے ہی وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ اندر نہ عمران تھا اور نہ کوئی دوسرا ذی روح۔ خون کی لکیر دروازے سے آگے نظر نہیں آ رہی تھی کیونکہ اندر قالین بچھا ہوا تھا اور عمران غائب تھا جبکہ اس کی آواز اسی کمرے سے سنائی دے رہی تھی۔ چند لمحوں بعد اس کی نگاہیں واش روم کی طرف اٹھ گئیں۔

”صاحب۔ کیا آپ اندر ہیں“..... سلیمان نے واش روم کے بند دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بلند آواز میں پوچھا تو واش روم سے کوئی جواب نہ ملا۔ سلیمان نے دوبارہ بلند آواز میں پوچھا لیکن اب بھی خاموشی رہی تو وہ ایک مرتبہ پھر خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے قدم بڑھائے اور واش روم کے دروازے کے پاس آ گیا۔

”صاحب۔ کیا آپ اندر ہی سو گئے ہیں“..... سلیمان نے دروازے پر ہاتھ مارتے ہوئے پوچھا مگر اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ سلیمان کے ذہن پر خوف طاری تھا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے

تھی کیوں روشن نہیں ہوئی۔ انہی سوالوں نے اسے دہشت زدہ کر دیا اور وہ پلٹ کر لرزتے قدموں سے کمرے کی طرف بڑھا لیکن اسی لمحے بجلی کی رو بجال ہو گئی اور فلیٹ میں روشنی پھیل گئی۔ سلیمان نے تیزی سے پلٹ کر دروازے کی طرف اور بے اختیار اچھل پڑا۔ بیرونی دروازہ بدستور بند نظر آ رہا تھا اور بولٹ بھی چڑھا ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لئے سلیمان کا دماغ چکرا کر رہ گیا۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف لپکا اور قریب پہنچ کر غور سے بولٹ کا جائزہ لیا۔ تب اسے یقین ہو گیا کہ بولٹ لگا ہوا تھا تو پھر اسے بولٹ گرانے اور دروازہ کھلنے کی آواز کیوں سنائی دی تھی۔ یہی سوچتا ہوا وہ واپس چل دیا۔

کچن کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے شامی کہاؤں کا خیال آیا اور وہ کچن میں داخل ہو گیا۔ فرش پر راستہ پھیلا ہوا تھا اور چینی کے پیالے کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے اوون کھول کر اندر رکھے کہاؤں پر نظر ڈالی تو واقعی کباب اس قدر جل گئے تھے کہ انہیں کوئلہ کہنا ہی مناسب تھا۔ سلیمان ٹھنڈا سانس لیتا ہوا پلٹا اور کچن سے نکل کر ڈرائینگ روم کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اس کی نگاہ فرش پر پڑی اور وہ جھٹکے سے رکتا چلا گیا۔ فرش پر سرخ خون کی لکیر نظر آ رہی تھی۔ وہ لکیر بائیں جانب بیرونی دروازے تک پھیلی ہوئی تھی اور خون تازہ نظر آ رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی کے زخم سے مسلسل خون کی دھار بہتی رہی ہو۔ پھر سلیمان نے دائیں جانب

مارے کپکپاتی ہوئی آواز نکلی۔

”مم۔ میں ہوں۔ سس۔ سلیمان“..... باہر سے بھی ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا گیا اور یہ آواز عمران کی تھی۔

”اوہ۔ صص۔ صاحب“..... سلیمان بے ساختہ چیخا اور دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔ قریب پہنچ کر اس نے بولٹ گرا کر جھٹکے سے دروازہ کھولا اور باہر کھڑے عمران کو دیکھ کر بے اختیار اچھل کر اس سے لپٹ گیا۔

”ارے۔ ارے۔ چھوڑو مجھے۔ کیوں سوٹ کا ستیاناس کر رہے ہو“..... عمران نے بوکھلا کر کہا اور سلیمان کو خود سے الگ کیا ہی تھا کہ سلیمان لڑکھڑاتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اگلے ہی لمحے اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر جب اسے ہوش آیا تو اسے اپنے نیچے فرش کی بجائے نرم جگہ محسوس ہوئی۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں تو دیوار پر نصب ٹیوب لائٹ دکھائی دی۔ آنکھوں میں ٹیوب لائٹ کی روشنی پڑتی ہی اس نے آنکھیں جھپکائیں اور پھر لگا ہوں کا زاویہ بدل کر دائیں بائیں دیکھا تو عمران پر نظر پڑی اور وہ بے اختیار چونک پڑا۔

”صاحب۔ میں کہاں ہوں“..... سلیمان کے منہ سے سرسراہٹ ہوئی آواز نکلی۔

”قبرستان کے باہر اور ڈرائیونگ روم کے اندر“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا تو سلیمان حیران ہو کر اٹھ

دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور آہستہ آہستہ گھما کر دروازہ تھوڑا سا کھولا۔ اندر جھانکنے پر کچھ نظر نہ آیا تو اس نے پورا دروازہ کھول دیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے حلق سے دہی دہی سی چیخ نکل گئی۔ واش روم میں کوئی ذی روح موجود نہ تھا لیکن ہاتھ ٹب کے باہر فرش پر خون کی لکیر اور ٹب کے اندر خون بھرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ ٹب میں خون کی مقدار دو تین انچ تک بلند تھی اور ٹب کے کنارے پر بھی خون لگا ہوا تھا۔

سلیمان دہشت زدہ لگا ہوں سے چند لمحوں تک ٹب کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے یکدم دروازہ بند کیا اور دوڑتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔ وہ کچن کے پاس آ کر رکا اور ہانپنے لگا۔ زندگی میں پہلی مرتبہ وہ دہشت زدہ ہوا تھا۔ اس کے ذہن پر یہ سوالات ہتھوڑے کی مانند برس رہے تھے کہ خون کہاں سے آیا۔ کس کا خون ہے۔ واش روم میں کون گیا تھا۔ یقیناً یہ سب کچھ لوڈشیڈنگ کے دوران تاریکی میں ہوا تھا اور کوئی غیبی مخلوق باہر سے اندر آئی تھی تو پھر وہ کہاں گئی۔ اسے نظر کیوں نہیں آئی۔ عمران کہاں گیا جو اس سے ملی کے بارے میں سوال کرتا رہا تھا۔ سوچتے سوچتے اس کا دماغ ماؤف اور دہشت سے اس کے حواس معطل ہونے لگے لیکن اس سے پہلے کہ وہ غش کھا کر گر پڑتا اچانک دروازے کی کھنٹی بج اٹھی تو وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

”سک۔ کو۔ کون ہے“..... سلیمان نے منہ سے دہشت کے

بیٹھا۔ وہ صوفے پر تھا جبکہ دوسرے صوفے پر عمران بیٹھا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”اوہ۔ آپ کب آئے۔ شاید میں یہاں بیٹھے بیٹھے سو گیا تھا“..... سلیمان نے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”بس۔ بس۔ ڈرامے بازی رہنے دو۔ چائے لے آؤ۔ میں اتنے میں واش روم ہو آؤں“..... عمران نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا اور صوفے سے اٹھا لیکن واش روم کا نام سن کر سلیمان کے ذہن میں زور سے جھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی اس کی یادداشت کا سلسلہ بحال ہو گیا۔

”نن۔ نن۔ نہیں صاحب۔ واش روم مت جانا“..... سلیمان نے یکدم خوف سے ہٹکاتے ہوئے کہا۔

”کک۔ کیوں۔ کیا واش روم میں کوئی بھوت ہے“..... عمران نے غصیلے لہجے میں اسی کے انداز میں کہا۔

”نہیں صاحب۔ کوئی بدروح گھس آئی تھی لوڈشیڈنگ کے دوران“..... سلیمان نے خوفزدہ نگاہوں سے واش روم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”بکو مت۔ لوڈشیڈنگ کے دوران صرف چور، ڈاکو گھروں میں داخل ہوتے ہیں۔ بدروحوں کو چوریاں کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی“..... عمران نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا تو سلیمان نے اس کے طرف دیکھا۔ اس کا خوف سے زرد چہرہ دیکھ کر عمران مسکرانے لگا۔

”آپ یقین کریں صاحب۔ واش روم میں اس کا خون پھیلا ہوا ہے۔ ہاتھ دب میں بھی خون بھرا ہے“..... سلیمان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”خ۔خ۔خون“..... عمران نے یکدم بوکھلا کر کہا۔

”ہاں صاحب۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے“۔ سلیمان نے دو انگلیوں سے اپنی آنکھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تمہاری آنکھوں میں تو خون اترا ہوا ہے۔ کہیں کوئی قتل تو نہیں کر دیا“..... عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”قق۔ قتل۔ نہیں صاحب۔ قسم لے لو۔ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔ بس ایک مرتبہ دیسی مرغی کو ذبح کیا تھا تاکہ مرغ کی اصل لذت کا پتہ چل سکے لیکن دیسی مرغی کا گوشت اتنا سخت تھا کہ اسے گلاتے گلاتے لہجے کا وقت گزر گیا اور اسے رات کو کھانا پڑا“۔

سلیمان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”بکو مت۔ مجھے چکر دیتے ہو۔ بولو کس کا خون ہے واش روم میں“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”مجھے معلوم نہیں صاحب۔ ہو سکتا ہے کسی بھوت پریت کا ہو۔ میں تو خون دیکھتے ہی باہر بھاگ گیا تھا“..... سلیمان نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ اس کی آواز میں کپکپاہٹ شامل تھی۔

”اور کچن میں پیالہ کس نے توڑا ہے۔ سچی چینی کا قیمتی پیالہ توڑتے ہوئے تمہیں میری غربت پر ذرا ترس نہ آیا تھا“..... عمران

نے غراتے ہوئے کہا۔

”وہ لوڈشیڈنگ کے دوران گر گیا تھا صاحب“..... سلیمان نے

جواب دیا۔

”اور شامی کباب کیسے جل کر کونکہ ہوئے“..... عمران نے اسے

گھورتے ہوئے کہا۔

”لوڈشیڈنگ میں۔ اندھیرا ہوتا ہی میں کچن سے نکل آیا اور

اوون بند کرنا بھول گیا تھا“..... سلیمان نے بے چارگی سے کہا۔

”اور بھوت بھی لوڈشیڈنگ کے دوران اندر آیا تھا“..... عمران

نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”ہاں صاحب۔ قسم سے سچ کہہ رہا ہوں“..... سلیمان نے جلدی

سے کہا۔

”ہر کام لوڈشیڈنگ کے دوران ہی کیوں ہوا۔ تم کہاں مر گئے

تھے“..... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”میں یہیں تھا صاحب۔ آپ بھی تو لوڈشیڈنگ کے دوران ہی

اندر آئے تھے۔ لیکن اندھیرے میں دکھائی نہیں دیئے تھے۔ صرف

آپ کی آواز آتی رہی لیکن بجلی آئی تو آپ بھی اس بدروح کی

طرح غائب ہو گئے تھے جس کا خون دیکھ کر میں سمجھا تھا کہ آپ

زخمی حالت میں ڈرائیونگ روم میں موجود ہیں لیکن آپ یہاں نہیں

تھے۔ پھر میں نے واش روم میں جھانکا تو اندر ہاتھ دب میں خون

دیکھ کر میری چیخ نکل گئی اور میں دوڑتا ہوا باہر نکل گیا تھا“۔ سلیمان

نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”چلو۔ مجھے دکھاؤ کہاں ہے خون ورنہ میں تمہارا خون پی جاؤں

گا“..... عمران نے غصے سے کہا۔

”نن۔ نہیں صاحب۔ آپ خود ہی دیکھ لیں۔ میرا دل دھک

دھک کر رہا ہے“..... سلیمان نے خوف سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اگر اندر خون نہ ہوا تو تم زندہ نہیں بچ سکو گے۔“

عمران نے سر جھٹکتے ہوئے کہا اور واش روم کی طرف بڑھا تو

سلیمان دہشت زدہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ عمران نے

واش روم کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا اور پھر پلٹ کر سلیمان کو

قریب آنے کا اشارہ کیا۔ سلیمان خون سے کانپتا ہوا صوفے سے

اٹھا اور لرزرتے قدموں سے چلتا ہوا عمران کے قریب پہنچ گیا۔

”لو۔ دکھاؤ مجھے کہاں ہے خون“..... عمران نے یکدم اسے

گردن سے پکڑتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا اور سلیمان کا چہرہ واش

روم کے اندر کر دیا۔ سلیمان نے واش روم میں نظر ڈالی تو وہ بوکھلا

لیا۔ واش روم میں خون کا معمولی سا نشان بھی نہ تھا اور ہاتھ دب

میں بھی خون کی بجائے صاف پانی دکھائی دے رہا تھا۔ ہاتھ دب

نے کنارے بھی صاف تھے اور فرش پر خون کی لکیر بھی موجود نہیں

تھی۔

”مم۔ مگر۔ میں“..... سلیمان نے خوف سے ہکلاتے ہوئے

کہا۔

اُس کے چہرے پر گہرے غور و فکر کے تاثرات تھے۔ اب تک وہ سلیمان سے مذاق کرتا رہا تھا کہ سلیمان ایکٹنگ کر رہا ہے لیکن اس کی دوسری مرتبہ بے ہوشی سے عمران کو یقین ہو گیا کہ ضرور کوئی چکر ہے ورنہ سلیمان محض مذاق کے طور پر اتنی دیر تک اداکاری نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی اس نے آج تک عمران سے اتنا طویل مذاق کیا تھا۔ اس نے واش روم میں داخل ہو کر گہری نگاہوں سے جائزہ لیا لیکن کوئی غیر معمولی چیز اسے نظر نہ آئی تو وہ چلو میں پانی لے کر واپس آیا اور سلیمان کے منہ پر چھڑک دیا۔ پھر دوسرے صوفے پر بیٹھ کر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور حیزی سے نمبر پر لیس کرنے لگا۔

”کیا میں، میں لگا رکھی ہے بکری کے بچے۔ تم مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں بڑی سے بڑی بلا کی گردن بھی توڑ سکتا ہوں“..... عمران نے اس کی گردن چھوڑتے ہوئے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

”صص۔ صاحب۔ اللہ کی قسم میں نے خود خون کی لکیر دیکھی تھی جو بیرونی دروازے سے ہاتھ بٹ تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ بے شک کمرے سے باہر دیکھ لیں“..... سلیمان نے خوفزدہ لہجے میں کہا تو عمران نے غصے سے اس کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کی طرف کھینچنے لگا۔ باہر آ کر اس نے فرش پر ادھر ادھر دیکھا لیکن وہاں کسی قسم کی لکیر موجود نہیں تھی۔ سلیمان کا ہاتھ بے حد گرم تھا اور عمران نے محسوس کیا کہ سلیمان کو تیز بخار ہے مگر پھر بھی وہ اسی طرح اسے کھینچتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف آیا اور سلیمان کا دماغ چکرانے لگا کیونکہ کسی بھی جگہ خون یا خون کی لکیر نظر نہ آ رہی تھی۔

”اب بولو۔ کہاں گئی خون کی لکیر“..... عمران نے اسے گریباں سے پکڑتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا تو سلیمان لڑکھڑانے لگا۔ اس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ فرش پر گر عمران نے اسے بازوؤں میں سنبھال لیا لیکن سلیمان پر ایک مرد پھر غشی طاری ہو چکی تھی۔ اس کا بدن تیز بخار میں پھنک رہا تھا عمران اسے بازوؤں پر اٹھائے واپس ڈرائینگ روم میں آیا اور اسے صوفے پر لٹانے کے بعد واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

”میں اپنے فلیٹ پر ہوں۔ تم کتنی دیر میں آ رہے ہو؟“..... عمران نے پوچھا۔

”ابھی نکل رہا ہوں۔ پانچ چھ منٹ میں پہنچنے کی کوشش کروں گا“..... صفدر نے جلدی سے کہا۔

”نہیں۔ اتنی تیز رفتاری کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بالکل خیریت سے ہوں۔ اوکے“..... دوسری طرف سے عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے بھی رسیور رکھ دیا اور پھر دو منٹ بعد اس کی کار عمران کے فلیٹ کی طرف دوڑ رہی تھی اور ذہن میں یہ سوال گردش کر رہا تھا کہ عمران نے اسے اچانک کیوں طلب کیا ہے۔ کیا کوئی نیا کیس شروع ہو گیا ہے۔

گزشتہ دس بارہ دنوں سے پوری سیکرٹ سروس کوئی کام نہ ہونے کے سبب آرام کر رہی تھی۔ آج عمران نے صفدر اور جولیا کو ڈنر کی پیکش کی تھی۔ چنانچہ ان تینوں نے گولڈن سٹار ہوٹل میں اکٹھے ڈنر کیا تھا جہاں حسب معمول عمران نے اپنے انداز میں باتیں کی تھیں لیکن صفدر اور جولیا کو برداشت کرنا پڑا۔ البتہ کھانے کے اختتام پر جب عمران نے کہا کہ وہ اپنا پرس گھر بھول آیا ہے اور کھانے کا بل صفدر اور جولیا ادا کریں تو جولیا ہتھے سے اکھر گئی لیکن ہوٹل کی ریپوٹیشن کا خیال کر کے صفدر نے فوراً بل ادا کر دیا اور جولیا اٹھ کر صفدر کے ساتھ وہاں سے چلی گئی کیونکہ عمران پر اس کے غصے کا کوئی اثر نہ ہوا تھا اور وہ بیٹھے بیٹھے اونگھنے لگا تھا۔

صفدر اپنے فلیٹ میں سونے کے لئے لباس تبدیل کر رہا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی تو صفدر چونکا اور ایک لمحے کے لئے اس کے ذہن میں سوال ابھرا کہ کس کا فون ہو سکتا ہے۔ وہ عمران اور جولیا کے ساتھ گولڈن سٹار ہوٹل میں کھانا کھانے کے بعد نصف گھنٹہ پہلے اپنے فلیٹ پر پہنچا تھا۔ پھر دوسری نیل پر صفدر میز کی طرف بڑھا اور اس نے رسیور اٹھالیا۔

”لیں۔ صفدر بول رہا ہوں“..... صفدر نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”عمران بول رہا ہوں۔ تم جاگ رہے ہو تو فوراً میرے پاس آ جاؤ“..... دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ خیریت۔ آپ کہاں ہیں؟“..... صفدر نے چوکتے ہوئے پوچھا کیونکہ خلاف معمول عمران کے لہجے میں کافی سنجیدگی تھی۔

چند منٹ بعد صفدر، عمران کے فلیٹ پر پہنچ گیا۔ اس نے بلڈنگ کے باہر گاڑی روکی اور انجن بند کر کے کار سے اترتا تو اسی لمحے ایک اور گاڑی بھی وہاں آ پہنچی۔ صفدر نے اس کار کی طرف دیکھا تو اسے حیرت ہوئی کیونکہ وہ جولیا کی کار تھی۔ یقیناً کوئی اہم معاملہ تھا اس لئے عمران نے جولیا کو بھی فون کیا ہو گا۔ جولیا کار سے اتر کر اس کے قریب آ گئی۔

”خیریت۔ آپ کیسے آ گئیں مس جولیا“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”کیا تمہیں عمران نے بلایا ہے“..... جولیا نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا اور صفدر کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

”ہاں۔ عمران نے فون کیا تھا لیکن وجہ نہیں بتائی تھی“..... صفدر

نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”مجھے بھی نہیں معلوم۔ اس نے کہا کہ اگر وجہ بتا دی تو میں ڈر

کر آنے سے انکار کر دوں گی“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ اگر کوئی نیا کیس شروع ہو گیا ہے اور عمران صاحب

نے ہم سے کوئی کام لینا ہے تو اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔“

صفدر نے چونک کر کہا۔

”میں نے عمران سے کیس کے بارے میں نہیں پوچھا۔ وہ بہت

سنجیدہ تھا۔ اگر میں پوچھ لیتی تو تم جانتے ہو وہ پڑی سے اتر جاتا

اور اگلے سیدھے جواب دیتا“..... جولیا نے میڑھیاں چڑھتے ہوئے

کہا تو صفدر بے اختیار مسکرا دیا۔ عمران کے فلیٹ کے دروازے پر رک کر صفدر نے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔

”میرا در کھلا ہے، کھلا ہی رہے گا تمہارے لئے“..... اندر سے

عمران کی شکفتہ آواز سنائی دی تو صفدر نے مسکراتے ہوئے دروازہ

کھولا اور پھر وہ دونوں اندر آ گئے۔ عمران اور سلیمان لاؤنج میں

نہیں تھے۔ چنانچہ دروازہ بند کر کے صفدر، جولیا کے ساتھ ڈرائنگ

روم کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو بے

اختیار چونک پڑے کیونکہ ایک صوفے پر عمران بیٹھا تھا اور دوسرے

پر سلیمان دراز تھا۔

”اوہ۔ سلیمان کو کیا ہوا ہے“..... جولیا نے آگے بڑھتے ہوئے

تیزی سے کہا جبکہ صفدر کو بھی حیرت ہوئی تھی۔

”وہی جو نہیں ہونا چاہئے تھا“..... عمران نے گہرا سانس لیتے

ہوئے کہا۔

”کیا نہیں ہونا چاہئے تھا“..... جولیا نے عمران کو گھورتے ہوئے

کہا اور صوفے پر بیٹھ گئی۔ سلیمان آنکھیں بند کئے لیٹا تھا۔

”عشق۔ اور تم تو جانتی ہی ہو کہ یہ کتنا موذی مرض ہے۔“

عمران نے اداس سے لہجے میں کہا۔ صفدر بھی عمران کے قریب بیٹھ

گیا۔

”مجھے کیا معلوم“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں معلوم تو قصہ لکھا رانجھا اور ہیر محبوبوں پڑھو۔ پتہ چل

جائے گا“..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”آپ غلط بول گئے۔ خواہ مخواہ لیلیٰ کو رانجھا سے اور ہیر کو مجنوں کے ساتھ ملا دیا“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”غلط نہیں یار۔ اس دور میں محبتیں بدلتی رہتی ہیں۔ شوہر بیوی کو چھوڑ کر کسی اور سے عشق کرنے لگتا ہے اور یہی حال بدروحوں کا ہے“..... عمران نے بڑے مفکرانہ انداز میں کہا۔

”بدروح۔ وہ کس سے پیار کرتی ہے“..... صفدر نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

”سلیمان سے۔ دیکھو عشق کی گرمی سے کیسے بدن تپ رہا ہے“..... عمران نے سلیمان کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا تو صفدر مسکراتا ہوا اٹھا اور قریب آ کر اس نے سلیمان کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔

”اوہ۔ اسے تو بہت تیز بخار ہے“..... صفدر نے چونکتے ہوئے کہا تو جولیا بھی چونکی اور اٹھ کر سلیمان کی پیشانی کو چھونے لگی۔

”ہاں۔ عشق کا بخار تیز ہوتا ہے۔ لیکن بقول شاعر، اس نے جلتی ہوئی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو روح تک اتر آئی تاثر میجائی کی۔ اللہ ایسے بخار سے مجھے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین“..... عمران نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے شرات بھرے لہجے میں کہا تو جولیا عمران کو گھورنے لگی۔

”شٹ اپ۔ اسے تیز بخار ہے اور تمہیں مذاق کی سوجھی ہے“۔

جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ نے اسے کوئی میڈیسن وغیرہ دی ہے۔“
صفدر نے عمران سے پوچھا۔

”ارے۔ میں تو اسے میڈیکل سنٹور لا کر کھلا دیتا لیکن اس کا بخار دوا سے اترنے والا نہیں ہے“..... عمران نے جلدی سے کہا۔
”تو کس طرح اترے گا بخار“..... صفدر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”جوتے سے۔ اس کے سر پر جن سوار ہے اور اسے جوتے مار مار کر بھگانا پڑے گا۔ پھر یہ ٹھیک ہو جائے گا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نن۔ نہیں صاحب۔ میں ٹھیک ہوں“..... سلیمان نے یکدم بوکھلا کر آنکھیں کھولتے ہوئے کمزور سی آواز میں کہا۔

”اوہ۔ تم جاگ رہے تھے سلیمان“..... جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ لیکن صاحب کو میری بات پر یقین نہیں آیا۔ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ڈرامہ کر رہا ہوں“..... سلیمان نے بے چارگی سے کہا۔
”کس بات پر یقین نہیں آتا انہیں“..... صفدر نے تیزی سے پوچھا۔ جولیا اور وہ دوبارہ صوفوں پر بیٹھ گئے تھے۔

”بدروح کی آمد اور اس کے خون پر۔ حالانکہ میں نے اپنی آنکھوں سے خون کی لکیر دیکھی تھی“..... سلیمان نے جواب دیا۔

”خون کی لکیر“..... صفدر نے بے اختیار چوکتے ہوئے عمران کی طرف دیکھا۔ جولیا حیرت سے سلیمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”جی ہاں۔ باہر کے دروازے سے اس کمرے تک پھر واش روم کے فرش پر اور ہاتھنگ ٹب میں بھی خون بھرا ہوا تھا۔“ سلیمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”لیکن ہمیں تو نہیں دکھائی دی“..... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”صاحب کے آتے ہی غائب ہو گیا تھا۔ میں آپ کو پوری بات بتاتا ہوں۔ شاید آپ کو یقین آ جائے“..... سلیمان نے کہا اور پھر تفصیل سے خود پر گزرا ہوا واقعہ بیان کر دیا تو جولیا حیرت سے عمران کی طرف دیکھنے لگی جو سلیمان کو گھور رہا تھا۔

”حیرت انگیز۔ اسی لئے تو مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی بدروح تھی جو صاحب کی آواز میں بولتی رہی تھی اور میں سمجھتا رہا کہ صاحب اندھیرے میں اندر آ کر سیدھے ڈرائنگ روم میں گئے ہوں گے اور ان کے زخم سے خون بہتا رہا ہو گا لیکن صاحب بعد میں آئے تھے۔ اس وقت اگر میں بے ہوش نہ ہو جاتا تو انہیں خون کی لکیر دکھا دیتا“..... سلیمان نے مسلسل بات کرتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ نے ہمیں کس لئے بلایا ہے“..... صفدر نے عمران کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”اسی باورچی کے لئے۔ اس خبیث پر دہشت کا غلبہ ہے۔ دو

مرتبہ بے ہوش ہو چکا ہے۔ اس مصیبت میں مجھے تمہاری مدد چاہئے۔ بتاؤ کیا کرنا چاہئے“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اسے ہسپتال لے جاؤ یا کسی ماہر نفسیات کے پاس“..... جولیا نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں مس جولیا۔ سلیمان کا مسئلہ اور قسم کا ہے اس کے لئے کسی روحانی عامل سے رجوع کرنا پڑے گا۔ وہ کسی روحانی عمل سے سلیمان پر طاری خوف و دہشت دور کر دے گا۔ تب اس کا بخار بھی ختم ہو جائے گا“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ تم درست کہہ رہے ہو۔ تم اسے کسی ماہر عامل کے پاس لے جاؤ ورنہ یہ تو مجھے بھی آسیب میں مبتلا کر دے گا“..... عمران نے بیزار سے لہجے میں کہا۔

”آپ بھی چلیں صاحب“..... سلیمان نے آہستہ سے کہا۔

”چپ رہ گھامڑ کہیں کے۔ میں چلا گیا تو یہاں تمہاری بدروح محبوبہ کا انتظار کون کرے گا“..... عمران نے سلیمان کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”آپ یہاں تنہا مت رہیں صاحب۔ دو گھنٹے بعد پھر لوڈ شیڈنگ ہو گی تو اندھیرے میں آپ چیختے پھریں گے“..... سلیمان نے خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔

”یہی تو میں چاہتا ہوں کہ وہ آئے اور میں چیخ چیخ کر اس کی ناک میں دم کر دوں اور تم جانتے ہو کہ جب میں کسی کو دم کرتا

ہوں تو اس کا دم نکل جاتا ہے..... عمران نے فخریہ لہجے میں کہا
صفر اور جولیا بے اختیار مسکرانے لگے۔

”تو سلیمان کو کہیں لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ
اس پر دم پھونک دیجئے“..... صفر نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ سلیمان میرا وفادار باورچی ہے۔ اس کا دم نکل گیا
مجھے شادی کرنا پڑے گی“..... عمران نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے

کہا۔
”کیوں۔ شادی کا سلیمان سے کیا تعلق“..... صفر نے چونک کر کہا۔

کر کہا تو عمران مسکرانے لگا۔
”تم نے کبھی باورچی رکھا ہو تو تمہیں معلوم ہو۔ ارے بھائی

کچن سنبھالنے کے لئے باورچی رکھا جاتا ہے یا بیوی لانا پڑتی ہے
اور میں اس مہنگائی کے دور میں بیوی رکھنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

میری ساری کمائی تو اس کے میک اپ اور فیشن پر ہی خرچ ہوتا ہے۔
جائے گی۔ گھر کے اخراجات کہاں سے پورے کروں گا۔ لہذا بیوی

لانے سے بہتر ہے کہ میں سلیمان کی تنخواہ میں سو روپے کا اضافہ
دوں۔ یہ بھی خوش اور میرا خدا بھی خوش“..... عمران نے باقاعدہ

تفصیل سے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو جولیا اور صفر بے اختیار
ہنسنے لگے۔

”نا صاحب نا۔ میں سو روپے میں خوش نہیں ہو سکتا۔ کم از کم
ہزار بڑھنے چاہئیں“..... سلیمان نے جلدی سے کہا تو صفر اور جولیا

نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ رقم کی بات پر سلیمان یکدم
چست نظر آنے لگا تھا۔

”بکومت۔ میں کسی فیکٹری یا مل کا مالک نہیں ہوں۔ زیادہ
سے زیادہ ایک ہزار روپے بڑھا سکتا ہوں۔ لینے ہوں تو لو ورنہ

راستہ ناپو“..... عمران نے سلیمان کو ڈانٹتے ہوئے غصیلے لہجے میں
کہا۔

”اچھا صاحب۔ آپ ضد کرتے ہیں تو ہزار ہی سہی۔ لائیے۔
سلیمان نے بے چارگی سے عمران کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے

”نقد لے گا یا چیک دوں“..... عمران نے سرسری انداز میں اپنی
جیب کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

”نقد ہی دے دیں تو بہتر ہے۔ چیک پر حرف یا تاریخ غلط پڑ
سکتی تو بینک سے خالی ہاتھ آنا پڑے گا“..... سلیمان نے منہ بنا کر

کہا۔
”نقد صرف دو سو روپے ہیں میرے پاس“..... عمران نے پرس

کال کر کھولتے ہوئے کہا اور نوٹ سلیمان کی طرف بڑھائے۔
”کوئی بات نہیں۔ باقی رقم کا چیک کاٹ دیں بلکہ اگلے تین ماہ

تفصیل سے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو جولیا اور صفر بے اختیار
ہنسنے لگے۔

”نا صاحب نا۔ میں سو روپے میں خوش نہیں ہو سکتا۔ کم از کم
ہزار بڑھنے چاہئیں“..... سلیمان نے جلدی سے کہا تو صفر اور جولیا

نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ رقم کی بات پر سلیمان یکدم
چست نظر آنے لگا تھا۔

”نہیں صفدر صاحب۔ میں نے جو کچھ آپ کو بتایا ہے اس میں ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں تھا۔ البتہ مجھے صاحب پر شبہ ہو رہا ہے کہ انہوں نے ہی مجھے ڈرانے کے لئے یہ چکر چلایا تھا۔ شاید یہی بات ذہن میں آنے پر میرا بخار اتر رہا ہے“..... سلیمان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”بک رہا ہے۔ اصل میں نوٹوں کی گرمی نے اس کا ٹمپرچر بھگا دیا ہے“..... عمران نے جلدی سے کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

”تمہیں عمران پر کیوں شبہ ہے“..... جولیا نے سلیمان سے پوچھا۔

”یہ ڈرائینگ روم میں موجود تھے اور میں کچن میں جب انہوں نے ملی کے چیخنے پر پوچھا کہ کیا ہوا۔ اس وقت کہاب جلتے اور پیالہ ٹوٹنے پر میں غصے میں تھا اور مجھے یہ خیال ہی نہ آیا کہ صاحب اندر کیسے پہنچے۔ یہ تو مجھ سے سوال کرتے رہے اور میں جواب دیتا رہا۔ پھر میں نے کوئی بات کہی تو انہوں نے چپ سادھ لی۔ بجلی آنے پر روشنی میں مجھے خون دکھائی دیا تو میں ڈرائینگ روم میں آیا لیکن یہ غائب ہو چکے تھے۔ اس کے دو تین منٹ بعد کال بیل بجی اور میں نے دروازہ کھولا تو یہ باہر کھڑے تھے۔ میں دہشت کے مارے بے ہوش ہو گیا کہ یہ باہر تھے تو ڈرائینگ روم سے ان کی آواز کیوں آتی رہی“..... سلیمان نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو جولیا اور صفدر حیرت سے عمران کی طرف دیکھنے لگے۔

”ٹھیک ہے۔ پوری رقم کا صحیح چیک بنا دوں گا۔ یہ دو سو روپے عامل کی فیس کے لئے رہنے دو۔ آخر تمہارے علاج کے لئے بھی تو رقم چاہئے نا“..... عمران نے نوٹ واپس پرس میں رکھتے ہوئے کہا تو سلیمان نے برا سا منہ بنا لیا۔ صفدر اور جولیا حیرت سے سلیمان کی طرف دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ پیسوں کی خاطر وہ کیسے یکدم ہشاش بشاش ہو گیا اور اگر بقول عمران وہ ڈرامے باز نہ کر رہا تھا تو پھر اسے تیز بخار کیوں ہوا۔ ایک خیال کے تحت صفدر نے اٹھ کر سلیمان کی کلائی پکڑی اور نبض چیک کی تو سلیمان کی نبض معمول کے مطابق تھی۔ ٹمپرچر بھی نارمل تھا جبکہ چند منٹ پہلے اس کا ٹمپرچر کم از کم ایک سو تین کے قریب تھا۔

”حیرت انگیز“..... صفدر نے پیچھے ہٹ کر صوفے پر بیٹھ ہوئے کہا۔

”کیوں کیا ہوا“..... جولیا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”بخار اتر گیا ہے۔ ٹمپرچر نارمل ہے“..... صفدر نے کہا تو جولیا حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

”کیا واقعی۔ اتنی جلدی بخار اتر گیا ہے“..... جولیا نے حیرت بھرنے لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔ سلیمان تم بتاؤ۔ ابھی تو تمہارا بدن آگ کی طرح تپ رہا تھا۔ کیا تم ایکٹنگ کر رہے تھے“..... صفدر نے سلیمان سے پوچھا۔

”صنذر۔ تم دونوں نے کچھ اعزازہ لگایا کہ کیا چکر ہے کیونکہ میں تو تم لوگوں کے ساتھ ہوٹل میں تھا اور ہوٹل سے یہاں پہنچنے میں مجھے چھ سات منٹ لگے۔ گویا میری غیر موجودگی اور یہاں تاریکی میں سلیمان میری آواز سنتا رہا تھا۔ اگرچہ اس سائنسی دور میں ماورائی مخلوق کا کوئی وجود نہیں ہے اس کے باوجود سلیمان کی تمام باتیں سچ مان لیں تب بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ میری آواز میں کون سلیمان سے باتیں کرتا رہا۔ خون کی لکیر اور ہاتھنگ ٹب میں خون کہاں سے آیا اور جب میں یہاں پہنچا تو خون کیوں غائب ہو گیا۔ اگر کوئی شعبہ باز مجرم یہاں خوف پھیلانے اور مجھے الجھانے کے لئے آیا تھا تو اندر کیسے آیا اور واپس کیسے گیا جبکہ دروازے کا اندر سے بولٹ چڑھا ہوا تھا“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں مسلسل بات کرتے ہوئے کہا۔

”ممکن ہے سلیمان کو یاد نہ رہا ہو اور اس نے دروازہ اندر سے بولٹ نہ کیا ہو“..... جولیا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”اگر یہ بات ہے تو اس آدمی کے باہر جانے پر کس نے بولٹ چڑھایا جبکہ سلیمان تو لاؤنج میں خوفزدہ کھڑا تھا“..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”اچھا۔ آپ بتائیے۔ یہ کیا چکر ہو سکتا ہے“..... صنذر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”اس کے لئے مجھے کسی عامل سے ملنا پڑے گا۔ تم لوگ چاہو تو

واپس چلے جاؤ“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو کیا اب سلیمان کو عامل کے پاس نہیں لے جانا“..... صنذر نے پوچھا۔

”نہیں۔ اب یہ نازل ہے۔ ضرورت پڑی تو صبح دیکھا جائے گا۔ شکر یہ ہوا کہ یہ سب کچھ اندھیرے میں ہوا ہے۔ اگر روشنی میں ہوتا تو نجانے سلیمان کا کیا حال ہوتا“..... عمران نے کہا۔

”چلو۔ اب اٹھ جاؤ یار۔ تنخواہ میں اضافے کی خوشی میں انہیں چائے تو پلا دو۔ اتنی کنبجی بھی اچھی نہیں ہے“..... عمران نے سلیمان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں صاحب۔ مجھے کنبجی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دودھ، پتی، چینی اور برتن سب کچھ آپ کا ہے۔ میں ابھی لاتا ہوں۔“

سلیمان نے ہنستے ہوئے کہا اور صوفے سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا تو جولیا یکدم بون پڑی۔

”ٹھہرو سلیمان۔ میں چائے بناتی ہوں۔ کہیں تم پھر نہ ڈر جاؤ“..... جولیا نے جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”نہیں مس جولیا۔ چائے میں بنا لاؤں گا۔ بس آپ دروازے پر پہرہ دیتی رہیں“..... سلیمان نے رکتے ہوئے کہا تو جولیا اس کے ساتھ کمرے سے باہر چلی گئی اور صنذر، عمران کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔

میں ایک کمزور دل آدمی کو بہت کچھ نظر آ سکتا ہے“..... عمران نے کہا۔

”وہ کیسے“..... بلیک زیرو نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”جدید سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم جو کچھ سوچتے ہیں وہ ہمیں کسی وقت حالت خواب میں بھی نظر آ جاتا ہے۔ ایک خوفزدہ آدمی نیند کے دوران اچانک کوئی خوفناک شکل دیکھ کر چیختا ہے اور آنکھ کھلتی ہے تو وہ شکل غائب ہو چکی ہوتی ہے۔ یہ سب آنکھیں بند ہونے کے سبب ہوتا ہے کیونکہ اس حالت میں اس کا ذہن اندھیرے میں ہوتا ہے۔ تصورات کا تعلق بھی تاریکی سے ہے۔ یہ تاریکی چاہے آنکھیں بند ہونے کے سبب ہو یا آس پاس کا ماحول اتنا تاریک ہو کہ کھلی آنکھوں سے بھی کچھ نظر نہ آئے۔ سلیمان بھی تاریکی میں تھا اور اس کے ذہن نے محسوس کیا کہ دروازے کا بولٹ گرایا گیا ہے۔ پھر اس نے محسوس کیا کہ دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی ہے۔ ان باتوں نے اسے یکدم خوفزدہ کر دیا اور اس نے روشنی ہونے پر محسوس کیا کہ فرش پر خون کی لکیر ہے“..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن اس نے آپ کی آواز بھی سنی تھی“..... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہو سکتا ہے یہ بھی اس کے تصورات کا شاخسانہ ہو“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

وانش منزل کے آپریشن روم میں عمران اور بلیک زیرو بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ عمران بلیک زیرو کو گزشتہ رات سلیمان کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ سنا رہا تھا اور بلیک زیرو کو حیرت ہو رہی تھی۔

”انتہائی حیرت انگیز اور محیر العقول واقعہ ہے جناب“..... عمران کے خاموش ہونے پر بلیک زیرو نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”یہ بتاؤ کہ آخر یہ واقعہ سلیمان کے ساتھ ہی کیوں پیش آیا۔“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں کیسے بتا سکتا ہوں۔ آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں جبکہ آپ کو یقین بھی ہے کہ سلیمان نے جھوٹ نہیں بولا“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”ہو سکتا ہے یہ سب کچھ سلیمان نے تصور میں دیکھا ہو۔ تاریکی

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی مجرم نے شعبہ بازی سے کام لیتے ہوئے یہ سب کچھ کیا ہو“..... بلیک زیرو نے خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ شعبہ بازی کا شبہ محض اس صورت میں جا سکتا ہے کہ مجرم قلیٹ میں داخل ہوا ہو“..... عمران نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”آپ کا اپنا کیا آئیڈیا ہے۔ کیا کوئی بدروح آئی تھی آپ کے قلیٹ میں“..... بلیک زیرو نے عمران کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”روحوں کو دروازہ کھولنے اور بند کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کے اندر خون ہوتا ہے۔ یہ کوئی شیطانی چکر ہے۔ کسی ماورائی ذریعے سے سلیمان کو دہشت میں مبتلا کیا گیا ہے“..... عمران نے پر خیال انداز میں میز کی سطح کو گھورتے ہوئے کہا۔

”لیکن سلیمان کو ہی کیوں۔ پھر آپ کے آنے پر خون کیوں غائب کر دیا گیا“..... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”دہشت بڑھانے کے لئے۔ پہلے سلیمان کو خون دکھا کر خوفزدہ کیا گیا اور وہ دوڑتا ہوا ڈرائینگ روم سے باہر آ گیا۔ پھر میری آواز پر دروازہ کھلتے ہی خون غائب کر دیا گیا تاکہ جب سلیمان مجھے خواہ دکھانا چاہے تو خون نظر نہ آئے۔ چنانچہ خون غائب دیکھ کر سلیمان پر مزید دہشت طاری ہوئی اور وہ دوبارہ بے ہوش ہو گیا“..... عمران

نے دلیل دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن سلیمان کو خوفزدہ کرنے کا مقصد کیا تھا“..... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران مسکرا دیا۔

”اصل میں اس ماورائی قوت کا ٹارگٹ سلیمان کی بجائے میں تھا“..... عمران نے پروٹوق انداز میں کہا۔

”اوہ۔ کیا مطلب“..... بلیک زیرو نے یکدم چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میرا اندازہ یہی ہے۔ کوئی مجھے سلیمان کے چکر میں الجھانا چاہتا ہے اور وہ کسی ماورائی قوت کا استعمال کر رہا ہے تاکہ میں خوفزدہ ہو کر اپنی پیشہ ورانہ مصروفیات ترک کر دوں یا قلیٹ خالی کر دوں“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہو سکتا ہے قلیٹ خالی کرانے والی بات درست ہو کیونکہ آپ نے کئی سالوں سے سوپر فیاض کو قلیٹ کا کرایہ ادا نہیں کیا اور نہ ی قلیٹ چھوڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ شاید سوپر فیاض نے کسی درائی علوم کے ماہر سے کہا ہو کہ وہ آپ کو قلیٹ خالی کرنے پر مجبور کر دے“..... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران بھی سکرا دیا۔

”بہر حال میں فیاض پر شبہ نہیں کر سکتا۔ البتہ کسی ماہر عامل سے رابطہ قائم کر کے حقیقت ضرور معلوم کروں گا۔ سلیمان کے لئے بھی کچھ کرنا پڑے گا۔ وہ ابھی تک خوفزدہ ہے۔ ابھی بھی وہ ضد کر رہا تھا کہ میں اسے تنہا چھوڑ کر نہ جاؤں یا پھر اسے بھی ساتھ لے

جاؤں“..... عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور جیب سے چوگم کا پیس نکال لیا۔

”تو آپ جوزف کو اس کے پاس بھیج دیں۔ وہ سلیمان کا خیال رکھے گا“..... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ وہ کالیا تو خود بہت تو ہم پرست ہے۔ سلیمان سے واقعہ سننے کا تو فوراً بھاگ جائے گا“..... عمران نے تیزی سے کہا۔

”ہاں۔ یہ بات تو ہے۔ وہ بدروحوں سے بہت ڈرتا ہے۔ سلیمان کو افریقہ کی بدروحوں کے بارے میں بتائے گا تو سلیمان اور بھی خوفزدہ ہو جائے گا“..... بلیک زیرو نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا۔

”خیر۔ تم جوزف کو فون کر کے وہاں جانے کی ہدایت کر دو۔ نمبر ملاؤ۔ میں خود اس سے بات کرتا ہوں“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو فون کا رسیور اٹھا کر رانا ہاؤس کے نمبر پر پریس کرنے لگا۔ پھر اس نے رسیور عمران کے حوالے کر دیا۔ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو۔ جوزف دی گریٹ بات کر رہا ہوں“..... دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔

”گرگٹ کے بچے۔ عمران کہاں ہے“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تو دوسری طرف جوزف ہنسنے لگا۔

”آپ خود ہی تو بول رہے ہیں باس“..... جوزف نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تو پھر فوراً فلیٹ پر چلے جاؤ۔ تمہیں تاحکم ثانی سلیمان کے ساتھ وہاں رہنا ہے“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”بہت بہتر باس۔ اور کوئی حکم“..... دوسری طرف سے جوزف نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ اس کے ساتھ کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے اس پر خوف طاری ہو۔ نہ ہی اس سے یہ سوال کرنا کہ تمہیں وہاں کیوں بھیجا گیا ہے اور اگر وہ تم سے یہی سوال کرے تو لاعلمی کا اظہار کرنا۔ اگر وہ کسی خوف کا اظہار کرے تو اس کا خوف دور کرنا اور اس کا دھیان بٹانے کے لئے ہنسی مذاق کرتے رہنا۔ اگر وہ تم سے کسی واقعہ کے بارے میں ڈسکس کرے تو ماننے سے انکار کر دینا۔ دیش آل“..... عمران نے جوزف کو ہدایات دیتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے کریڈل دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے لیوں پر مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔

”کیا بات ہے کالے صفر۔ کیا میں نے جوزف سے غلط بات کی ہے“..... عمران نے بلیک زیرو کو مسکراتے دیکھ کر پوچھا۔

”بالکل نہیں جناب۔ میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ نے جوزف کو اتنی ہدایات دے ڈالی ہیں کہ وہ سسپنس میں مبتلا رہے گا اور شاید سلیمان کو بھی بتا دے کہ آپ نے اس سے کیا کہا ہے۔“

بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”اوہ۔ واقعی۔ جوزف بھی بعض اوقات بے وقوفی دکھا جاتا ہے۔“

عمران نے تیزی سے کہا اور چوٹم چبانے لگا۔
”کیا آپ نے اپنے کمرے یا واش روم کی تلاشی لی تھی؟“

بلیک زیرو نے چند لمحوں بعد پوچھا۔
”تمہارا مطلب ہے کہ وہاں کوئی ڈکنا فون نہ چھپایا گیا ہو۔“

عمران نے چوکتے ہوئے کہا۔
”جی ہاں۔ ہو سکتا ہے آپ کی آواز کی نقل کرنے والا فلیٹ

سے باہر رہ کر سلیمان سے بات کرتا رہا ہو“..... بلیک زیرو نے
امکان ظاہر کرتے ہوئے کہا تو عمران اسے تیز نگاہوں سے دیکھنے
لگا اور بلیک زیرو شپٹا گیا مگر عمران فوراً ہی مسکرا دیا۔

”بعض اوقات تم ایسی بچکانہ بات کر جاتے ہو کہ مجھے تمہاری
قابلیت پر شبہ ہونے لگتا ہے۔ اول تو میں نے اچھی طرح ڈرائیونگ

روم اور واش روم کی تلاشی لی ہے اور مجھے کوئی ایسی چیز نہیں ملی اور
بالفرض وہ مل بھی جاتی تو یہ سوال بھی پیدا ہو جاتا کہ وہ چیز چھپانے

والا اندر کیسے آیا ہو گا اور باہر کیسے گیا۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔
پینٹروم اور مسمریزم سے آدمی کو اپنے تابع کیا جاسکتا ہے اور اس کو

نظر بندی بھی کی جاسکتی ہے لیکن خود کو غائب نہیں کیا جاسکتا کیونکہ
دونوں علوم سے صرف روشنی میں کام لیا جاسکتا ہے جبکہ سلیمان کے

ساتھ تاریکی میں واقعہ پیش آیا۔ یہ صرف ماورائی علوم کا ہی کما

ہے کہ اپنی آواز ہزاروں میل دور تک پہنچائی جاسکے یا جنات کے
ذریعے کسی آدمی سے گفتگو کی جائے اور ہمارے اسلامی مصحفیدے
کے مطابق دنیا میں جنات کا وجود بھی ہے اور ارواح کا بھی۔“
عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”آپ بجا فرما رہے ہیں۔ شیطان بھی جنات سے تھا۔“ بلیک
زیرو نے عمران کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تھا نہیں۔ اب بھی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ انہی شیطانی
قوتوں کو مسخر کر کے ان سے کام لینے والے سفلی علم کے ماہر ہوتے
ہیں۔ یہ قوتیں صرف برے اور انسان کو نقصان پہنچنے والے اعمال
کرتی ہیں“..... عمران نے کہا۔

”اب آپ کس عامل کے پاس جا رہے ہیں؟“..... بلیک زیرو
نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

”یہی سوچ رہا ہوں۔ اخبارات میں روزانہ کئی روحانی عاملوں
کے اشتہارات شائع ہوتے ہیں لیکن آئے دن اس قسم کی خبریں بھی
آتی ہیں کہ یہ لوگ محض حاجت مندوں کی سادہ لوحی سے فائدہ
اٹھانے اور پیسہ بٹورنے والے عامل ہوتے ہیں۔ اخبار میں ہزار دو
ہزار روپے کا اھتار چھپوا کر لاکھوں کمالیتے ہیں“..... عمران نے منہ
بناتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ یہ بات واقعی درست ہے۔ میں نے بھی اکثر ایسی
خبریں پڑھی ہیں کہ عامل نے مرید سے بیس پچیس ہزار اینٹھ لئے

طرف سے ملازمہ نے کہا۔
 ”ہیلو بھائی جان۔ السلام علیکم“..... چند لمحوں بعد ثریا کی مسرت
 بھری آواز سنائی دی۔

”وعلیکم السلام۔ کیسی ہو۔ تمہارے شوہر کیسے ہیں“..... عمران نے
 سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”سب ٹھیک ہے۔ آپ سنائیں۔ آج کیسے فون کرنے کا خیال
 آ گیا“..... ثریا نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔

”سوری۔ تمہیں تو معلوم ہے میری مصروفیات اور ذمہ داریوں
 کا۔ پھر کیوں شرمندہ کرتی ہو“..... عمران نے بے چارگی سے کہا۔
 ”پورے ڈیڑھ ماہ بعد آپ نے فون کیا ہے۔ کسی دن مجھے غصہ
 آ گیا تو ڈیڈی کو بتا دوں گی آپ کی ذمہ داریوں کے بارے
 میں“..... ثریا نے دھمکی دیتے ہوئے کہا تو عمران کے چہرے پر
 گھبراہٹ کے آثار نمودار ہو گئے۔

”اوہ۔ یہ غضب مت کرنا شریر لڑکی ورنہ میں شرم کے مارے
 خودکشی کر لوں گا یا پھر ڈیڈی کو یہ جان کر ہارٹ اٹیک ہو جائے گا
 کہ میں ایک غیر ملکی لڑکی سے پیار کرتا ہوں“..... عمران نے
 بوکھلاہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن اس شرط پر کہ آپ ہفتے میں کم از کم ایک
 مرتبہ مجھے اپنی صورت ضرور دکھایا کریں گے“..... ثریا نے ہنستے
 ہوئے کہا۔

لیکن مرید کا کام نہیں ہوا یا آسیب دور کرنے کے لئے معمول کو
 اذیتیں دے دے کر مار ڈالا“..... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے
 کہا۔

”جلد بازی میں، میں بھی کسی ایسے ہی عامل کے ہتھے نہ چڑھ
 جاؤں جو سلیمان کو بھی زخمی کر ڈالے۔ بہر حال میرے ذہن میں
 ایک بزرگ کا نام آ رہا ہے۔ بچپن میں دادی اماں کے منہ سے اس
 بزرگ کی تعریف سنی تھی۔ ان کے پاس جاتا ہوں۔ نجانے وہ زندہ
 بھی ہیں یا وفات پا چکے ہیں اور اگر زندہ ہیں تو یقیناً ان کی عمر ستر
 اسی برس سے اوپر ہی ہوگی“..... عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
 ”پھر تو واقعی وہ بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہوں گے“..... بلیک
 زیرو نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اللہ کرے وہ حیات ہوں۔ ارے ہاں۔ ثریا کو یقیناً
 معلوم ہوگا۔ وہ بھی عابد علی شاہ کی معتقد ہے“..... عمران نے یکدم
 چوہکتے ہوئے کہا اور پھر فون کا رسیور اٹھا کر اپنی چھوٹی بہن ثریا کے
 نمبر پر پس کرنے لگا۔

”ہیلو“..... دوسری طرف سے ایک بھاری نسوانی آواز سنائی دی
 جسے عمران پہچانتا تھا۔ وہ عورت ثریا کی اویڑ عمر ملازمہ تھی۔
 ”عمران بول رہا ہوں خالد۔ ثریا بی بی ہیں“..... عمران نے نرم
 لہجے میں کہا۔

”ہاں بیٹا عمران۔ ابھی بلاتی ہوں ثریا بی بی کو“..... دوسری

تو ان کا ایڈریس کیا ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”بھید عابد علی شاہ۔ وہ بقیہ حیات ہیں۔ البتہ کافی ضعیف ہو چکے ہیں۔ نوے برس کی عمر ہے ان کی“..... ثریا نے کہا اور عابد علی شاہ کا ایڈریس بھی بتا دیا تو عمران نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔

”تھینک یو ثریا۔ میں ہر ہفتے تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔ اللہ حافظ“..... عمران نے آخر میں کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

”صرف ایک مرتبہ۔ ارے۔ تم میری تصویر دیکھ لیا کرو دن میں چار مرتبہ“..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”تصویر تو میں ہر وقت دیکھتی رہتی ہوں۔ آپ کی تصویر میرے بیڈ روم میں لگی ہے لیکن آپ سے بات بھی کرنا ہوتی ہے“..... ثریا نے کہا۔

”فون پر بات بھی ہو سکتی ہے۔ فون کر لیا کرو“..... عمران نے کہا۔

”فون پر تو تب بات کروں جب آپ فلیٹ میں موجود ہوں۔ میں تو جب بھی فون کرتی ہوں وہ کبخت سلیمان رسیور اٹھاتا ہے اور کبھی بتاتا ہے کہ آپ مسجد میں نماز پڑھنے گئے ہوئے ہیں، کبھی کہتا ہے کہ آپ عمرہ کرنے جا چکے ہیں۔ ایک مرتبہ تو اس الحق نے یہ تک کہہ دیا کہ آپ اس کی شادی کے لئے رشتہ تلاش کرنے گئے ہیں“..... ثریا نے ہنستے ہوئے کہا۔

”بکواس کرتا ہے۔ اس کبخت کی قسمت میں شادی کی لکیر؟“ نہیں ہے۔ بہر حال میں نے تمہیں ایک خاص ضرورت سے فون کیا ہے لیکن پہلے وعدہ کرو کہ وجہ نہیں پوچھو گی کیونکہ اس وقت میں جلدی میں ہوں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کوئی خاص بات ہے تو وعدہ رہا“..... دوسری طرف۔

ثریا کی چوکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”نہیں۔ تم مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ سید عابد علی شاہ ابھی زندہ؟“

تھی۔ اس کے سامنے قالین کے کنارے پر بیٹھا شخص ادھیڑ عمر لیکن کافی صحت مند اور توانا تھا۔ بالوں کی کٹنگ اور چہرے کی تختی اسے فوجی ظاہر کر رہی تھی۔

”راجیش۔ اس شخص سے تمہاری کیا دشمنی ہے جس کا تم نے نام لیا ہے“..... دفعتاً بوڑھے نے اس فوجی کی طرف دیکھ کر پاٹ دار آواز میں پوچھا۔

”مہاراج۔ میری اس سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے لیکن وہ میرے اور آپ کے دھرم کا دشمن ہے۔ ہمارے ملک کا دشمن ہے۔ ہماری قوم کا دشمن ہے۔ اس کے ہاتھ ہمارے جوانوں، بچوں اور بوڑھوں کے خون میں رنگے ہوئے ہیں“..... فوجی نے انتہائی مؤدبانہ انداز میں ہاتھ باندھ کر کہا۔

”ادھ۔ کیا واقعی“..... بوڑھے مہاراج نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں مہاراج۔ وہ اب تک ہماری سینکڑوں عورتوں کو بیوہ اور ہزاروں بچوں کو یتیم کر چکا ہے“..... فوجی نے سر ہلا کر کہا جس کا نام راجیش تھا۔

”ناممکن۔ ایک آدمی تھا اتنے قتل کیسے کر سکتا ہے۔ کیا وہ دیوتا کا اوتار ہے یا کسی مہان شہتی کا مالک ہے۔ عام انسان تو اس قدر قتل و غارت نہیں کر سکتا“..... مہاراج نے بے یقینی کے انداز میں کہا۔

ایک کھنڈر نما عمارت کے اندر واقع کمرے میں فرش پر قالین نما رنگین دری کے کنارے پر تھری پیس سوٹ میں ملبوس ایک شخص دوڑا نو بیٹھا دری کے وسط میں بیٹھے ایک بد شکل اور ضعیف العمر بوڑھے کی طرف عقیدت بھرے انداز میں دیکھ رہا تھا۔ اس بوڑھے نے صرف ایک تہہ باندھا ہوا تھا۔ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود وہ کافی صحت مند نظر آ رہا تھا۔ اس کے چہرے اور برہنہ بدن پر چمک کے سیاہ نشانات تھے۔ سرانڈے کے جھکے کی طرح بالوں سے بے نیاز تھا۔ بمنویں اور پلکیں سفید تھیں۔ آنکھیں چھوٹی اور گول تھیں لیکن خون کیوتر کی مانند سرخ نظر آ رہی تھیں۔ کوتاہ قامت بوڑھے کی پیشانی پر تلک کا موٹا سا نشان اور گلے میں پڑی مو دانوں کی مالائیں اس کی قومیت کو ظاہر کر رہی تھیں۔ اس کے آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی اور چہرے سے خباثت ٹپک رہی

”مہاراج۔ اگر وہ عام انسان ہوتا تو اب تک مارا جا چکا ہوتا۔ وہ انسان کے روپ میں بھیڑیا ہے۔ یوں سمجھیں کہ جس طرح انگریز مائیں اپنے بچوں کو ٹیپو سلطان کا نام لے کر ڈرایا کرتی تھیں اسی طرح ہمارے بچے بھی اس کا نام سن کر خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ وہ دنیا کا مانا ہوا عیار ترین شخص ہے جو ہماری قوم اور ہمارے دھرم کو صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتا ہے۔ ہمارے ملک کے علاوہ وہ اسرائیل اور یہودی قوم کا بھی بدترین دشمن ہے۔ وہاں بھی وہ سینکڑوں قتل کر چکا ہے“..... فوجی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”پھر تو وہ واقعی مہان ہستی کا مالک ہے۔ کام کیا کرتا ہے وہ۔“ مہاراج نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”نہیں مہاراج۔ اس کی ہستی صرف اس کی عیاری اور دلیری ہے۔ وہ پڑوسی ملک کا سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ وہ اپنے ملک اور مذہب کے مفاد کے لئے ہمارے بے گناہ ہم وطنوں کا خون بہاتا ہے۔“ راجیش نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”تو کیا تم لوگوں نے اس کے خلاف اب تک کوئی قدم نہیں اٹھایا؟“..... مہاراج نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”کئی برسوں سے کوشش کر رہے ہیں۔ سینکڑوں مرتبہ اسے گرفتار کرنے اور قتل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ نابکار ہر دفعہ صاف بچ کر نکل گیا۔ اکیرمیا، اسرائیل، روسیہ اور گریٹ لینڈ والے سب اس کی موت چاہتے ہیں اور ان ملکوں کی تمام خفیہ ایجنسیاں اسے قتل

کرنے کے درپے ہیں لیکن قتل تو کیا وہ اسے گرفتار تک نہیں کر سکیں۔ ہم جس مشن پر بھی اس کے ملک جاتے ہیں وہ اسے ناکام بنا دیتا ہے اور ہمارے ایجنٹوں کو زندہ واپس آنا نصیب نہیں ہوتا“..... راجیش نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”اگر وہ انسان ہے تو میں نے زندگی میں آج تک اس قدر ظالم اور طاقتور شخص کا ذکر نہیں سنا کرٹل راجیش۔ کہیں وہ ہلاکو خان کی نسل سے تو نہیں ہے؟“..... مہاراج نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”آپ کا اندازہ سو فیصد درست ہے مہاراج۔ عمران کا تعلق چنگیزی نسل سے ہے۔ اسی لئے تو وہ اتنی بے دردی سے ہماری قوم کا خون بہاتا ہے۔ اس کا باپ پاکیشیا کی انٹیلی جنس بیورو کا ڈائریکٹر جنرل ہے لیکن عمران ایک اور خفیہ محکمہ سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے جس کا سربراہ عمران سے بھی زیادہ ذہین اور پراسرار صلاحیتوں کا مالک ہے۔ وہی عمران کو دوسرے ملکوں میں خفیہ مشن پر بھیجتا ہے۔ عمران کا چیف ایکسٹو ہمیشہ اندھیرے میں رہتا ہے اور نقاب سے چہرہ چھپائے رکھتا ہے۔ پاکیشیا کے عوام، حکمران حتیٰ کہ سیکرٹ سروس کے ممبرز بھی ایکسٹو کی شکل سے نا آشنا ہیں“..... کرٹل راجیش نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”خیر۔ تم یہ بتاؤ کہ کیا چاہتے ہو؟“..... مہاراج نے لاپرواہی سے پوچھا۔

”مہاراج۔ ہمارے لئے کافرستان کی سلامتی کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ گزشتہ ہفتے پاکیشیائی ایجنٹوں نے ہمارے سب سے بڑے ساحلی شہر میں جو تباہی مچائی ہے اور ہمارے دوسو سے زیادہ بے گناہ شہریوں کو قتل کیا ہے ہم اس کا پاکیشیا سے انتقام لینا چاہتے ہیں لیکن جب تک عمران زندہ ہے ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس سلسلے میں ہمیں آپ کی مدد چاہئے۔ آپ عظیم ہمتی کے مالک ہیں اور آپ ہی ہمیں عمران سے نجات دلا سکتے ہیں۔ مجھے وزیراعظم نے ہدایت کی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں تعاون اور مدد کی درخواست کروں“..... کرنل راجیش نے مودبانہ انداز میں کہا۔

”کیا وزیراعظم مجھے جانتا ہے“..... مہاراج نے چوہکتے ہوئے کہا۔

”ہاں مہاراج۔ وزیراعظم نے مجھے بتایا تھا کہ پنڈت کالی داس مہان ہمتی کے مالک ہیں اور وہ آپ کی دعا سے پیدا ہوئے تھے۔ پھر پیدائش کے بعد ان کی ماما انہیں آپ کے پاس لائی تھیں اور آپ نے بتایا تھا کہ وہ بڑھاپے میں کافرستان پر حکومت کریں گے“..... کرنل راجیش نے کہا تو مہاراج کے پتلے سیاہ ہونٹوں مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔

”ٹھیک ہے۔ اگر وزیراعظم اس قدر مجھ پر اعتماد رکھتا ہے تو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا کرنل راجیش“..... مہاراج نے سرکوج

دے کر کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ پھر وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگا جیسے کوئی عمل پڑھ رہا ہو۔ کرنل راجیش کی نگاہیں مہاراج کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ مہاراج کے چہرے کے عضلات پھڑک رہے تھے۔ آنکھوں کے پپوٹے یوں تھر تھرا رہے تھے جیسے اندر ڈھیلے گردش کر رہے ہوں۔ تقریباً پانچ منٹ بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اب اس کی آنکھوں میں اس قدر تیز چمک تھی جیسے آنکھوں میں بلب جل رہے ہوں۔ اس نے سرخ سرخ آنکھوں سے کرنل راجیش کی طرف دیکھا تو کرنل راجیش اس کی نگاہوں کی تاب نہ لا سکا اور اس نے گھبرا کر آنکھیں نیچی کر لیں۔

”کرنل راجیش۔ میں نے اس نابکار موسلے کے گھر کا جائزہ لے لیا ہے۔ کیا اس کے گھر میں ایک ملازم بھی رہتا ہے جو شکل و صورت سے کافی بے وقوف لگتا ہے“..... ایک لمحے بعد مہاراج نے کرنل راجیش سے سخت لہجے میں کہا تو اس نے مہاراج کی طرف دیکھا۔

”اوہ۔ مہاراج کی جے۔ آپ نے بالکل درست کہا ہے۔ عمران کے فلیٹ میں اس کا بے وقوف ملازم سلیمان رہتا ہے۔ وہ عمران کا باورچی اور بہت پرانا ملازم ہے۔ وہ شروع سے ہی یعنی جب سے عمران اپنے والدین سے الگ ہو کر اس فلیٹ میں مقیم ہوا ہے سلیمان اس کے ساتھ دیکھا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے سلیمان، عمران کے والدین کے گھر میں کام کرتا تھا“..... کرنل راجیش نے

مہاراج کی بات پر حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”پھر تو وہ عمران کا بے حد وفادار ہو گا۔ عمران بھی سلیمان سے کافی انس رکھتا ہو گا“..... مہاراج نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو کرنل راجیش نے تائید میں سر ہلا دیا۔

”ہاں مہاراج۔ عمران کو اپنے والدین کے بعد سلیمان سب سے زیادہ عزیز ہے۔ عمران اسے اپنا ملازم نہیں اپنا غم خوار دوست سمجھتا ہے اور سلیمان سے بھائیوں جیسا سلوک کرتا ہے حالانکہ سلیمان بے حد بے وقوف اور کام چور ہے۔ ہمارے ایجنٹوں کا کئی مرتبہ سلیمان سے سامنا ہو چکا ہے اور ان کی سلیمان کے بارے میں رپورٹس کے مطابق عمران اکثر فلیٹ سے باہر وقت گزارتا ہے اور اس دوران سلیمان ہی فلیٹ کا مالک اور کرتا دھرتا بنا رہتا ہے۔ بعض اوقات وہ عمران پر اپنی مرضی ٹھونستا ہے تو عمران کو اس کی بات ماننا پڑتی ہے“..... کرنل راجیش نے سلیمان کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کیا سلیمان اتنا ہی جی دار ہے کہ عمران اس سے دب جاتا ہے“..... مہاراج نے پوچھا۔

”نہیں مہاراج۔ سلیمان انتہائی سادہ لوح اور بزدل قسم کا آدمی ہے۔ عمران مردوتا اس کی بات مانتا ہے کیونکہ سلیمان کا آگے پیچھے کوئی نہیں ہے اور وہ صرف عمران کے سہارے زندگی گزار رہا ہے۔ عمران بھی اسے خود سے جدا نہیں ہونے دیتا۔ لیکن مہاراج ہمارا

ٹارگٹ سلیمان نہیں عمران ہے“..... کرنل راجیش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”معلوم ہے مجھے۔ تمہارا مقصد تو عمران کو اپنی راہ سے ہٹانا ہے نا“..... مہاراج نے مکروہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں مہاراج۔ عمران کو راہ سے ہٹا کر ہی ہم اپنے مشن میں کامیاب ہو سکتے ہیں“..... کرنل راجیش نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”سنو کرنل راجیش۔ تم نے عمران کی ہمارے دھرم اور ہماری قوم سے دشمنی کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اور عمران نے جس طرح ہماری بیٹیوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ عمران کو عبرتناک سزا دی جائے۔ ایسی سزا کہ پاکیشیا کے ایجنٹ آئندہ ہمارے ملک میں داخل ہونے کی جرأت نہ کر سکیں۔ محض عمران کو قتل کرنے سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑے گا لیکن اگر عمران کو عبرت کا نمونہ بنا دیا جائے اور دنیا بھی اس کا انجام دیکھے تو پاکیشیا کے حکمرانوں کو کبھی کافرستان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوگی“..... مہاراج نے غضبناک لہجے میں کہا۔

”جیسے آپ مناسب سمجھیں مہاراج۔ ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ ہم جب اپنے مشن پر عمل درآمد کریں تو عمران ہمارے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکے اور نہ ہی ہمیں اس کی طرف سے کسی مزاحمت کا خطرہ رہے“..... کرنل راجیش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم لوگ بے فکر ہو کر اپنے مشن کا آغاز کر دو۔ عمران تمہارے راستے میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔ اب عمران جانے اور میں جانوں۔ یہ سمجھ لو کہ عمران اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔ اب تم جا سکتے ہو“..... مہاراج نے حکیمانہ لہجے میں کہا اور ساتھ ہی دروازے کی طرف اشارہ کر دیا۔

کرنل راجیش کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر مہاراج کے قریب آیا اور جھک کر مہاراج کے قدموں کو ہاتھوں سے چھوا اور پھر اٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگا۔ مہاراج نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کرنل راجیش دروازے سے باہر آیا اور باہر رکھے اپنے جوتے پہن کر مندر کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ مندر کے باہر دو آدمی کھڑے تھے جن کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔

مندر کی بوسیدہ اور قدیم عمارت کے سامنے چھوٹا سا میدان تھا۔ اس میدان اور مندر کے گرد دور تک گھنے درختوں کا جنگل نظر آ رہا تھا۔ میدان میں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا تھا جس پر کافرستانی ایئر فورس کا نشان نظر آ رہا تھا اور اس کے قریب ہی ہیلی کاپٹر کا پائلٹ موجود تھا۔ مندر کے دروازے کے دائیں بائیں درختوں کے سائے میں چند بوڑھے اور خستہ حال پجاری بیٹھے ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کرنل راجیش کو دیکھ کر پائلٹ تیزی سے مڑ کر ہیلی کاپٹر میز سوار ہوا اور پائلٹ سیٹ پر جا بیٹھا۔ کرنل راجیش ہیلی کاپٹر کی طرف

بڑھا اور وہاں کھڑے دونوں مسلح افراد کرنل راجیش کے پیچھے چلنے لگے۔

ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ کر کرنل راجیش پائلٹ کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا جبکہ دونوں مسلح افراد ہیلی کاپٹر میں کاک پٹ کی عقبی نشستوں پر بیٹھے اور پائلٹ نے انجن سٹارٹ کر دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے ہیلی کاپٹر فضا میں بلند کیا اور کافی بلندی پر لے جا کر اس کا رخ مغرب کی جانب کر دیا۔ کرنل راجیش نے سامنے رکھا چھوٹا سا ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اس کے دو بٹن پر پریس کر دیئے۔

”ہیلو چیف۔ راجیش کالنگ۔ اور“..... کرنل راجیش نے ٹرانسمیٹر منہ کے قریب کر کے کہا۔

”یس۔ جنرل پران رسیونگ یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ہوا کی سرسراہٹ کے ساتھ ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”چیف۔ میں واپس آ رہا ہوں۔ اور“..... کرنل راجیش نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا پنڈت کالی داس سے ملاقات ہو گئی ہے۔ اور“۔ دوسری طرف سے جنرل پران نے پوچھا۔

”یس چیف۔ اور ملاقات کامیاب رہی ہے۔ اور“..... کرنل راجیش نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کامیاب سے تمہاری کیا مراد ہے۔ اور“..... جنرل پران نے

چونکتے ہوئے پوچھا۔

”چیف۔ میں نے مہاراج کالی داس کو عمران کی کافرستان سے دشمنی اور ملک میں قتل و غارت کے علاوہ دھرم کو مٹانے کی کوششوں کا ذکر کیا تو مہاراج کالی داس کو عمران پر بے حد غصہ آیا۔ اوور۔“
کرنل راجیش نے کہا اور پھر پنڈت کالی داس سے ملاقات اور بات چیت کی تفصیل بتانے لگا۔

”گڈ۔ پرائم فکٹر نے واقعی پنڈت کالی داس کی مہمان نواہی کے بارے میں درست کہا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ عمران پنڈت کالی داس کے ہاتھوں نہیں بچ سکے گا۔ وہ اپنی زبردست ماورائی قوتوں سے عمران کو نیست و نابود کر دے گا۔ پنڈت کالی داس نے مشن کا آغاز کرنے کی اجازت دے دی ہے تو ہم کل ہی کام شروع کر دیں گے۔ اوور۔“ جنرل پران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ میں دارالحکومت پہنچنے ہی تیاری میں مصروف جاؤں گا۔ اوور۔“ کرنل راجیش نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی تیاری کرنے کی ہدایہ کر دینا۔ اوور اینڈ آل۔“ جنرل پران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرنل راجیش نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر سامنے رکھا اور جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال ایک سگریٹ سلگا کر کش لیتے ہوئے پہلی کاپڑ کی وڈ سکرین۔ باہر دیکھنے لگا۔

جوزف کو دیکھ کر سلیمان کا منہ بن گیا۔ اس کی جوزف سے نہیں بنتی تھی کیونکہ دونوں متضاد الفطرت تھے۔ جوزف پھر بھی سلیمان کے ساتھ کچھ رعایت اور نرمی کر جاتا تھا لیکن سلیمان اس پر یوں چڑھائی کر دیتا تھا جیسے وہ جوزف سے زیادہ طاقتور ہو۔
”ہیلو سلیمان۔ کیسے ہو؟“ جوزف نے اندر داخل ہوتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”کیسے ہو۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔ کیا کسی ترکاری کا نرخ پوچھ رہے ہو یا خربوزے، تربوز کے بارے میں پوچھ رہے ہو کہ بیٹھے ہیں یا کھڑے؟“ سلیمان نے بھنویں اچکاتے ہوئے ترش لہجے میں کہا اور دروازہ بند کر دیا۔
”میں تمہارے مزاج پوچھ رہا ہوں۔“ جوزف نے بے اختیار ہنسنے ہوئے کہا۔

میں کہا۔
”کس لئے۔ صاحب کہاں ہیں“..... سلیمان نے چوکتے ہوئے

پوچھا۔

”معلوم نہیں۔ مجھے انہوں نے صرف اتنا حکم دیا تھا کہ میں
یہاں تمہارے ساتھ رہوں“..... جوزف نے جواب دیتے ہوئے
کہا۔

”اچھا۔ تو تم یہاں رہنے کے لئے آئے ہو۔ کتنے گھنٹے کے
لئے“..... سلیمان نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

”جب تک باس کا دوسرا حکم نہیں ملتا“..... جوزف نے اس کی
طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا۔ یعنی اگر دوسرا حکم ایک دو سال تک نہ ملا تو تم یہیں چپکے
رہو گے سوڑے کی گٹھلی بن کر“..... سلیمان نے حیرت سے اسے
گھورتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ چاہے دس سال گزر جائیں۔ جب تک باس مجھے یہاں
سے جانے کا حکم نہ دیں گے میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ لیکن تم
نے مجھے سوڑے کی گٹھلی کیوں کہا۔ سوڑا کیا ہوتا ہے“..... جوزف
نے جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

”وہی جو تمہاری طرح دس سال تک دیوار سے چپکا رہتا ہے۔
ویسے میرے ذہن میں ایک بہت اچھا آئیڈیا آیا ہے“..... سلیمان
نے جلدی سے کہا۔

”کیا تمہیں میرا مزاج خراب لگ رہا ہے“..... سلیمان نے
غصیلے لہجے میں کہا۔

”میرا مطلب ہے تمہاری طبیعت کیسی ہے“..... جوزف نے اس
کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”پہلے کیسی تھی۔ کیا تمہیں میری طبیعت میں فرق نظر آ رہا
ہے“..... سلیمان نے تلخ لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ کیا بات ہے۔ اتنے سخت کیوں ہو رہے ہو آج۔“
جوزف نے لاؤنج میں ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”آج سخت ہوں۔ کیا گزشتہ روز پلپلا تھا میں“..... سلیمان نے
دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”خفا کیوں ہوتے ہو۔ ہر بات پر کانٹے کو ددڑتے ہو۔“
جوزف نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ اسے بھی غصہ آ گیا تھا۔

”زبان سنبھال کر بات کیا کرو۔ کیا میں کتا ہوں کا لیجئے۔“
سلیمان نے غراتے ہوئے کہا۔

”تم کیسے آدمی ہو۔ مجھے دیکھتے ہی جھگڑا شروع کر دیتے ہو۔“
جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”پہلے تم یہ بتاؤ کہ کیسے آئے ہو۔ صاحب تو یہاں نہیں ہیں۔“
سلیمان نے یکدم نرم لہجے میں پوچھا کیونکہ جوزف اب غصے میں

دکھائی دے رہا تھا۔
”مجھے باس نے یہاں بھیجا ہے“..... جوزف نے ناگوار لہجے

”خوب۔ کون سا آئیڈیا ہے“..... جوزف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تمہیں بیس سال یہاں رہنا پڑے۔ جب اتنی مدت تم نے رہنا ہی ہے تو پھر ہم آپس میں شادی کر لیتے ہیں۔ بیس برس بعد ہم بوڑھے ہو چکے ہوں گے اور ہمارے بچے جوان۔ وہ ہمیں کما کر کھلائیں گے“..... سلیمان نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تو جوزف حیرت و غصے سے اسے گھورنے لگا۔

”کیا بات ہے۔ کیا میں نے غلط کہہ دیا ہے“..... سلیمان نے جوزف کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”بے وقوف۔ کیا مرد کی مرد سے شادی بھی ہوتی ہے کبھی“۔

جوزف نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”نہیں ہوتی تو پھر تم یہاں اتنے سال جھک مارتے رہو گے۔ کیا میں تمہارے باپ کا ملازم ہوں کہ تمہیں پکا پکا کر کھلاتا رہوں گا اور تم بیٹھے کچی پکائی پر عیش کرتے رہو گے“..... سلیمان نے یکدم سخت لہجے میں کہا۔

”شٹ اپ۔ میں یہاں مہمان بن کر عارضی قیام کروں گا“۔

جوزف نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”واہ۔ مہمان ایک دو دن کا ہوتا ہے۔ عمر بھر کا مہمان بننا ہے تو

کسی یتیم خانے چلے جاؤ“..... سلیمان نے سر جھٹک کر کہا۔

”تم چلے جاؤ۔ مجھے تو باس نے بھیجا ہے۔ یہ فلیٹ باس کا

ہے“..... جوزف نے سخت لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ پھر کھانا بھی تمہارا باس ہی پکائے گا تمہارے لئے“..... سلیمان نے حتی انداز میں کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ جوزف چند لمحوں تک اسے غصے سے دیکھتا رہا اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”آخر تمہیں یہاں میرے رہنے پر کیا اعتراض ہے سلیمان“۔

جوزف نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”اب میں تمہیں کیا بتاؤں۔ تم پہلے ہی جن بھوتوں سے ڈرتے ہو۔ میں نے بتا دیا تو تم ابھی بھاگ نکلو گے“..... سلیمان نے بیزار سے لہجے میں کہا۔

”جن بھوت تو کیا میں ان کے باپ سے بھی نہیں ڈرتا“۔

جوزف نے سینہ تان کر کہا۔

”سب ایسے ہی کہتے ہیں۔ جب بھوت کا سامنا ہوتا ہے تو ساری دلیری ہوا ہو جاتی ہے بچے“..... سلیمان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”اور تم۔ جانتا ہوں تم کتنے بہادر ہو“..... جوزف نے ہنستے ہوئے کہا۔

”خاک جانتے ہو۔ صاحب سے پوچھو میں کتنا دلیر اور بہادر ہوں۔ گزشتہ رات میں نے سن تجا بھوت کا مقابلہ کیا تھا“۔ سلیمان

نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”واہ۔ تم اور بھوت سے مقابلہ۔ ناممکن“..... جوزف نے چوکتے ہوئے کہا۔

”قسم سے۔ صاحب سے پوچھ لینا۔ میں نے بھوت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔ بھوت نے مجھے ڈرانے کی بہت کوشش کی لیکن میری اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہٹا اور ذرا بھی نہیں ڈرا۔ میں نے بھوت کو مار مار کر لہو لہان کر ڈالا اور آخر وہ ٹکست کھا کر بھاگ نکلا۔ حالانکہ اس وقت فلیٹ میں خوفناک اندھیرا تھا۔ بھوت جانے کے بعد بجلی آئی تو ڈرائینگ روم سے لے کر باہر دروازے تک بھوت کے خون کی لکیر پھیلی ہوئی تھی“..... سلیمان نے بڑے فخر سے کہا۔

”اوہ۔ کیا واقعی۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو“..... جوزف نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”سو فیصد سچ۔ صاحب کو بھی اس واقعہ کا علم ہے۔ کیا انہوں نے تمہیں نہیں بتایا“..... سلیمان نے مسراتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ کیا بھوت کا خون ڈرائینگ روم تک پہنچ گیا تھا جوزف نے اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اور کیا۔ ڈرائینگ روم کے اندر واش روم تک۔ ہاتھنگ میں دو تین لیٹر خون میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ بہ زخمی ہونے کے بعد جان بچانے کے لئے واش روم میں چھپ رہا تھا“..... سلیمان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ ہاتھنگ ٹب میں کیسے چھپا جا سکتا ہے“..... جوزف نے سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”تم بھی گھماڑ ہو۔ ہاتھنگ ٹب میں وہ اپنے زخم دھونے کے لئے داخل ہوا تھا“..... سلیمان نے ناگوار لہجے میں کہا۔

”سمجھ گیا۔ لیکن مجھے تو اس کا خون نظر نہیں آیا“..... جوزف نے بیرونی دروازے تک فرش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”بھوت کا خون تھا اس لئے دو منٹ بعد ہی بھوت کی طرح غائب ہو گیا“..... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”حیرت ہے۔ بھوت کو تم نے دیکھا تھا۔ کیسا تھا وہ“۔ جوزف نے پوچھا۔

”دیکھا تو نہیں تھا اس لئے مجھے خیال آیا ہے کہ وہ بھوت کی بجائے بھوت کی روح ہو گی۔ کوئی بدروح کیونکہ صرف روحیں ہی زندہ انسانوں کو نظر نہیں آتیں۔ تم نے کبھی دیکھی ہے بدروح۔“

سلیمان نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تو جوزف کے چہرے پر پہلی مرتبہ خوف و گھبراہٹ کے تاثرات نظر آنے لگے۔

”نہیں۔ نہیں۔ ہولی فادر“..... جوزف نے خوفزدہ سے لہجے میں کہا اور اپنے سینے پر انگلی سے کراس کا نشان بنایا۔

”اچھا۔ اس کا نام ہولی فادر تھا۔ کیا وہی سرکنڈوں کی روح کہلاتی ہے“..... سلیمان نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”پپ۔ پپ۔ نہیں۔ بہر حال تم اس کا نام نہ لو“..... جوزف نے

سہم کر کہا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔
 ”کیوں نام نہ لوں۔ وہ میرا کیا بگاڑ سکتی ہے“..... سلیمان نے

ہتے ہوئے کہا۔

”خاموش ہو جاؤ سلیمان۔ جہاں اس کا نام لیا جاتا ہے وہ وہاں
 فوراً پہنچ جاتی ہے“..... جوزف نے سہی ہوئی آواز میں کہا۔

”پھر تو تم یہاں نہیں رہ سکو گے۔ یہ فلیٹ تو بدروحوں کا نشین
 بن چکا ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ گزشتہ رات جو بدروح یہاں آئی
 تھی وہ صاحب کی آواز میں بات کرتی ہے۔ میں اس کے ساتھ
 گفتگو کرتا رہا تھا اور یہی سمجھتا رہا کہ ڈرائیونگ روم میں صاحب
 بیٹھے مجھ سے باتیں کر رہے ہیں لیکن صاحب اس بدروح کے
 جانے کے بعد آئے تھے“..... سلیمان نے جوزف کو مزید خوفزدہ
 کرتے ہوئے کہا تو جوزف کا چہرہ متغیر ہونے لگا۔

”ایسی باتیں مت کرو سلیمان ورنہ میں باس کو بتا دوں گا۔“
 جوزف نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”باس کو کیوں بتاؤ گے گھامڑ۔ یہ ہماری آپس کی باتیں ہیں۔
 کیا منہ بند کر کے رہو گے یہاں“..... سلیمان نے مسکراتے ہوئے
 کہا۔

”لیکن باس نے مجھے منع کیا ہے کہ تم سے کوئی ایسی بات نہ
 کروں جس سے تمہیں خوف آئے“..... جوزف نے جلدی سے
 کہا۔

”لو۔ خوف تو تمہیں آ رہا ہے۔ میرا خوف تو تمہارے آنے پر
 ہی ختم ہو گیا تھا“..... سلیمان نے ہنس کر کہا۔

”کیوں“..... جوزف نے حیرت سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
 ”اس لئے کہ ایک نیاں میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ اسی
 طرح ایک فلیٹ میں دو بدروحیں نہیں آ سکتیں“..... سلیمان نے مزہ
 لیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کون سی دو“..... جوزف نے گھبرا کر دائیں بائیں دیکھتے
 ہوئے پوچھا۔

”ایک وہ جس سے تمہیں ڈر لگتا ہے اور دوسری صاحب کی
 آواز والی۔ مجھے تو یہ بھی اندیشہ ہے ابھی صاحب کی آواز میں وہ
 مجھ سے پوچھے گی کہ تم کب یہاں سے جاؤ گے تاکہ وہ مجھ سے
 ملے اندر آئے“..... سلیمان نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

”بس کرو۔ کوئی اور بات کرو ورنہ میں باس سے ابھی تمہاری
 شکایت کر دوں گا“..... جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم کرو گے تو میں صاحب والی بدروح سے تمہاری شکایت
 کروں گا“..... سلیمان نے دھمکی دیتے ہوئے کہا تو جوزف اسے
 غصے سے گھورنے لگا اور ٹھیک اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”لو۔ صاحب والی روح کا فون آ گیا ہے“..... سلیمان نے
 اٹھتے ہوئے کہا اور ڈرائیونگ روم کی طرف بڑھا تو جوزف بھی تیزی
 سے اٹھ کر اس کے پیچھے ڈرائیونگ روم میں آ گیا جبکہ ڈرائیونگ روم

میں میز پر رکھے فون کی کھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔
 ”ہیلو۔ سلیمان بول رہا ہوں اوٹلی“..... سلیمان نے جلدی سے
 رسیور اٹھا کر کہا۔

”اوٹلی۔ کیا تم ٹلی سے بول رہے ہو“..... دوسری طرف سے
 عمران کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔
 ”نہیں صاحب۔ میرا مطلب ہے صرف میں بول رہا ہوں۔“
 سلیمان نے جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ جوزف پہنچ گیا ہے تمہارے پاس“..... عمران نے
 پوچھا۔

”جی ہاں۔ میرے قریب ہی کھڑا ہے“..... سلیمان نے جوزف
 کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ وہ چند دن تمہارے ساتھ رہے گا۔ اس سے
 گزشتہ رات والے واقعے کا ہرگز ذکر نہ کرنا“..... عمران نے
 کہا۔

نہ ”کیوں صاحب۔ کیا آپ نے اسے نہیں بتایا“..... سلیمان
 نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ وہ بدروحوں سے بہت ڈرتا ہے اس لئے میں
 اسے ایک لفظ بھی نہیں بتایا“..... عمران نے کہا۔

”واہ صاحب۔ آپ کو اب یاد آیا منع کرنے کا۔ میں تو ا
 سب کچھ بتا چکا ہوں اور وہ سہا ہوا ہے“..... سلیمان نے ہنر

کہا۔

”اوگدھے۔ یہ تم نے کیا کیا۔ میں نے تمہاری حفاظت اور
 تنہائی دور کرنے کے لئے اسے بھیجا تھا“..... عمران نے غصیلے لہجے
 میں کہا۔

”صاحب۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ اسے میری حفاظت کے لئے
 بھیجا گیا ہے۔ کیا میری حفاظت کے لئے صرف یہی رہ گیا تھا جو
 خود بدروح کا نام ہی سن کر کاٹنے لگتا ہے۔ اب مجھے اس کی حفاظت
 کرنا پڑے گی اور آپ کو میری تنہائی کا اتنا ہی احساس ہے تو میری
 شادی کرا دیں۔ اس کا لے بھوت سے تو میری تنہائی دور نہیں ہو
 سکتی“..... سلیمان نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ۔ بکواس کی تو ابھی پیر ڈنڈے شاہ کو پکڑ لاؤں گا
 تمہارا آسیب دور کرنے کے لئے۔ دو ڈنڈے پڑ گئے تو سارا خوف
 دور ہو جائے گا تمہارا۔ جوزف کو رسیور دو“..... دوسری طرف سے
 عمران نے غراتے ہوئے کہا تو سلیمان گھبرا گیا۔

”لو بات کرو۔ صاحب والی سے“..... سلیمان نے رسیور
 جوزف کی طرف بدھاتے ہوئے کہا تو جوزف جلدی سے پیچھے ہٹ
 گیا۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ اور خوف کے تاثرات تھے۔

”کرو نا بات۔ اس وقت تو بڑے بہادر بن رہے تھے۔“ سلیمان
 نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ نہیں۔ میں بات نہیں کروں گا“..... جوزف نے سہمے

سلیمان نے غصے سے کہا۔

”تم خود ہی کرو۔ میں باہر جا رہا ہوں“..... جوزف نے جلدی سے خوفزدہ لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”جوزف کہہ رہا ہے کہ اسے تمہاری پرواہ نہیں ہے اور اگر تم نے یہاں قدم رکھا تو وہ تمہیں مار ڈالے گا“..... سلیمان نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔

”او جھوٹے۔ میں نے کب کہا ہے“..... جوزف نے دروازے کے پاس پہنچ کر یکدم غصے سے کہا۔

”لو۔ وہ تمہیں جھوٹا بھی کہہ رہا ہے۔ بہت غصے میں ہے۔ میری درخواست ہے کہ بے چارے کو معاف کر دو“..... سلیمان نے کہا تو جوزف جلدی سے باہر نکل گیا اور سلیمان نے مسکراتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جوزف لاؤنج میں کرسی پر بیٹھا پریشان نظر آ رہا تھا۔ سلیمان نے پہلے تو شرارت کرنے کا سوچا مگر پھر اس نے ارادہ ترک کر دیا کہ عمران کی ڈانٹ پھڑکار برداشت کرنا پڑے گی اس لئے عمران کے آنے سے پہلے جوزف کو نارل کرنا ضروری تھا۔

”جوزف۔ چائے پیو گے“..... سلیمان نے جوزف سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”نہیں۔ تھینک یو۔ تم بہت شریر ہو۔ چائے میں بھی گڑ بڑ کرو گے“..... جوزف نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

ہوئے لہجے میں کہا۔

”صاحب۔ سن لیا۔ وہ آپ سے بات نہیں کرنا چاہتا“۔ سلیمان نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ اس کی اتنی جرأت“..... دوسری طرف سے عمران کی غراہٹ آمیز آواز سنائی دی۔

”مجھے کیا معلوم۔ وہ تو خوف سے کانپ رہا ہے کہ جیسے آپ رسیور سے نکل کر اس کا خون چوس لیں گے“..... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بکو مت۔ تم نے یقیناً کوئی ایسی بات کی ہے اس سے کہ وہ خوفزدہ ہو رہا ہے“..... عمران نے سلیمان کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”نہیں صاحب۔ میں نے تو اسے صرف اتنا بتایا تھا کہ گزشتہ رات آنے والی بدروح صاحب کی آواز میں باتیں کرتی ہے۔ جوزف آپ کو وہی بدروح سمجھ رہا ہے۔ آپ نے خواہ مخواہ اس بے چارے کو یہاں بھیج دیا“..... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”خیر۔ میں وہاں آ کر تم دونوں کو فلیٹ سے جوتے مار کر بھگا دوں گا۔ دیش آل“..... عمران نے دھمکی دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سلیمان نے رسیور جوزف کی طرف دوبارہ بڑھا دیا۔

”ارے بات کرو نا۔ کیوں اپنے ساتھ مجھے بھی مروانا چاہتے ہو۔ وہ کہہ رہی ہے کہ ابھی آ کر ہم دونوں کو سزا دے گی“۔

”نہیں۔ کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔ بھلا چائے میں بدروح کیسے گھس سکتی ہے“..... سلیمان نے دانستہ بدروح کا نام لیتے ہوئے ہنس کر کہا۔

”تم پھر اس کا نام لے رہے ہو“..... جوزف نے غراتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ تم تو سیریس ہو گئے۔ میں تو تم سے مذاق کر رہا تھا اور تم اتنے گدھے ہو کہ سچ سمجھنے لگے۔ بھلا اس سانسی دور میں بدروحوں کا کیا کام۔ پھر یہ شہر ہے جبکہ بدروحیں جنگل یا بیابانوں میں ہوتی ہیں۔ آبادی اتنی بڑھ گئی ہے کہ بدروحیں قبرستانوں سے بھی بھاگ گئی ہیں کیونکہ روزانہ دس بارہ انسان مر جاتے ہیں اور قبرستانوں میں ہر وقت لوگوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے جبکہ جنات اور بدروحیں ویران جگہوں پر رہنا پسند کرتی ہیں تاکہ انہیں کوئی دیکھ نہ سکے“..... سلیمان نے جوزف کا خوف دور کرنے کے لئے کہا۔

”مگر تم کہہ رہے تھے کہ گزشتہ رات تم نے خون دیکھا تھا۔“
جوزف نے چوکتے ہوئے کہا۔

”وہ تو میں نے تمہیں ڈرانے کے لئے کہا تھا اور تم یقین کر بیٹھے۔ بدروح ہوتی تو میں خود یہاں کیوں رہتا“..... سلیمان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”بڑے جھوٹے شیطان ہو تم“..... جوزف نے بے ساختہ

مسکراتے ہوئے کہا تو سلیمان نے محسوس کیا کہ جوزف کا خوف کافی حد تک کم ہو چکا ہے۔

”اچھا۔ تم بیٹھو میں لُچ تیار کر لوں۔ دوپہر ہو چکی ہے۔“ سلیمان نے کچن کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

”تم چائے کا پوچھ رہے تھے ابھی“..... جوزف نے جلدی سے کہا۔

”چائے کا وقت گزر چکا ہے۔ یہ لُچ ٹائم ہے“..... سلیمان نے کہا اور کچن کی طرف بڑھ گیا۔ اندر آ کر اس نے کام شروع کیا ہی تھا کہ اچانک ڈرائیگ روم میں رکھے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سلیمان چونکا اور پھر سر جھٹک کر پیاز کاٹنے لگا لیکن گھنٹی مسلسل بجتی رہی۔ سلیمان کو غصہ آ گیا۔

”یار۔ تم کتنے کاہل ہو۔ کب سے گھنٹی بج رہی ہے مگر تمہارے کان پر جوں تک نہیں رہی“..... سلیمان نے دروازے میں آ کر جوزف سے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ مجھے تو نہیں سنائی دی“..... جوزف نے چوکتے ہوئے کہا اور اسی لمحے پھر گھنٹی بجنے لگی۔

”کیوں۔ کیا تم بٹہرے ہو۔ کیا تمہارے کانوں میں کیڑے پڑے ہوئے ہیں“..... سلیمان نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”نہیں تو۔ میرے کان بالکل ٹھیک ہیں۔ تم اپنے کانوں کا علاج کراؤ“..... جوزف نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”کیا اب بھی تمہیں گھنٹی کی آواز سنائی نہیں دی“..... سلیمان نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا کیونکہ گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔

”نہیں۔ شاید گھنٹی نہیں تمہارے کان بج رہے ہیں“..... جوزف نے مسکراتے ہوئے کہا تو سلیمان کو خیال آیا کہ شاید جوزف خوفزدہ ہے کہ پہلے کی طرح بدروح کا فون ہوگا اس لئے وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ چنانچہ وہ سر جھٹک کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ڈرائنگ روم میں آ کر اس نے فون کا رسیور اٹھایا لیکن گھنٹی پھر بھی بجتی رہی۔

”ہیلو۔ کون۔ یار پہلے بیل تو بند کر دو“..... سلیمان نے دوبارہ چیختے ہوئے کہا لیکن اس مرتبہ بھی جواب نہ ملا۔

”ٹھیک ہے۔ بجائے جاؤ۔ میں فون بند کر رہا ہوں“۔ سلیمان نے دھمکی دیتے ہوئے کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ کر پلٹا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بند ہو گئی۔

”اب بند کرنے کا کیا فائدہ۔ میں نے رسیور رکھ دیا ہے۔“ سلیمان نے ہنستے ہوئے کہا اور اسی لمحے اس کی نگاہیں ملحقہ واش روم کی طرف اٹھ گئیں۔ واش روم کے دروازے پر سرخ رنگ کا پنچہ بنا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور اس کی انگلیوں سے خون بہتا ہوا فرش تک لکیریں بنا رہا تھا۔ دروازے پر پنچہ یوں نظر آ رہا تھا جیسے کسی نے ہاتھ کاٹ کر دروازے پر چپکا دیا ہو۔ سلیمان کے ذہن پر یکدم خوف کا غلبہ ہوا اور اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکل گئی۔

دوسرے ہی لمحے وہ دوڑتا ہوا کمرے سے نکلا اور جوزف کے پاس آ رکھا جو اس کی چیخ سن کر کرسی سے اٹھ چکا تھا۔

”جوزف۔ خون۔ خونی ہاتھ“..... سلیمان نے دہشت زدہ انداز میں چلاتے ہوئے کہا تو جوزف بھی بوکھلا گیا۔

”لگ۔ کہاں۔ کہاں“..... جوزف نے خوف سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”ڈڈ۔ ڈرائنگ۔ ڈرائنگ روم میں“..... سلیمان نے بے شکل ہانپتے ہوئے کہا اور پھر چکرا کر گرنے ہی لگا تھا کہ کال بیل بج اٹھی۔ گھنٹی کی آواز سن کر سلیمان کا ذہن یکدم سنبھل گیا اور وہ اچھل کر دروازے کی طرف بھاگا تو جوزف نے بھی اس کے پیچھے دوڑ لگا دی۔

کا بیٹا آرمی سے ریٹائرڈ میجر تھا اور یہاں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا تھا جبکہ عابد علی شاہ بیس بائیس سال سے اسی حجرے میں زندگی گزار رہے تھے۔ بڑھاپے کے سبب انہوں نے پیری مریدی کا سلسلہ ترک کر دیا تھا اور ہر وقت یاد الہی میں مصروف رہتے تھے۔ کبھی کبھار کوئی پرانا مرید یا عقیدت مند قدم بوسی کے لئے آ جاتا تو وہ اس سے مل لیتے تھے۔

”تم خود کیا کام کرتے ہو بیٹا“..... عمران کے خاموش ہونے پر شاہ صاحب نے پوچھا تو عمران پہلے تو سوچ میں پڑ گیا پھر اس نے بہتر سمجھا کہ اپنی حقیقت بتا ہی دے تو بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے بتایا کہ وہ سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور پاکیشیا میں آنے والے غیر ملکی ایجنٹوں سے ملک و قوم کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے تو شاہ صاحب نے ستائشی نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے سمجھ جانے والے انداز میں سر کو ہلا دیا۔

”عمران بیٹے۔ میں تمہارے والد صاحب کو جانتا ہوں اور ثریا بیٹی سے کئی مرتبہ تمہارا ذکر سن چکا ہوں۔ وہ جب کبھی آتی ہے تو تمہارے لئے دعا کرنے کو کہتی ہے اور میں دعا کرتا بھی ہوں لیکن اسے میں نے کئی مرتبہ سمجھایا ہے کہ جب تک قدرت نہ چاہے دعا اثر نہیں کرتی۔ یہ تو اللہ رحیم و کریم کی مہربانی ہے کہ وہ اپنے ناچیز بندوں کو اپنے در سے خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا اور بندے کی دعا قبول کر لیتا ہے لیکن زندگی، موت، شادی، اولاد اور عزت و دولت انسان کی

بجائے کے ایک چھوٹے سے حجرہ نما کمرے میں بھیجی سادہ سی دری پر ایک ضعیف العمر اور دبلا پتلا شخص تکیئے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس کے سر، داڑھی اور مونچھوں کے بال برف کی مانند سفید تھے۔ چہرہ کمزور لیکن پر نور نظر آ رہا تھا۔ اس نورانی چہرے والے ضعیف درویش کا نام سید عابد علی شاہ تھا جو لوگوں میں پیر عابد علی شاہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے سیدھے ہاتھ کی چار انگلیوں میں چاندی کی انگوٹھیاں تھیں جن میں عقیق، یاقوت، لعل اور یمر کے تکیئے جڑے ہوئے تھے۔ عمران اس کے سامنے مؤدبانہ انداز میں بیٹھا تھا اور اپنا تعارف اپنے ڈیڈی سر عبدالرحمن کے حوالے سے کرانے کے بعد اسے سلیمان کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بتا رہا تھا۔ آنے سے پہلے اس نے بجائے کے گیٹ پر چوکیدار سے معلومات حاصل کی تھیں۔ چوکیدار کے بیان کے مطابق عابد علی

تقدیر میں شروع میں ہی لکھ دی جاتی ہے اور ہر چیز کا ایک خاص وقت بھی مقرر کر دیا جاتا ہے اس لئے اگر اس کے بھائی کی قسمت میں شادی ہے تو ایک نہ ایک دن ضرور ہو جائے گی۔ مجھے ثریا بیٹی نے یہ بھی بتایا تھا کہ تمہیں سر عبدالرحمن نے گھر سے نکال دیا تھا اور تم اپنے دوست فیاض کے فلیٹ میں رہتے ہو۔ البتہ اس نے یہ راز مجھے کبھی نہیں بتایا کہ تم ایک سیکرٹ ایجنٹ ہو۔ بہر حال مجھے اب جان کر انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ تم ملک و قوم کی حفاظت کے لئے کوشاں رہتے ہو“..... شاہ صاحب نے بے حد شفقت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے مسکراتے ہوئے سر جھکا دیا لیکن اندر ہی اندر اسے اپنی بہن ثریا پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ کیوں اس کی شادی کرانے کے درپے ہے جبکہ وہ ثریا کو بیسیوں مرتبہ سمجھا چکا تھا کہ اس نے اپنی زندگی ملک و قوم کی بقاء کے لئے وقف کر رکھی ہے اور جب اس کا وطن ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی خطرات سے آزاد ہو جائے گا تو وہ شادی کے لئے سوچے گا۔

شاہ صاحب نے اپنے ہاتھ کی کلائی پر لپٹی سیاہ تہیج ہاتھ میں لے کر آنکھیں بند کیں اور زیر لب کچھ پڑھنے لگے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ تہیج کے دانے گرا رہے تھے۔ چند منٹ میں انہوں نے پوری تہیج ختم کر لی۔ پھر آنکھیں کھول دیں اور حیرت سے عمران کی طرف دیکھنے لگے تو عمران گھبرا گیا۔

”کک۔ کیا ہوا شاہ صاحب۔ کیا مجھ سے کوئی خطا سرزد ہو گئی“

”ہے“..... عمران نے بوکھلاہٹ آمیز لہجے میں کہا۔
”کچھ نہیں بیٹے۔ لیکن مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ تم دشمنوں کے لئے اتنے ہی خطرناک ہو کہ وہ تمہیں ہر قیمت پر راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ تم ان کے مقاصد کی راہ میں سب سے بڑی چٹان ہو جسے وہ پاش پاش کرنے پر کمر بستہ ہیں اور ہمیشہ ناکام رہے ہیں اس لئے اب انہوں نے تمہیں ختم کرنے کے لئے سحر کا سہارا لیا ہے“..... شاہ صاحب نے عمران کے چہرے پر نگاہیں جمائے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران چونک پڑا۔

”اوہ۔ لیکن میں تو اپنے باورچی سلیمان کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں جناب“..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”وہی بتا رہا ہوں بیٹے۔ دشمن کا اصل شکار سلیمان نہیں بلکہ تم ہو اور ابھی انہوں نے ابتداء کی ہے۔ تمہارے باورچی کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا وہ کافرستان کے ایک بہت بڑے ساحر اور شیطانی علوم کے ماہر کالی داس کی کارستانی ہے“..... شاہ صاحب نے سنجیدہ لہجے میں بتانا شروع کیا تو عمران کو حیرت ہونے لگی۔ شاہ صاحب بولتے رہے اور عمران خاموشی سے سنتا رہا۔ شاہ صاحب کی زبان سے نکلنے والا ایک ایک لفظ عمران کو جگ لگ رہا تھا۔

”شاہ صاحب۔ مجھے راستے سے ہٹانا تھا تو انہوں نے ڈائریکٹ مجھ پر حملہ کیوں نہیں کیا“..... عمران نے شاہ صاحب سے پوچھا۔

بھج گئے۔

”نہیں شاہ صاحب۔ میرے جیتے جی وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ میں دشمنوں کو ان کے عزائم اور منصوبوں سمیت دفن کر دوں گا۔ باقی رہا ان کا مددگار پنڈت کالی داس تو اس کا میں ایسا منہ کالا کروں گا کہ وہ جہنم میں بھی مجھے یاد رکھے گا“..... عمران نے غضبناک درندے کی مانند غراتے ہوئے کہا تو شاہ صاحب حیرت سے عمران کے چہرے کی طرف دیکھنے لگے۔ عمران کا چہرہ جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔

”آفرین ہے اس ماں پر جس نے تم جیسا دلیر اور جوشیلا بیٹا جنم دیا“..... شاہ صاحب نے ستائی لہجے میں کہا اور پھر قریب ہی پڑے کاغذ کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا اٹھایا، قلم سے اس پر ایک نقش لکھتے ہوئے زیر لب کچھ پڑھنے لگے۔ دو منٹ بعد انہوں نے کاغذ کو تہہ در تہہ کر کے اور اس پر پھونک مار کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ نقش اپنے ملازم کو پلا دینا۔ اللہ نے چاہا تو وہ ہر قسم کے آسیب، جادو اور شیطاں کے خوف و نقصان سے محفوظ رہے گا۔ باقی جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے“..... شاہ صاحب نے نہایت پراثر لہجے میں کہا تو عمران نے نقش لے کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔

”میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں شاہ صاحب۔ انشاء اللہ دشمنوں سے نپٹنے کے بعد قدم بوسی کے لئے حاضری دوں گا۔ اب

”میرا خیال ہے قدرت نے تمہاری فطرت میں ڈر، خوف نام کی کوئی چیز شامل نہیں کی اور پنڈت کالی داس کو اس کی غلام شیطانی طاقتوں نے بتایا ہو گا کہ ان کا تم پر بس نہیں چلتا۔ بہر حال میں آج رات اس کی اصل وجہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ فی الحال میں تمہیں ایک نقش بنائے دیتا ہوں۔ اسے تھوڑے سے پانی میں گھول کر سلیمان کو پلا دینا۔ اللہ نے چاہا تو اس کے بعد وہ خوفزدہ نہیں ہو گا۔ البتہ پنڈت کالی داس انتہائی متعصب شخص ہے۔ اب اگر تمہارے دشمن دوبارہ اس سے نہ بھی کہیں تب بھی اس کے ذہن میں یہ بات جڑ پکڑ چکی ہے کہ تم اس کے ملک، دھرم اور قوم کے دشمن اور قاتل ہو اس لئے وہ تمہیں زیر کرنے کی کوشش جاری رکھے گا جب تک وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہو جائے یا خود ختم نہ ہو جائے“..... شاہ صاحب نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”کیا دشمن میرے مرنے کے بعد پاکیشیا کے خلاف کوئی قدم اٹھانا چاہتے ہیں“..... عمران نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔ ان کا کوئی ایسا ہی منصوبہ ہے لیکن میں زیادہ وضاحت نہیں کر سکتا۔ سوائے اس کے کہ اس کی تکمیل میں تمہاری مداخلت اور مزاحمت سے انہیں ناکامی کا یقین ہے اور وہ اس پر عمل درآمد سے پہلے تمہیں ختم کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور اگر تم نے ذرا بغفلت کی تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے“.....

صاحب نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو عمران کے جبر

”گلتا ہے اس بار کافرستان نے کوئی بہت خطرناک پلان بنایا ہے اور اس میں لازمی کامیابی کے لئے انہوں نے آپ کو ختم کرنا ضروری سمجھا ہے“..... بلیک زیرو نے عمران کے خاموش ہونے پر گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اور ہمیں فوری طور پر ان کے پلان سے آگاہی حاصل کرنی ہے“..... عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
”تو کیا آپ کافرستان جائیں گے“..... بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

”جانا تو پڑے گا ہی۔ لیکن پہلے کچھ معلومات حاصل کرنا پڑیں گی۔ ذرا فون مجھے دو اور سرخ جلد والی ڈائری نکالو“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے سرخ جلد والی ڈائری نکال کر عمران کے حوالے کی اور پھر فون سیٹ اٹھا کر اس کے آگے رکھ دیا۔

”چائے لاؤں آپ کے لئے“..... بلیک زیرو نے پوچھا۔
”لے آؤ۔ میں اتنی دیر میں سلیمان کی خیریت معلوم کر لوں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو اٹھا اور کمرے سے نکل آیا۔ اس نے کچن میں آ کر ایک کپ چائے تیار کی اور چائے لے کر واپس آپریشن روم میں پہنچا تو عمران ڈائری کی ورق گردانی کر رہا تھا۔

”لو۔ اس احمق نے جوزف کو بھی خوف میں مبتلا کر دیا ہے۔“

اجازت دیجئے“..... عمران نے بڑی عقیدت سے مودبانہ لہجے میں کہا اور اٹھ کر شاہ صاحب کے گھنٹوں کو چھوا تو انہوں نے عمران کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے اسے دعا دی اور عمران سلام کر کے کمرے سے نکل آیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار اپنے فلیٹ کی طرف دوڑ رہی تھی۔

عابد علی شاہ نے جو کچھ بتایا تھا اس پر عمران نے صدق دل سے یقین کر لیا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ پاکیشیا کے دشمن اپنے ناپاک اور گھناؤنے عزائم کی راہ میں اسے سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے اور کافرستانی حکام نے اسے اپنے راستے سے ہٹانے کے لئے ماورائی قوتوں کا سہارا لیا تھا۔ پنڈٹ کالی داس نے اس مقصد کے لئے اسے خوفزدہ کرنے اور سلیمان کے چکر میں الجھائے رکھنے کا طریقہ اپنایا تھا تاکہ وہ اپنے فرائض سے غفلت کرنے پر مجبور ہو جائے اور کافرستان اپنے پلان کی بلاخوف و خطر تکمیل کر سکے۔ ان کا پلان کیا تھا اس کا جلد سے جلد پتہ چلانا نہایت ضروری تھا اور اس سلسلے میں فوری قدم اٹھانے کی ضرورت تھی۔ یہی سوچتے ہوئے عمران اپنے فلیٹ پر جانے کی بجائے ایک چوراہے سے دانش منزل کی طرف مڑ گیا۔ چند منٹ بعد وہ دانش منزل میں بلیک زیرو کے ساتھ آپریشن روم میں بیٹھا ابے کافرستان کی جانب سے اپنے خلاف کی جانے والی سازش کے بارے میں بتا رہا تھا اور بلیک زیرو کو تعجب ہو رہا تھا۔

لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

”ہیلو۔ مارواڑی کلب“..... لائوڈر سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”منگل سنگھ سے بات کراؤ بی بی“..... عمران نے نرم لہجے میں کہا۔

”آپ کون۔ پلیز نام بتائیے“..... دوسری طرف سے شائستہ لہجے میں کہا گیا۔

”تم منگل سنگھ کو صرف اتنا بتا دو کہ پاکیشیا سے جنگل سنگھ بات کرنا چاہتا ہے“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا۔

”جنگل سنگھ۔ کیا یہ آپ کا نام ہے سر“..... دوسری طرف سے لڑکی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”نہیں۔ یہ میرے گدھے کا نام ہے جس پر میں جنگل سے لکڑی لاد کر لاتا ہوں۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے“..... عمران نے غصے سے کہا۔

”سوری۔ آپ تو خفا ہو گئے سر“..... لڑکی نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میں نہیں وہی گدھا خفا ہو رہا ہے۔ میں تو خوش ہو رہا ہوں“..... عمران نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

”ہولڈ کیجئے۔ میں چیک کرتی ہوں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

عمران نے بلیک زیرو کی طرف دیکھتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کیا بدروح نے“..... بلیک زیرو نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ بدروح کے بچے سلیمان نے۔ اس نے جوزف کو گزشتہ رات کا واقعہ بتایا ہے اور نجانے کیا کچھ کہا ہے کہ جوزف نے فون پر مجھ سے بات کرنے سے انکار کر دیا ہے“..... عمران نے ناگوار سے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ جوزف ایسی جرأت کیسے کر سکتا ہے“..... بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا اور چائے کا کپ عمران کے سامنے رکھ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”پتہ نہیں۔ میں نے ان کے جو جملے سنے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ جوزف نے مجھے بدروح سمجھ کر فون سننے سے انکار کیا ہے کیونکہ سلیمان نے اسے بتایا ہے کہ گزشتہ رات بدروح میری آواز میں بات کرتی رہی تھی“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار مسکرانے لگا۔

”دونوں ایک دوسرے سے بڑھ کر احمق ہیں۔ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ سلیمان، جوزف کو پریشان کرے گا“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”خیر۔ میں ابھی جا کر دونوں کو سیدھا کرتا ہوں“..... عمران نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا اور فون پر نمبر پریس کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا تو عمران نے

”چیک کسے کریں گی۔ گدھے کو یا منگل سنگھ کو“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو لڑکی بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

”باس کو۔ ہولڈ پلیز“..... لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا تو عمران بلیک زیرو کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔

”ہیلو جنگل سنگھ۔ منگل سنگھ بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد لاؤڈر سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”ارے۔ ابھی تک منگل ہی ہو۔ بدھ نہیں بنے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں جناب۔ جب آپ ابھی تک جنگل ہی ہیں تو میں بھی کیسے نام بدل سکتا ہوں“..... دوسری طرف سے منگل سنگھ نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اگر تم اپنے فون کو سیف کر لو تو میں نام بدل لوں گا“۔ عمران نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ لیجئے ہو گیا سیف۔ اب آپ بے فکر ہو کر بات کر سکتے ہیں“..... چند لمحوں بعد منگل سنگھ کی آواز سنائی دی۔

”منگل سنگھ۔ مجھے فوری طور پر کچھ معلومات درکار ہیں۔ معاوضے کی فکر مت کرنا“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”کمال کرتے ہیں عمران صاحب۔ میں نے پہلے کبھی آپ سے معاوضے کی بات کی ہے۔ آپ کے لئے کام کر کے مجھے روحانی

خوشی ہوتی ہے کہ میں ایک عظیم شخص کے لئے کچھ کر رہا ہوں۔ یہ تو آپ کی محبت ہے کہ آپ خود ہی معاوضہ دے دیتے ہیں“..... منگل سنگھ نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

”اچھا۔ اچھا۔ زیادہ چالوسی مت کرو اور غور سے سنو“۔ عمران نے جلدی سے کہا اور پھر اسے کام کی نوعیت بتانے لگا۔

”کافرستان کی سیکرٹ سروس یا کوئی اور خفیہ ایجنسی پاکیشیا کے خلاف کسی خفیہ منصوبے پر کام شروع کر رہی ہے اور اس کی کامیابی کے لئے مجھے قتل کرنے کی خواہاں ہے۔ اس نے اپنی سابقہ ناکامیوں کے پیش نظر اس مرتبہ مجھے زیر کرنے کے لئے ماورائی مخلوق اور شیطانی قوتوں کا سہارا لیا ہے اس کی تو مجھے پرواہ نہیں۔ اس لئے تمہیں سر دست ان کے پلان کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہیں“..... عمران نے کہا۔

”بہت بہتر۔ میں شام تک آپ کو جواب دے سکوں گا“۔ منگل سنگھ نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں شام چھ بجے تمہیں فون کر لوں گا۔ معلومات حتیٰ ہونی چاہئیں۔ ڈیش آل“..... عمران نے آخر میں مسکراتے ہوئے کہا اور فون بند کر دیا۔ پھر تیزی سے بقیہ چائے ختم کرنے لگا۔

”کیا میں ممبر زکو الرٹ کر دوں“..... بلیک زیرو نے پوچھا۔

”نہیں۔ فی الحال صورت حال واضح ہونے دو۔ بے چارے

بعد دوبارہ پریس کرنا ہی چاہتا تھا کہ اندر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں تو عمران بے اختیار چوک پڑا۔ ایک سے زیادہ قدموں کی آہٹیں تھیں جو تیزی سے قریب آرہی تھیں۔ ”کک۔ کون“..... اندر سے سلیمان نے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں ہوں سلیمان“..... عمران نے جلدی سے کہا۔
 ”اوہ۔ دروازہ مت کھولنا سلیمان۔ یہ باس والی ہوگی۔“ جوزف کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔
 ”ص۔ ص۔ صاحب۔ کیا آپ خود ہیں“..... سلیمان نے اندر سے پہلے کی طرح دہشت زدہ لہجے میں کہا۔
 ”ارے۔ دروازہ کھولو۔ میں نہیں تو کیا کوئی بدروح ہے۔“ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”تت۔ تم کھولو جوزف۔ تم کافی طاقتور ہو“..... سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”نن۔ نہیں۔ وہ تم سے کہہ رہی ہے“..... جوزف نے خوفزدہ لہجے میں کہا تو عمران دانت پیس کر رہ گیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں اندر آتے ہی تمہیں گولی مار دوں گا شب دہجور کی اولاد“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تو اسی لہجے دروازہ کھل گیا۔ سامنے سلیمان کھڑا تھا اور اس کا چہرہ خوف سے بگڑا ہوا تھا۔ جوزف اس کے بالکل عقب میں سہا ہوا کھڑا تھا۔

خواہ مخواہ ٹینشن میں مبتلا رہیں گے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہتر۔ جولیا اور صفدر کو تو سلیمان کے واقعہ کا علم ہو چکا ہے۔“ بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ سلیمان کو خوفزدہ کرنے کے لئے کافرستان سے کوئی بدروح یا بھوت آیا تھا ورنہ صفدر کی عادت سے تو تم واقف ہی ہو۔ وہ کڑیاں ملانے لگتا ہے اور پھر میرے سر پر سوار ہو جاتا ہے کہ کون سا نیا کیس شروع ہوا ہے“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو ہنس پڑا۔

”جی ہاں۔ آپ کی صحبت کا اثر ہے۔ پد سے کوا بنا لیتا ہے۔“ بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ظفر کر رہے ہو۔ ٹھیک ہے۔ سمجھ لوں گا تم سے“..... عمران نے اٹھتے ہوئے غصیلی آواز میں کہا۔

”سوری۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا“..... بلیک زیرو نے احتراماً کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو عمران مسکرا دیا۔

”خیر۔ میں چلتا ہوں۔ ابھی ان بے وقوفوں سے بھی مغز ماری کرنی ہے مجھے“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور آپریشن روم کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی سپورٹس کار اس کے فلیٹ کی طرف دوڑ رہی تھی۔ وہ فلیٹ پر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔ اس نے کال بیل کا بٹن پریس کیا اور حسب عادت ایک لمحہ

ہوتے ہی واش روم کے دروازے کی طرف دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ نہ ہاتھ اور نہ ہی خون۔ عمران نے پلٹ کر باہر کھڑے سلیمان کی طرف دیکھا۔

”کک۔ کیا غائب ہو گیا ہے خون؟“..... سلیمان نے بوکھلا کر پوچھا۔

”ہاں۔ نشان تک نہیں ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ سلیمان نے جھوٹ نہیں کہا۔ عابد علی شاہ سے وہ حقیقت معلوم کر چکا تھا۔ پہلے کی طرح اب بھی اس کی غیر موجودگی میں سلیمان کو دہشت زدہ کیا گیا تھا۔ سلیمان ڈرتے ڈرتے اندر آیا اور واش روم کی طرف حیرت و خوف بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ تب ہمت کر کے جوزف بھی اندر آ گیا۔

”مجھے تو نظر نہیں آ رہا خونی پنچہ“..... جوزف نے واش روم کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

”تمہاری آنکھوں میں گھرے ہیں۔ کیسے نظر آئے گا۔“ سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

”نہیں۔ میری آنکھیں بالکل درست ہیں۔ تمہاری ہی آنکھیں خراب ہیں جو تمہیں کبھی خون کی لکیر نظر آتی ہے کبھی ہاتھ۔“ جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم درست کہہ رہے ہو جوزف۔ اس کجخت نے خواہ خواہ پریشان کر رکھا ہے ہمیں“..... عمران نے سلیمان کو گھورتے ہوئے

”صاحب۔ صاحب۔ پھر خون آیا ہے“..... سلیمان نے عمران کو دیکھتے ہی چلا کر کہا۔

”آہستہ بولو گدھے۔ کس کا فون آیا ہے؟“..... عمران نے اندر آتے ہوئے غصے سے کہا اور پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔

”فون نہیں صاحب خون۔ خون بھرا پنچہ“..... سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”اوہ۔ کہاں ہے منجیا؟“..... عمران نے چونک کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”منجیا نہیں صاحب۔ پنچہ۔ بدروح کا ہاتھ۔ ہاتھ روم کے دروازے پر“..... سلیمان نے کہا۔

”کیوں جوزف۔ کیا سلیمان درست کہہ رہا ہے؟“..... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”معلوم نہیں باس۔ یہ ڈرائیونگ روم سے چیخا ہوا بھاگ کر نکلا تھا۔ میں باہر بیٹھا تھا“..... جوزف نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”چلو مجھے دکھاؤ۔ کتنی دیر پہلے کی بات ہے؟“..... عمران نے ڈرائیونگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”آپ کے آنے سے چند لمحے پہلے۔ بے شک آپ دیکھ لیں“..... سلیمان نے عمران کے پیچھے چلتے ہوئے کہا تو جوزف بھی ان کے ساتھ بڑھنے لگا۔ ڈرائیونگ روم کے دروازے پر پہنچ کر سلیمان اور جوزف باہر ہی رک گئے۔ عمران نے کمرے میں داخل

کہا۔

”تو پھر آپ میری آنکھوں کا علاج کیوں نہیں کراتے صاحب۔ ایسا نہ ہو کہ سالن پکاتے وقت مرچوں کی جگہ چینی ڈال دوں۔ پھر آپ خفا ہوں گے کہ میں آپ کو شوگر کا مریض بتا رہا ہوں“..... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ابھی کرتا ہوں تمہارا علاج۔ بھاگ کر آدھا گلاس پانی۔“

”آؤ“..... عمران نے غصے سے کہا۔
”بھاگنے سے اگر گلاس ہاتھ سے گر گیا تو آپ کہیں گے کہ میں دانستہ اتنی قیمتی کراکری توڑ کر آپ کو مالی نقصان پہنچا رہا ہوں۔ بہتر ہے کہ جوزف کو بھیج دیں کچن میں“..... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جوزف تم پانی لے آؤ۔ سلیمان کو دوا پلانی ہے۔“

عمران نے سر جھٹک کر جوزف سے کہا تو وہ باہر نکل گیا۔
”اوہ۔ کیا بہت کڑوی ہے صاحب“..... سلیمان نے گھبرا کر کہا۔

”نہیں۔ کڑوی نہیں۔ کھٹی مٹی ہے“..... عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا تو سلیمان نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ چند لمحوں بعد جوزف پانی لے آیا۔ اس نے گلاس عمران کے آگے میز پر رکھ دیا تو عمران نے جیب سے تہہ کیا ہوا نقش نکالا اور اسے کھول کر سیدہ کرنے کے بعد گلاس میں ڈال دیا۔ جوزف اور سلیمان حیرت سے

یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔

”باس۔ اس کاغذ میں دوا تو نہیں ہے“..... جوزف نے لاعلمی کے سبب حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ارے چپ۔ یہ تعویذ ہے۔ ابھی گلاس میں سے تعویذ کا غلام جن باہر نکل کر صاحب سے پوچھے گا کہ کیا حکم ہے میرے آقا اور صاحب اسے حکم دیں گے کہ وہ میرے لئے پرستان سے گنار پری کا رشتہ لے آئے“..... سلیمان نے جوزف کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”بکو مت۔ تمہارے لئے گنار پری نہیں کالے دیو کو بلواؤں گا“..... عمران نے سلیمان کو گھورتے ہوئے کہا۔

”سگ۔ کیوں صاحب اس کالے دیو کے ہوتے ہوئے پرستان سے دیو کو بلوانے کی کیا ضرورت ہے“..... سلیمان نے جوزف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”باس۔ یہ مجھے کالا دیو کہہ رہا ہے“..... جوزف نے غراتے ہوئے کہا۔

”اور کیا کالی دیوی کہوں“..... سلیمان نے طنزیہ لہجے میں کہا تو عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”سلیمان۔ جھگڑا مت کرو۔ جاؤ چائے لے آؤ“..... عمران نے سلیمان کو گھورتے ہوئے کہا۔

”صاحب۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ آپ آج چائے کی بجائے یہ تعویذ پی لیں“..... سلیمان نے جلدی سے کہا اور گلاس کی طرف

گلاس میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”بکومت۔ پانی ہی تھا سوڈا واٹر نہیں تھا۔ اب جاؤ چائے لے آؤ“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تو سلیمان پلٹ کر باہر چلا گیا۔

”باس۔ سلیمان کو تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ غلام جن بھی گلاس سے نہیں نکلا“..... جوزف نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”وہ جن پانی کے ساتھ سلیمان کے پیٹ میں چلا گیا ہے۔ تم باہر جا کر بیٹھو“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا تو جوزف پلٹ کر ڈرائیگ روم سے نکل گیا۔ چند منٹ بعد سلیمان چائے لے آیا تو وہ ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا اور اس کے چہرے پر کسی قسم کے خوف یا پریشانی کے تاثرات نہ تھے۔ عمران نے اطمینان کا گہرا سانس لیا اور سلیمان چائے میز پر رکھ کر خاموشی سے باہر چلا گیا۔

اشارہ کیا جس میں نقش کے الفاظ کاغذ سے دھل گئے تھے کیونکہ اسے کچی سیاہی سے تحریر کیا گیا تھا جو پانی میں کھل چکی تھی۔

”لو۔ یہ پانی پی لو۔ پھر تمہیں خوف نہیں آئے گا“..... عمران نے گلاس اٹھا کر سلیمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”صاحب۔ پہلے جوزف کو پلائیں“..... سلیمان نے سہم کر کہا ”ہرگز نہیں۔ مجھے پیاس نہیں ہے“..... جوزف نے سر جھٹک سخت لہجے میں کہا۔

”سلیمان کے بچے۔ یہ صرف تمہارے لئے ہے۔ بہت بڑا عامل کامل سے لایا ہوں“..... عمران نے سلیمان کو ڈانٹتے ہوئے تو سلیمان آگے بڑھا اور اس نے ڈرتے ڈرتے گلاس اٹھا لیا۔

”ص۔ ص۔ صاحب۔ کہیں کچھ ہو نہ جائے مجھے“..... سلیمان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”بے فکر رہو۔ تمہاری جنس تبدیل نہیں ہوگی۔ جلدی کر عمران نے کہا تو سلیمان نے دوسرے ہاتھ سے اپنی ناک چٹکی دبا لی اور گلاس منہ سے لگا لیا۔

”بے وقوف۔ ناک کیوں دبا لی ہے“..... عمران نے سلیہ گھورتے ہوئے کہا۔

”کہیں اس کی گیس سے چھینک نہ آ جائے“..... سلیمان کہا اور جلدی سے ایک ہی گھونٹ میں سارا پانی پی گیا۔

”صاحب۔ یہ تو بالکل بے ذائقہ پانی تھا“..... سلیمان

راجیش نے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

”نہیں۔ تم خود ہی اس سے رپورٹ لے لو۔ نجانے اس نے اتنی دیر کیوں لگا دی“..... جنرل پران نے تشویش آمیز لہجے میں کہا تو کرنل راجیش نے سر ہلاتے ہوئے میز پر ٹیلی فون کے پاس رکھا ہوا ٹرانسمیٹر اٹھا کر اپنے آگے رکھا اور یکے بعد دیگرے اس کے تین بٹن پریس کر دیئے۔ فوراً ہی ٹرانسمیٹر پر ایک چھوٹا سا بلب جلنے بجھنے لگا۔

”ہیلو راون۔ کرنل راجیش کاننگ۔ اوور“..... کرنل راجیش نے بار بار کال کرتے ہوئے کہا۔

”لیس باس۔ راون رسیونگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک آواز سنائی دی۔

”کیا بات ہے راون۔ تم نے ابھی تک رپورٹ کیوں نہیں دی۔ چیف کافی دیر سے تمہاری کال کے منتظر ہیں۔ اوور“..... کرنل راجیش نے سخت لہجے میں کہا۔

”سو ری باس۔ میں ابھی باہر سے آیا ہوں اور آپ کو کال کرنے ہی والا تھا۔ اوور“..... دوسری طرف سے راون نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔

”اچھا بولو۔ کیا کچھ معلوم کیا ہے تم نے۔ اوور“..... کرنل راجیش نے پوچھا۔

”باس۔ یہاں حکومت میں کوئی ہلچل نہیں ہے۔ پاکیشیائی حکمران

کافرستان سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر میں سیکرٹ سروس کا سربراہ جنرل پران اپنے شاعرانہ آفس میں بیٹھا تھا۔ وہ آرمی انٹیلی جنس کا چیف رہ چکا تھا اور اب کئی برسوں سے سیکرٹ سروس کا سربراہ بنا ہوا تھا۔ اٹالیس برس پہلے وہ آرمی میں لیفٹیننٹ جنرل کی حیثیت سے پاکیشیا اور کافرستان کی جنگ میں خدمات انجام دے چکا تھا اور ریٹائرمنٹ کے بعد اسے انٹیلی جنس کی سربراہی سونپی گئی تھی۔ اس وقت اس کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی اس کے باوجود اس کی صحت قابل رشک تھی۔ اس کے چہرے پر خشونت چھائی رہتی تھی اور آنکھوں سے بے رحمی نکلتی تھی۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں موٹا سا سنگسار سلگ رہا تھا اور وہ اپنے سامنے بیٹھے اپنے ماتحت ایجنٹ کرنل راجیش سے گفتگو کر رہا تھا۔

”پاکیشیا سے راون نے کوئی رپورٹ دی ہے چیف“..... کرنل

”نو باس۔ وہ میرے قریب سے ہی گزر کر بلڈنگ میں داخل ہوا تھا اور اس کا چہرہ نارل تھا۔ اوور“..... راون نے جواب دیا۔
 ”ٹھیک ہے۔ عمران کی نقل و حرکت پر مسلسل نظر رکھی جائے۔ مزید ہدایات تمہیں شام کو دی جائیں گی۔ اوور اینڈ آل“..... کرنل راجیش نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے جنرل پران کی طرف دیکھنے لگا جو فکر مند دکھائی دے رہا تھا۔

”چیف۔ آپ نے رپورٹ سن لی۔ اس وقت پاکیشیا میں حالات نارل اور ہمارے پلان کی کامیابی کے لئے انتہائی موافق ہیں۔ ہمیں فوراً اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دینا چاہئے“..... کرنل راجیش نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں کرنل۔ تم نے سنا نہیں کہ عمران نارل تھا جس کا واضح مطلب ہے کہ وہ کسی قسم کے خوف اور پریشانی میں مبتلا نہیں ہوا۔ دوسرے معنوں میں پنڈت کالی داس نے ابھی تک عمرن کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی اور کی بھی ہے تو اس کا نتیجہ برآمد ہونے میں کچھ دیر ہے۔ میں ایسی صورت میں اپنے محکمہ کے بہترین آدمیوں کو اس پلان کی سمیٹ نہیں چڑھا سکتا۔ تمہیں معلوم ہے کہ سیکرٹ ایجنٹ کسی بھی ملک کا سب سے قیمتی اثاثہ ہوتا ہے۔ ایک بریگیڈ فوج اسلحہ بارود کے ذخیرہ کے ساتھ وہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتی جو ایک ذہین ایجنٹ محض اپنی ذہانت و صلاحیت سے حاصل کر لیتا ہے۔“ جنرل پران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

عوام کو یقین دلا رہے ہیں کہ کافرستان پاکیشیا سے جنگ نہیں کرے گا کیونکہ پاکیشیا کو اتحادی ملک کی حمایت حاصل ہے اور انگریزوں نے بھی کافرستان کو مطمئن کر دیا ہے کہ کافرستان میں ہونے والے دھماکوں میں پاکیشیا ملوث نہیں ہے۔ پریذیڈنٹ اور پرائم منسٹر کی ان یقین دہانیوں کے سبب یہاں کے لوگ مطمئن ہو گئے ہیں اور معمول کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔ کسی کو جنگ کی فکر نہیں ہے اور نہ ہی خصوصی حفاظتی اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ دہشت گردی کا ہر واقعہ عسکریت پسندوں سے منسوب کیا جا رہا ہے اور انہیں ختم کرنے کے لئے آپریشن کا سلسلہ جاری ہے۔ فوج کا پیش حصہ شمالی علاقوں میں مصروف ہے۔ اوور“..... راون نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”عمران کی نگرانی کا کیا کیا ہے تم نے۔ اوور“..... کرنل راجیش نے پوچھا۔

”کپور اس کے فلیٹ پر پہنچ چکا ہے۔ اس نے رپورٹ دی ہے کہ عمران چند منٹ پہلے اپنے فلیٹ میں پہنچا ہے اور اس کی گاڑی بلڈنگ کے باہر کھڑی ہے۔ عمران سے پہلے عمران کا نیکرو ملاز جوزف آیا تھا۔ اس وقت عمران، جوزف اور عمران کا باورچی سلیمان فلیٹ میں ہی ہیں۔ اوور“..... دوسری طرف سے راون نے کہا۔
 ”کیا عمران خوفزدہ یا پریشان تھا۔ اوور“..... کرنل راجیش نے پوچھا۔

”یہ بات تو واقعی درست ہے چیف۔ لیکن ہم لوگ اپنے دلش کے لئے جان دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں“..... کرنل راجیش نے جنرل پران کے خیالات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا تو جنرل پران کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ٹھیک ہے راجیش۔ میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میرا ہر آدمی وطن کے لئے قربانی دینے کے لئے تیار ہے لیکن فضول جان دینا بھی کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ قربانی تب دی جاتی ہے جب اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلنے کا یقین ہو اور اس سے ملک کو فائدہ پہنچے گا۔ سو فیصد نہیں تو نوے فیصد ضرور ہو ورنہ قربانی رائیگاں جاتی ہے۔ اٹلی جنس میں بیس سالہ تجربہ کی بنیاد پر میں یقین رکھتا ہوں کہ جب تک عمران اور ایکسلو پاکیشیا میں موجود ہیں ہمارا کوئی پلان کامیاب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ پلان شروع کرنے سے پہلے عمران کا خاتمہ ضروری ہے کیونکہ ہمارا سب سے بڑا حریف عمران ہی ہے جو سیکرٹ سروس کی جان ہے اور جس کے بغیر پاکیشیا سیکرٹ سروس نامکمل اور غیر فعال ہے“..... جنرل پران نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ میرے لئے کیا حکم ہے“..... کرنل راجیش نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تم چنڈت کالی داس سے دوبارہ رابطہ قائم کرو اور معلوم کرو کہ اس نے عمران کے سلسلے میں کیا کیا ہے۔ خود جانے کی ضرورت

نہیں۔ کسی ماتحت کو اس کے پاس بھیج دو۔ شام تک صورت حال واضح ہو جائے تو پھر تم ٹیم کے ساتھ راتوں رات پاکیشیا پہنچ جانا یا پھر ایک دو روز کے بعد چلے جانا۔ پرائم منسٹر اس پلان پر عمل درآمد کے لئے زور دے رہے ہیں لیکن میں نے انہیں باور کرا دیا ہے کہ جلد بازی کے سبب پلان ناکام ہو سکتا ہے اور اگر ایک مرتبہ ناکامی ہوئی تو وہ دوبارہ کبھی اس پلان پر کام نہیں کیا جاسکے گا اس لئے وہ صبر کریں اور ہمیں پلان کی راہ میں حائل سب سے بڑی رکاوٹ کو ہٹانے دیں“..... جنرل پران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”بہت بہتر چیف۔ میں کیپٹن جوگندر کو مہاراج کالی داس کے پاس بھیجتا ہوں۔ وہ دو گھنٹوں میں رپورٹ دے سکے گا“..... کرنل راجیش نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ کیپٹن جوگندر کو ہدایت کر دینا کہ یہاں واپس آ کر رپورٹ دینے کی بجائے وہیں سے ٹرانسمیٹر پر رپورٹ دے اور اگر چنڈت کالی داس پسند کرے تو میری اس سے بات کرا دے۔ میں فی الحال آفس میں رہوں گا“..... جنرل پران نے سخت لہجے میں کہا تو کرنل راجیش نے سر کو جنبش دی اور پھر سلام کر کے دروازے کی طرف بڑھ گیا اور جنرل پران نیا سگار نکال کر سلگانے لگا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد میز پر رکھے ٹرانسمیٹر سے سنگتل کی مخصوص سیٹی ابھرنے لگی تو جنرل پران نے چوکتے ہوئے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو چیف۔ جوگندر کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے ایک آواز

سنائی دی۔

”لیس کیپٹن جوگندر۔ جنرل پران رسیوگ یو۔ اوور“..... جنرل پران نے سخت لہجے میں کہا۔

”چیف۔ میں اس وقت مہاراج کالی داس کی خدمت میں حاضر ہوں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ انہوں نے عمران کے خلاف ایک چھوٹا سا حربہ استعمال کیا تھا اور وہ حربہ کافی مؤثر ثابت ہوا ہے۔ اس وقت عمران سب کام کاج چھوڑ کر اپنے ملازم میں الجھا ہوا ہے جسے مہاراج نے اپنی غلام روح کے ذریعے دہشت و آسیب میں مبتلا کر دیا ہے اور اس وقت عمران کے فلیٹ پر مہاراج کی غلام روح کا سایہ ہے جو وقفہ وقفہ سے فلیٹ میں دہشت پھیلاتی رہے گی تاکہ عمران گھر میں ہی رہنے پر مجبور ہو جائے اور اپنے ملازم کے سلسلے میں مصروف رہے۔ میری درخواست پر مہاراج آپ سے بات کرنے پر رضامند ہیں۔ مہاراج سے بات کیجئے۔ اوور“..... دوسری طرف سے جوگندر نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”مہاراج کالی داس۔ کیسے مزاج ہیں۔ اوور“..... جنرل پران نے سلام کرنے کے بعد انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”بھگوان کے کرم سے میں ٹھیک ہوں جنرل پران اور تم سے بات کر کے مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے پنڈت کالی داس کی مسرت بھری آواز سنائی دی تو جنرل پران کو حیرت ہوئی۔

”مہاراج۔ یہ آپ کی کرم نوازی ہے کہ پہلی مرتبہ مجھ سے باتفاق ہونے کے باوجود آپ نے خوشی کا اظہار کیا ہے۔ اوور“..... جنرل پران نے انتہائی مشکور سے لہجے میں کہا تو دوسری طرف سے پنڈت کالی داس کی ہنسی سنائی دی۔

”نہیں جنرل۔ اگرچہ اس سے پہلے نہ میں نے تمہیں دیکھا اور نہ تمہاری آواز سنی ہے لیکن اس کے باوجود میں تمہارے نام اور کارناموں سے واقف ہوں۔ تم نے پچھلی جنگ میں پاکیشیائی فوج کے خلاف جو کارنامے انجام دیئے ان کی خبریں مجھ تک پہنچتی رہی تھیں۔ خاص طور پر تم نے مشرقی محاذ پر جس طرح پاکیشیا کی کئی ڈویژن فوج کے دانت کھٹے کھٹے اور انہیں شکست دے کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا اس سے میرے دل پر تمہارا نام نقش ہو کر رہ گیا تھا۔ بولو۔ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔ اوور“..... دوسری طرف سے پنڈت کالی داس نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا تو جنرل پران مسکرانے لگا۔

”مہاراج۔ میں آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں۔ مسئلہ وہی عمران ہے جس کے لئے آپ سے گزارش کی گئی تھی۔ وہ ہمارے ملک و قوم کا سب سے خطرناک دشمن ہے۔ جب تک وہ نہیں مرتا۔ ہم پاکیشیا کے خلاف اپنے کسی بھی پلان میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جوگندر نے بتایا ہے کہ آپ نے اس کے ملازم کو دہشت زدہ کر دیا ہے اور عمران گھر تک محدود ہو کر رہ گیا ہے لیکن میں عمران کی موت

چاہتا ہوں۔ آپ اس پر ایسا وار کریں کہ وہ مر جائے یا اس کا ذہنی توازن بگڑ جائے۔ اور“..... جنرل پران نے بڑے ادب سے گزارش کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے جنرل پران۔ میں وہی کر رہا ہوں۔ لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں خود بھی اپنے دھرم اور قوم کے دشمن کا وجود برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنی ماورائی طاقتوں سے معلوم ہوا ہے کہ بھگوان نے عمران کے وجود میں ایسی شاطر روح ڈالی ہے جس پر کوئی جادو منتر اثر نہیں کرتا اور جو کسی ماورائی قوت سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی میری غلام روح اسے موت کے گھاٹ اتار سکتی ہے۔ عمران کو موت کی آغوش میں پہنچانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ اور“..... پنڈت کالی داس نے کہا۔

”وہ کیا ہے مہاراج۔ اور“..... جنرل پران نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

”اسے ماورائی طاقتوں کے ذریعے اتنا زچ اور پریشان کر جائے کہ اس کا دماغ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھے اور اس کا ذہنی توازن بگڑ جائے اور تب وہ پاگل کتے کی طرح اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں مارا جائے یا اسے خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا جائے اور اسے گاڑی سے روند کر اس کا خاتمہ کر دیا جائے اور میں آج رات اس مقصد کے لئے جاپ کروں گا۔ اور“..... پنڈت کالی داس۔ طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”بہت خوب۔ آپ نے بالکل درست کہا ہے۔ اگر عمران فوری طور پر پاگل ہو جائے تو تب بھی راستہ صاف ہو جائے گا مہاراج۔ میں چاہتا ہوں کل تک ہم اپنے پلان پر عمل درآمد شروع کر دیں کیونکہ وقت کم ہے۔ اور“..... جنرل پران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تم چاہو تو آج ہی اپنا کام شروع کر دو۔ صبح تک عمران کا ذہنی توازن بگڑ چکا ہو گا اور وہ تمہارے راستے میں رکاوٹ بننے کے قابل نہیں رہے گا جنرل پران۔ اپنے نمائندے سے کہہ دو کہ وہ یہ ٹرانسمیٹر مجھے دے جائے تاکہ ضرورت کے وقت تم مجھ سے فوراً بات کر سکو اور تمہیں کسی ماتحت کو میرے پاس نہ بھیجنا پڑے۔ اور“..... پنڈت کالی داس نے کہا۔

”بہت بہتر مہاراج۔ میں بھی یہی چاہتا تھا کہ عمران کے خاتمے تک آپ سے براہ راست رابطہ رہے۔ اور“..... جنرل پران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم کوئی فکر مت کرنا۔ آئندہ اگر تم مجھ سے رابطہ قائم نہ بھی کرو تب بھی میں اپنے دلش اور دھرم کے دشمن کو ختم کرنے تک چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ میں نے عمران کو نیست و نابود کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔ اور“..... پنڈت کالی داس نے کہا۔

”کیپٹن جوگندر سے بات کرا دیں۔ اور“..... جنرل پران نے پنڈت کالی داس کی باتوں سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

ن پرائم منسٹر صاحب نے صرف آپ کو، مجھے اور وزیر داخلہ کو مدعو کیا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کتنی اہم اور خفیہ ہنگامہ ہوگی۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے وزیر خارجہ نے کہا۔

”لیس سر۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ ویسے یہ مینگ کس سلسلے میں لب کی گئی ہے۔۔۔۔۔ جنرل پران نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”معاملہ وہی ہے جس کے لئے پرائم منسٹر صاحب نے آپ کو رپاٹ دی تھیں۔ آپ نے اس مینگ اور مینگ کی کارروائی کو ہر نیت پر خفیہ رکھنے کے انتظامات بھی کرنے ہیں تاکہ دشمن ایجنٹ اس کی سن گن نہ لے سکیں۔۔۔۔۔ وزیر خارجہ نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں سر۔ یہ میری ذمہ داری ہے۔ براہ کرم مینگ کا وقت بتا دیجئے۔۔۔۔۔ جنرل پران نے کہا۔

”شام چھ بجے۔ گڈ بائی۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جنرل پران نے کریڈل دبا کر سلسلہ منقطع کیا اور تیزی سے نمبر پر لیں کرنے لگا۔

”ہیلو۔ کنٹرل راجیش سپیکنگ۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز سنائی دی۔

”جنرل پران بول رہا ہوں کنٹرل۔۔۔۔۔ جنرل پران نے سخت لہجے میں کہا۔

”لیس چیف۔ حکم فرمائیے۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کنٹرل راجیش نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”لیس چیف۔ حکم فرمائیں۔ اور۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کیپٹن جوگندر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اپنا ٹرانسمیٹر مہاراج کو دے دو اور آپریٹ کرنے کا طریقہ بھی سمجھا دو۔ پھر واپس آ جاؤ۔ اور۔۔۔۔۔ جنرل پران نے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ کیا واپس آ کر آپ کو رپورٹ کروں۔ اور۔۔۔۔۔ کیپٹن جوگندر نے کہا اور اسی لمحے فون کی تھنٹی بج اٹھی۔

”نہیں۔ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ کنٹرل راجیش کو مہاراج کے جواب سے مطلع کر دینا۔ اور اینڈ آ۔۔۔۔۔ جنرل پران نے سخت لہجے میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”لیس۔ جنرل پران سپیکنگ۔۔۔۔۔ جنرل پران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”ہی اے ٹو فارن منسٹر۔ منسٹر صاحب سے بات کریں۔ دوسری طرف سے وزیر خارجہ کے پرسنل سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو جنرل پران۔ مزاج کیسے ہیں۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد وزیر خارجہ کی آواز سنائی دی۔

”لیس سر۔ میں ٹھیک ہوں۔ بھگوان کی کرپا ہے۔ حکم فرمائیے۔ جنرل پران نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”آج شام پرائم منسٹر ہاؤس میں ایک اہم مینگ ہے۔ ۱۱

”تم فوراً میرے پاس آ جاؤ کرنل راجیش۔ پرانم فشر ہاؤس میں آج شام ایک اہم میٹنگ ہو رہی ہے اور اس کے حفاظتی اقدامات کے سلسلے میں تم سے بات کرنی ہے“..... جنرل پران نے کہا۔

”رائٹ سر۔ میں آ رہا ہوں۔ میٹنگ کس سلسلے میں ہو رہی ہے“..... کرنل راجیش نے چونکتے ہوئے کہا۔

”اسی پلان کا معاملہ ہے جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے لیکن

بات دوسرے ممبرز سے پوشیدہ رکھنا۔ اوکے“..... جنرل پران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تقریباً دس منٹ بعد کمرے میں ڈور بیل کی مترنم آواز ابھری۔

”کم ان“..... جنرل پران نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے قدرے بلند آواز میں کہا تو دروازہ کھلا اور کرنل راجیش کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور جنرل پران کی طرف دیکھ کر ادب سے سلام کیا۔

”آؤ بیٹھو کرنل“..... جنرل پران نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا تو کرنل راجیش آگے بڑھا اور میز کے سامنے پڑی کرسیوں میں سے ایک پر مؤدبانہ انداز میں بیٹھ کر سوالیہ نگاہوں سے جنرل پران کی طرف دیکھنے لگا۔ جنرل پران۔ سگار بکس سے ایک سگار نکالا اور اس کا کونا توڑ کر لائٹر سے سلگا۔ کے بعد کش لیتے ہوئے کرنل راجیش کی طرف دیکھنے لگا۔

عمران بے چینی سے ڈرائیونگ روم میں بیٹھا شام ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے چھ بجے منگل سنگھ کو فون کرنا تھا۔ منگل سنگھ کافرستان میں کافی عرصہ سے عمران کے لئے منجر کے طور پر کام کر رہا تھا۔ چند برس پہلے ایک مہم کے دوران عمران کی اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ ان دنوں منگل سنگھ ایک چھوٹا سا جواہ خانہ چلا رہا تھا اور اس کے چند ساتھی سٹریٹ کرائم جیسی وارداتیں کرتے رہتے تھے۔

منگل سنگھ ان کی کمائی میں برابر کا حصہ دار تھا۔ اس کے بدلے وہ ان مجرموں کی پشت پناہی کرتا تھا اور پکڑے جانے پر ان کو پولیس کے چنگل سے نجات دلاتا تھا یا عدالت سے ان کی ضمانتیں کرتا رہتا تھا۔ منگل سنگھ کا ایک آدمی جولیا کا پرس چھین کر بھاگا تھا جب عمران اور جولیا ایک ہوٹل سے کھانا کھا کر فٹ پاتھ پر ٹیکسی

منگل سنگھ سے مخبری کا کام لینا شروع کر دیا۔

منگل سنگھ اس کے لئے معلومات فراہم کرتا تھا اور عمران اپنی مرضی کے مطابق اس کے اکاؤنٹ میں معاوضہ کی رقم منتقل کر دیتا تھا۔ کلب قائم کرنے کے بعد منگل سنگھ نے اپنے آدمیوں سے جرائم کروانے کا سلسلہ ختم کر دیا تھا اور عمران کی مطلوبہ معلومات حاصل کرنے کے لئے ان آدمیوں سے کام لیتا تھا۔

دفعتاً کال بیل کی آواز سنائی دی تو عمران چونک پڑا۔ وہ سوچنے لگا کہ کون ہو سکتا ہے۔ سلیمان نے اسے بتایا تھا کہ واش روم کے دروازے پر خونی ہاتھ کے نشان سے پہلے کئی مرتبہ فون کی گھنٹی بجی تھی اور جب اس نے رسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے کسی نے بات نہ کی تھی۔ اب کال بیل بجانے والا کون ہو سکتا تھا۔ چند لمحوں بعد دوبارہ کال بیل بجی۔ سلیمان اور جوزف لاؤنچ میں تھے۔ پھر تیسری مرتبہ بیل کی آواز گونجی تو عمران نے اٹھنے کا ارادہ کیا مگر اسی لمحے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”کون ہے۔ ایک منٹ صبر کر لو“..... سلیمان کی کچن سے آواز سنائی دی۔ عمران کو اندیشہ ہوا کہ شاید سلیمان ڈر کے مارے دروازہ نہ کھولے اس لئے وہ اٹھ کر کمرے سے باہر آیا لیکن اتنے میں سلیمان بیرونی دروازے کے پاس پہنچ چکا تھا۔

”کون ہے۔ اپنا نام بتاؤ۔ اگر بدروح یا بھوت ہو تو بھاگ جاؤ۔ اب میری جوتی بھی تم سے نہیں ڈرتی۔ میں نے نقش والا پانی

کے انتظار میں کھڑے تھے۔ اس وقت عمران نے پرس چھیننے والے کا حلیہ اور شکل ذہن نشین کر لی تھی۔ پھر ہوٹل کے ایک ویڑے سے معلومات حاصل کیں تو اسے پتہ چلا کہ اس قسم کی اکثر وارداتیں منگل سنگھ کے آدمی کرتے ہیں تو عمران ایڈریس معلوم کر کے منگل سنگھ کے جواہ خانے جا پہنچا۔ وہاں اس نے پرس چھیننے والے کو پہچان کر اس کی مرمت شروع کی تو منگل سنگھ اور اس کے گروپ کے دس بارہ غنڈوں نے عمران پر حملہ کر دیا لیکن عمران نے سب کو پچھاڑ دیا اور دو افراد کی گردنیں توڑ ڈالیں جبکہ باقی غنڈوں کو بھی بے کار کر کے رکھ دیا۔ کسی کی ٹانگ اور کسی کا بازو توڑ کر انہیں معذور کر دیا۔

پھر منگل سنگھ کو بھی گرفت میں لیا تو اس نے معافی مانگی اور قسم کھا کر کہا کہ وہ ہمیشہ عمران کا غلام بن کر رہے گا۔ تب عمران اس پر اعتماد کرتے ہوئے اسے اپنے بارے میں بتایا اور اسے ہدایت کی کہ وہ ڈیفنس ایریا میں سنوکر کلب قائم کرے جس لئے اسے سرمایہ فراہم کر دیا جائے گا۔ منگل سنگھ مان گیا۔ عمران نے اسے رقم فراہم کی اور منگل سنگھ نے ڈیفنس ایریا میں ابا عمارت خرید کر اس میں شاندار اور خوبصورت سنوکر کلب بنالیا۔ اس سے پہلے اس ایریا میں کوئی سنوکر کلب نہ تھا۔ چنانچہ کلب خوب چلنے لگا۔ اس علاقے میں رہنے والے مختلف سرکاری محکموں کے افسران اور ان کے بیٹے کلب کے ممبر بن گئے۔ تب عمران

مال پتلا ہے“..... سلیمان نے جواب دیا۔

”کیوں۔ اسے کیا ہوا ہے“..... جولیا نے چوکتے ہوئے جوزف کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”آپ دیکھ نہیں رہیں۔ کیسے خوفزدہ خرگوش کی مانند سہا سہا بیٹھا ہے“..... سلیمان نے ہنستے ہوئے کہا تو جوزف اسے غصے سے گھورنے لگا۔

”ہیلو عمران صاحب۔ جوزف کو کیا ہوا ہے“..... صفر نے عمران کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”کچھ نہیں یار۔ اس احمق باورچی کی دم نے جوزف کو خواہ مخواہ پریشان کر رکھا ہے۔ آؤ“..... عمران نے ہنس کر کہا اور ڈرائیگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ جولیا اور صفر بھی اندر آ گئے اور عمران کے سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھ گئے۔

”ہم سلیمان کی خیریت معلوم کرنے آئے ہیں۔ کیا دوبارہ تو کوئی واقعہ پیش نہیں آیا“..... صفر نے عمران سے پوچھا۔

”ہاں۔ آج پھر میری غیر موجودگی میں سلیمان کو خون نظر آیا تھا“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کیا وہ بھی غائب ہو گیا“..... جولیا نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ میری غیر موجودگی میں دکھائی دیا تھا خون ٹپکتا انسانی ہاتھ اور میرے آنے پر غائب ہو گیا“..... عمران نے جواب دیا۔

پتا ہے۔ اگر تم نے زبردستی اندر آنے کی کوشش کی تو ایسی مرمت کروں گا کہ واپس جانے کے قابل بھی نہیں رہو گے“..... سلیمان نے دروازہ کھولنے کی بجائے غصیلے لہجے میں دھمکی دیتے ہوئے کہا تو عمران کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”سلیمان۔ دروازہ کھولو۔ میں ہوں۔ صفر سعید“..... باہر سے صفر کی آواز سنائی دی تو عمران چونک پڑا۔

”اچھا۔ پہلے صاحب کی آواز میں مجھے اُلو بتاتے رہے اور اب صفر سعید کے روپ میں آ گئے ہو۔ ہرگز نہیں۔ صفر سعید ہو یا بقر عید، واپس چلے جاؤ“..... سلیمان نے غراتے ہوئے کہا۔

”میں اصل صفر ہوں سلیمان۔ میرے ساتھ مس جولیا بھی ہیں“..... باہر سے صفر کی ہنستی ہوئی آواز سنائی دی۔

”یعنی بھوت اور بھوتی۔ نا بابا نا۔ میں صاحب کی اجازت بغیر دروازہ نہیں کھول سکتا“..... سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”سلیمان۔ دروازہ کھول دو۔ بھوتی بالکل اصل ہے“..... عمران نے بلند آواز میں ہانک لگائی تو سلیمان نے بولٹ گرا کر دروازہ کھول دیا۔ باہر صفر اور جولیا کھڑے تھے۔ وہ سلیمان کو گھور

ہوئے اندر آ گئے اور سلیمان نے دروازہ بند کر دیا۔

”اب کیسی طبیعت ہے سلیمان“..... صفر نے آگے بڑھ کر پوچھا اور جوزف کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

”میں تو آپ کی دعا سے بالکل ٹھیک ہوں۔ البتہ جوزف

سے میرا دل مضبوط ہو گیا“..... سلیمان نے جواب دیا۔
 ”لیکن تمہارا سر مضبوط نہیں ہوا۔ فوراً چائے لے آؤ ورنہ جوتے
 اور مار کر تمہارا سر توڑ ڈالوں گا“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”بہتر صاحب۔ خفا کیوں ہو رہے ہو۔ ابھی لاتا ہوں۔“ سلیمان
 نے منہ بنا کر کہا۔

”تو جاؤ پھر۔ کیا جولیا کو ساتھ بھیجوں“..... عمران نے اسے
 ٹھوکتے ہوئے کہا۔

”جی نہیں۔ مس جولیا آپ کو ہی مبارک ہو“..... سلیمان نے
 نریمان لہجے میں کہا اور تیزی سے پلٹ کر باہر نکل گیا تو صفدر بے
 اختہ مسکرا دیا۔ البتہ جولیا کو سلیمان کا مطلب سمجھ کر غصہ آ گیا تھا۔
 ”بہت سر چڑھا رکھا ہے تم نے اسے“..... جولیا نے عمران کو
 ٹھوکتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”بے فکر رہو۔ کل اسے دوسرا تعویذ لاکر پلاؤں گا تو وہ میرے
 سے اتر جائے گا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ سلیمان کے لئے کس عامل سے نقش
 لے ہیں“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”تمہارے چوہے ایکسٹو سے“..... عمران نے جواب دیا تو
 لڑبے اختیار نہیں پڑا۔

”کیا چیف عملیات کا کام بھی کرتا ہے“..... صفدر نے مسکراتے
 ہوئے کہا۔

”کیا جوزف اس وقت موجود تھا یہاں“..... صفدر نے پوچھا۔
 ”جوزف باہر لاؤنج میں تھا۔ مسلسل فون کی کھنٹی بجتے پر سلیمان
 اکیلا اس کمرے میں آیا اور فون اٹھ کیا تو دوسری طرف سے کرا
 آواز نہ سنائی دی۔ پھر اس نے فون بند کیا تو اسے واش روم
 دروازے پر وہ ہاتھ دکھائی دیا۔ بقول سلیمان ایسا نظر آتا تھا ج
 کسی نے اپنا ہاتھ خون میں ڈبو کر دروازے سے لگایا ہو لیکن ہا
 کے نشان کی انگلیوں سے تازہ خون ٹپک ٹپک کر فرش پر گر رہا ت
 سلیمان دہشت زدہ ہو کر چیختا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ چند لمحوں
 میں آ گیا اور سلیمان کے بتانے پر کمرے میں آیا تو واش رو
 دروازہ بالکل صاف تھا۔ خون کا معمولی سا بھی نشان نہ تھا۔“
 نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو جولیا اور صفدر غور سے واش روم
 دروازے کی طرف دیکھنے لگے لیکن دروازے پر خون کا معمو
 دھبہ تک نہ دکھائی دیا۔

”عجیب بات ہے۔ آپ نے سلیمان کے لئے کسی عامل
 رابطہ قائم کیا تھا“..... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا اور
 لمحے سلیمان ڈرائیونگ روم میں داخل ہوا تو صفدر اور جولیا اس
 طرف متوجہ ہو گئے۔

”اب تو یہ بالکل ٹھیک دکھائی دے رہا ہے“..... جولیا
 مسکراتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ صاحب نے مجھے نقش گھول کر پلایا تھا۔ اس کے

آتے ہوئے کہا۔ شاید اس نے عمران کا جملہ سن لیا تھا۔ صفدر اور جولیا اس کی طرف دیکھنے لگے۔

”ٹھیک ہے۔ میں تمہیں اسی عامل کے پاس بھیج دیتا ہوں جس سے تمہارے لئے نقش لایا تھا“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں صاحب۔ میں عامل کے ذریعے شادی نہیں کرنا چاہتا۔“

سلیمان نے چائے کے برتن میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”او گدھے۔ عامل تمہاری شادی کسی بدروح حسینہ سے کرائے گا“..... عمران نے غصے سے کہا۔

”اچھا۔ تو کیا بدروح بہت حسین ہوتی ہے صاحب“..... سلیمان نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”بالکل۔ جولیا سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے“..... عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ پھر تو میں ضرور کروں گا شادی۔ بتائیے کس عامل کے پاس جانا ہے“..... سلیمان نے خوش ہوتے ہوئے جلدی سے کہا۔

”پھر سوچ لو کیونکہ بدروح کا جسم نہیں ہوتا۔ تم اسے چھو نہ سکو گے“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا تو سلیمان نے منہ بنا لیا۔

”یہ بات ہے تو پھر آپ اس بدروح سے شادی کر لیں۔“

سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا اور پلٹ کر کمرے سے نکل گیا۔

جولیا اور صفدر بے اختیار مسکرانے لگے جبکہ عمران چائے کا کپ اٹھا

”اور کیا۔ ارے۔ وہ بہت بڑا عامل ہے۔ تم دیکھنا سیکرٹ سروس سے ریٹائر ہوتے ہی تعویذ گنڈوں کا کاروبار شروع کر دے گا۔ اخبارات میں اس کے اشتہارات چھپا کریں گے جن میں لکھا ہو گا اپنے تمام روحانی، جسمانی اور نفسیاتی مسائل کے حل کے لئے ماہر عملیات و نفسیات اور جنیات پروفیسر ایکس ٹو سے رجوع کریں۔ آنکھ جھپکتے مسئلہ حل ہو جائے گا“..... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا تو صفدر ہنسنے لگا جبکہ جولیا کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”شاید آپ بتانا نہیں چاہتے اس لئے چیف کو لتاڑ رہے ہیں۔“

صفدر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”یہی سمجھ لو۔ جولیا کو اس عامل کا پتہ چل گیا تو ابھی اس کے پاس شادی کا تعویذ لینے دوڑ پڑے گی“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بکومت۔ مجھے ایسی خرافات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“ جولیا نے غراتے ہوئے کہا۔

”شادی سے تو دلچسپی ہے نا“..... عمران نے اس کی طرف گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا تو جولیا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

”بالکل ہے صاحب۔ اتنی عمر ہو چکی ہے۔ اب بھی شادی۔“

دلچسپی نہیں ہو گی تو کیا بڑھاپے میں ہو گی“..... سلیمان نے اٹا

”ہیلو۔ مارواڑی کلب“..... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”میں جنگل سنگھ بول رہا ہوں بے بی۔ منگل سنگھ سے بات کراؤ“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”ہولڈ کیجئے سر“..... دوسری طرف سے لڑکی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو اس کی ہلکی سی ہنسی بھی سنائی دی۔ پھر دو تین سیکنڈ بعد منگل سنگھ کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔ منگل سنگھ بول رہا ہوں جناب“..... منگل سنگھ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اگر فون سیف کر لیا ہے تو بے شک بولتے رہو۔ میں سن رہا ہوں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو منگل سنگھ ہنس دیا۔ عمران نے شروع سے ہی منگل سنگھ کو سمجھا رکھا تھا کہ وہ عمران کی بجائے جنگل سنگھ کے نام سے کال کیا کرے گا اور جب تک منگل سنگھ اپنے فون کو سیف نہ کر لے اسے نام سے مخاطب نہیں کرے گا تاکہ کوئی خفیہ ایجنسی ان کے روابط سے باخبر نہ ہو سکے۔

”عمران صاحب۔ مجھے زیادہ معلومات حاصل تو نہیں ہو سکیں لیکن جو ہوئی ہیں ان سے پتہ چلا ہے کہ حکومت نے سیکرٹ سروس کے چیف جنرل پران کو ایک انتہائی خفیہ پلان پر کام کرنے کا حکم دیا ہے اور اس سلسلے میں پرائم منسٹر اور وزیر خارجہ نے ڈائریکٹر

کر پینے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد صفدر اور جولیا رخصت ہو جائیں تاکہ وہ منگل سنگھ کو فون کر سکے۔ صفدر اور جولیا چائے پینے لگے۔ پندرہ منٹ بعد عمران اٹھ کھڑا ہوا۔

”اوکے۔ میں جا رہا ہوں۔ تم لوگ بیٹھو۔ میں تین گھنٹے تک لوٹ آؤں گا۔ پھر باتیں کریں گے“..... عمران نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا ہم تین گھنٹے یہاں بیٹھے رہیں“..... جولیا نے چونکتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”چار گھنٹے بھی لگ سکتے ہیں۔ کام بہت اہم ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کون سا کام ہے۔ آپ کہاں جا رہے ہیں“..... صفدر نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ڈیڈی کا فون آیا تھا۔ انہوں نے کسی کام کے لئے طلب کیا ہے“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم بھی جا رہے ہیں۔ چلو صفدر“..... جولیا نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ خفایوں ہوتی ہو۔ میں تمہیں بھی ساتھ لے چلا لیکن ڈیڈی کے جوتوں سے ڈر لگتا ہے“..... عمران نے جلدی سے کہا تو صفدر ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ دونوں رخصت ہو گئے تو عمران بیٹھ گیا۔ دس منٹ بعد وہ فون کا رسیور اٹھا کر نمبر پر پریس کرنے لگا۔

جنرل پران سے رابطہ کر رکھا ہے اور جنرل پران پر زور دیا جا رہا ہے کہ وہ جلد از جلد اس پلان کی تکمیل کرے۔ لیکن جنرل پران نے ان پر واضح کیا ہے کہ جب تک عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ نہ ہو جائے پلان پر عمل درآمد کرنا بے کار ہو گا۔ عمران کی وجہ سے آج تک کافرستان کا کوئی مشن کامیاب نہیں ہو سکا اور دنیا کی کوئی ایجنسی بھی عمران کو ختم نہیں کر سکی تو پرائم منسٹر نے حکم دیا کہ عمران کو ماورائی طاقتوں کے ذریعے راستے سے ہٹایا جائے۔ پھر پرائم منسٹر نے ہی جنرل پران کو پنڈت کالی داس سے رجوع کرنے کی ہدایت کی اور جنرل پران نے اپنے محکمے کے سپر ایجنٹ کرنل راجیش کو پنڈت کالی داس کے پاس بھیجا تھا۔ پنڈت کالی داس یہاں سے دو سو کلومیٹر دور ایک جنگل میں رہتا ہے اور کافی بوڑھا ہے۔ اس نے یہ سن کر کہ عمران اس کے دھرم اور ملک کا دشمن ہے کرنل راجیش کو یقین دلایا کہ وہ عمران کو اپنی غلام روحوں کے ذریعے ختم کر دے گا۔ اب جنرل پران اس انتظار میں ہے کہ آپ مرجائیں تو وہ اپنے پلان کی تکمیل کے لئے کافرستان سیکرٹ سروس کو پاکیشیا روانہ کر دے..... منگل سنگھ نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”گویا میرے مرنے سے پہلے کافرستان سیکرٹ سروس کی ٹیم یہاں نہیں آئے گی“..... عمران نے پوچھا۔
”جی ہاں۔ فی الحال تو جنرل پران کا یہی فیصلہ ہے۔ لیکن ہو

سکتا ہے کہ اب وہ فیصلہ بدل دے“..... منگل سنگھ نے کہا۔
”کیوں۔ تمہیں یہ معلومات کس نے فراہم کی ہیں“..... عمران نے پوچھا۔

”ایئر فورس کے ایک ہیلی کاپٹر کا پائلٹ کیپٹن پریم میرے کلب کا ممبر ہے۔ اسی کے ہیلی کاپٹر میں کرنل راجیش پنڈت کالی داس سے ملے گیا تھا۔ واپسی پر کرنل راجیش نے ٹرانسمیٹر پر جنرل پران کو پنڈت کالی داس سے ملاقات کی رپورٹ دی تھی۔ آج پھر سیکرٹ سروس کا ایک ممبر کیپٹن جوگندر پنڈت کالی داس سے ملے گیا تھا اور اپنا ٹرانسمیٹر بھی اسے دے آیا تھا۔ واپسی پر اس نے ہیلی کاپٹر کے ٹرانسمیٹر پر کرنل راجیش کو بتایا تھا کہ اس نے چیف کو رپورٹ دے دی ہے اور چیف کے حکم پر اپنا ٹرانسمیٹر پنڈت کالی داس کو دے آیا ہے تاکہ آئندہ جنرل پران کسی کو پنڈت کالی داس کے پاس بھیجنے کی بجائے فوری طور پر خود ہی اس سے رابطہ قائم کر لے۔ پھر کرنل راجیش کے استفسار پر کیپٹن جوگندر نے کرنل راجیش کو جنرل پران اور پنڈت کالی داس کے درمیان ہونے والی بات چیت کے بارے میں بتایا۔ پنڈت کالی داس نے جنرل پران کو بتایا کہ اس نے عمران کے خلاف اپنی ماورائی قوتوں کو متحرک کر دیا ہے لیکن عمران فطری طور پر اتنا غرور دلیر ہے اور اس پر روشن طاقتوں کا سایہ ہے کہ نہ تو وہ کسی ماورائی قوت سے ڈرتا ہے اور نہ کسی کالی قوت سے زیر ہو سکتا ہے اس لئے وہ آج رات ایسا عمل

ہے..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ اس نے بتایا ہے کہ پنڈت کالی داس جنگل میں واقع ایک نہایت قدیم مندر میں رہتا ہے۔ جسے ہنومان مندر کہا جاتا ہے۔ ہنومان مندر تقریباً ایک ہزار برس پرانا ہے اور باہر سے کھنڈر لگتا ہے۔ مندر کا بیرونی دروازہ تک نہیں ہے اور مندر کے اندر ہنومان کی مورتی والے کمرے کے علاوہ صرف دو تین کمرے سلامت ہیں جن میں پنڈت کالی داس اور اس کے چند سیوک رہتے ہیں۔ آبادی سے دور اور گھنے جنگل میں واقع ہونے کے سبب بہت کم یا تری وہاں آتے ہیں اور وہ بھی صرف مخصوص ایام میں ورنہ پورا سال وہاں دیرانی رہتی ہے“..... منگل سنگھ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم کیپٹن پریم کو ہاتھ میں رکھو لیکن اس سے اس طرح معلومات حاصل کرو جیسے تم بھی میری موت کے خواہاں ہو۔ اس کے علاوہ کرنل راجیش اور جنرل پران کی نقل و حرکت کی نگرانی کا انتظام کرو“..... عمران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”ایک اور بات۔ جب کیپٹن جوگندر نے کرنل راجیش کو رپورٹ دی تو کرنل راجیش نے کیپٹن جوگندر کو ہدایت کی کہ وہ اس کے ساتھ مہم پر جانے کے لئے تیار رہے کیونکہ جنرل پران نے اسے فون پر بتایا ہے کہ پرائم فیسر ہاؤس میں پرائم فیسر نے ایک ایئر فیس میٹنگ کال کی ہے شام چھ بجے اور کرنل راجیش فوراً اس

کمرے کا کہ صبح تک عمران کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہ رہے گا اور اس کی حالت پاگلوں جیسی ہو جائے گی۔ پھر وہ عملی طور پر بے بس ہو جائے گا اور خودکشی کر لے گا یا کسی گاڑی کے نیچے آ کر مارا جائے گا“..... منگل سنگھ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو عمران کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”کیا کافرستان سیکرٹ سروس والے ہمیشہ کیپٹن پریم کا ہیلی کاپٹر استعمال کرتے ہیں“..... عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ یہ ہیلی کاپٹر ایئر فورس نے کافرستان سیکرٹ سروس کے استعمال کے لئے مخصوص کر رکھا ہے اور اسے کوئی اور استعمال نہیں کرتا۔ اسی طرح ہیلی کاپٹر کے لئے دو پائلٹ مخصوص کئے گئے ہیں۔ کیپٹن پریم کی ڈیوٹی صبح آٹھ سے شام چار بجے تک کی ہے۔ ڈیوٹی سے آنے کے بعد وہ ایک گھنٹہ میرے کلب میں سنوکر کا شوق پورا کرتا ہے اور پھر گھر چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد نو بجے آتا ہے اور رات بارہ بجے تک گیم کھیلتا ہے۔ میرے ساتھ اس کی گپ شپ رہتی ہے۔ کلب کا مستقل ممبر ہے اور جب مجھے پتہ چلا کہ وہ سیکرٹ سروس کے لئے ڈیوٹی دیتا ہے تو میں نے اس کے ساتھ تعلقات بدھانے کے لئے ویٹرز کو ہدایت کر دی کہ کیپٹن پریم سے شراب کا بل نہ لیا جائے“..... منگل سنگھ نے جواب میں پورا وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ کیا تم نے اس سے پنڈت کالی داس کا ایڈریس معلوم کر

کے پاس آ جائے تاکہ میٹنگ کی سیکورٹی کے لئے انتظامات کئے جائیں۔ جنرل پران نے کرنل راجیش کو بتایا کہ میٹنگ اسی پلان کے سلسلے میں ہو رہی ہے جس کی کافرستان سیکرٹ سروس نے تکمیل کرنی ہے۔..... منگل سنگھ نے جلدی سے کہا تو عمران فکر مند ہو گیا۔ ”اوکے۔ تمہیں اب صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ کافرستان سیکرٹ سروس کی ٹیم کب پاکیشیا کے لئے روانہ کی جائے گی۔ میں رات کو دوبارہ تمہیں فون کروں گا۔ اگر میٹنگ کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکیں تو بہت اچھا ہو گا۔..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہت بہتر۔ میں کوشش کروں گا جناب۔..... منگل سنگھ نے کہا تو عمران نے رسیور کریڈل پر رکھ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر چند لمحوں تک سوچنے کے بعد اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور دانش منزل کے نمبر پر پریس کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ ”ایکسٹو“..... دوسری طرف سے بلیک زیرو کی مخصوص آواز سنائی

دی۔

”عمران بول رہا ہوں طاہر۔ تم ٹرانسمیٹر پر فوری طور پر فارن ایجنٹ ناصر کو احکامات دو کہ پرائم منسٹر ہاؤس میں ہونے والی خفیہ میٹنگ کو ٹریس کرنے کی کوشش کرے جو ابھی شروع ہونے والی ہے۔ کافرستانی پرائم منسٹر نے کافرستان سیکرٹ سروس کے سربراہ جنرل پران کو میٹنگ میں طلب کیا ہے اور میٹنگ کے حفاظتی

انتظامات بھی کافرستان سیکرٹ سروس نے ہی کرنے ہیں۔..... عمران نے بلیک زیرو کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ کیا میٹنگ پاکیشیا کے خلاف کال کی گئی ہے۔“ بلیک زیرو نے چوتھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔ باقی تفصیل میں بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے تم فارن ایجنٹ ناصر کو کال کرو۔ اسے میٹنگ کی کارروائی کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ اس میٹنگ میں پاکیشیا کے خلاف کیا منصوبہ بنایا گیا ہے اور کیا حکمت عملی اختیار کی جا رہی ہے۔ میں چند منٹ میں آ رہا ہوں۔..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر اٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کارروائی منزل کی طرف دوڑ رہی تھی۔

آواز سنائی دی۔

”نیس عمران صاحب۔ صفدر اشدنگ یو۔ اوور“..... صفدر نے جرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کیا تم ابھی اپنے فلیٹ پر نہیں گئے۔ کہاں گھماتے پھر رہے ہو۔ اوور“..... عمران کی غصیلی آواز سنائی دی۔

”کے۔ مس جولیا کو۔ لاحول ولاقوۃ۔ اوور“..... صفدر نے نئے ہوئے ناگوار لہجے میں کہا۔

”اور کیا۔ میں ٹریفک کا شور سن رہا ہوں جس کا مطلب ہے کہ سے سیر پانا کراتے پھر رہے ہو۔ اوور“..... عمران نے غصے لہا۔

”آپ کا اندازہ غلط ہے۔ میں مس جولیا کو ان کے فلیٹ پر پکڑ کے اب اپنے فلیٹ پر پہنچا ہوں۔ اب گاڑی سے اترنے کا تھا کہ آپ کی کال آگئی۔ فرمائیے۔ کیسے یاد کیا ہے۔ اوور۔“

نے منہ بناتے ہوئے کہا: ”میں نہیں۔ تمہارا کوئی دوست تمہیں یاد کر رہا ہے جو اس وقت کے تعاقب میں ہے اس لئے تم فوراً پرنس روڈ کے پہلے چوراہے جاؤ۔ وہ میرے فلیٹ سے میرے پیچھے لگا ہوا ہے لیکن مجھے منزل کو جانے والی سڑک پر مڑنے کے بعد پتہ چلا۔ سیاہ کی ٹیٹا کار ہے اور اس میں ایک ہی آدمی ہے۔ فلیٹ سے اترتے ہیں اس نے اس گاڑی کو سڑک کی دوسری جانب کھڑے

صفدر کو اپنے فلیٹ پر جانے سے پہلے جولیا کے فلیٹ پر جانا تھا کیونکہ جولیا نے ہی اسے فون کر کے تجویز دی تھی کہ عمران فلیٹ پر جا کر سلیمان کی خیریت معلوم کرنی چاہئے۔ چنانچہ جولیا کے فلیٹ پر پہنچا اور وہاں سے جولیا اسی کی گاڑی میں کے فلیٹ پر گئی تھی اور اس نے اپنی گاڑی نہیں لی تھی۔ لہذا وہ سے واپسی پر پہلے صفدر نے جولیا کو اس کے فلیٹ پر ڈراپ کیا

اب وہ واپس اپنے فلیٹ پر جا رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے بلڈنگ کے باہر گاڑی پارک کی اور انجن بند کیا ہی تھا کہ اچانک اس- واچ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا تو وہ بے اختیار چونک دوسرے ہی لمحے اس نے ادھر ادھر محتاط نگاہوں سے دیکھا اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے عمران

کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔
تھوڑی دیر بعد وہ پرنس روڈ کے پہلے چوراہے کے قریب پہنچا تو
اسے مطلوبہ کار نظر آگئی جو سڑک کے بائیں جانب کھڑی تھی۔ اس
سے چند قدم آگے عمران کی سرخ سپورٹس کار بھی دکھائی دے رہی
تھی۔ چنانچہ صفدر نے رفتار کم کرتے ہوئے وایج ٹرانسمیٹر آن کیا
اور اسی لمحے عمران کی کار حرکت میں آ کر آگے بڑھنے لگی۔ اس
کے ساتھ ہی اس کا تعاقب کرنے والی سیاہ کیڈلاک بھی چل دی۔
”ہیلو عمران صاحب۔ صفدر کالنگ۔ اوور“..... صفدر نے وایج
ٹرانسمیٹر پر عمران کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”لیس۔ عمران انڈنگ یو۔ اوور“..... دوسری طرف سے عمران
کی آواز سنائی دی۔
”میں پہنچ گیا ہوں۔ آپ کیوں چل دیئے۔ اوور“..... صفدر
نے پوچھا۔

”ڈاکٹر نے ہدایت کی تھی کہ چلنا صحت کے لئے مفید ہے اس
لئے تمہاری گاڑی کو دیکھتے ہی چل دیا۔ اوور“..... عمران نے کہا۔
”اچھا۔ تو آپ صحت بنانے کس طرف جائیں گے۔ اوور“۔
صفدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”میں اسے ڈانچ دوں گا اور تم اس کے پیچھے لگے رہنا۔ پھر
موقع پاتے ہی اسے چھاپ لیتا۔ تعاقب کرنے کی سزا اسے ایکسٹو
ٹا دے گا۔ بس یہ خیال رکھنا کہ وہ تمہاری گرفت سے نکل نہ

دیکھا تھا۔ شکل سے وہ شخص مقامی نظر آتا ہے اس لئے میں نے
اس پر توجہ نہیں دی۔ اوور“..... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
”بہتر۔ میں روانہ ہو رہا ہوں۔ کیا آپ وائش منزل جا رہے
ہیں۔ اوور“..... صفدر نے جلدی سے انجن شارٹ کرتے ہوئے
پوچھا۔

”پہلے جا رہا تھا لیکن وہاں رکے بغیر چلتا رہا اور اب پرنس روڈ
کی طرف جا رہا ہوں۔ نمبر نوٹ کر لو۔ اوور“..... عمران نے کہا۔
تعاقب کرنے والی سیاہ ٹیڈا کار کا نمبر بتا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن آپ تے تو اپنے ڈیڈی سے ملنے جانا تو
اوور“..... صفدر نے کار کی رفتار میں اضافہ کرتے ہوئے پوچھا۔
”ہاں۔ لیکن تمہارے باہر جاتے ہی تمہارے چوہے کی کال
سگنی اس لئے ڈیڈی کے پاس جانے کی بجائے میں ایکسٹو سے
چل دیا کہ کہیں وہ خفانہ ہو جائے۔ تم تو جانتے ہو کہ وہ ذرا ذرا
بات پر دم کے بل کھڑے ہو کر ڈانٹنے لگتا ہے۔ اوور“..... عمر
نے کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔
”کیا چیف نے کسی کیس کے سلسلے میں آپ کو طلب کیا ہے۔

اوور“..... صفدر نے پوچھا۔
”ہاں۔ لگتا ہے کوئی اہم معاملہ ہے۔ جب تم سیاہ کار کو ٹریس
لو تو مجھے مطلع کر دینا۔ تمہارے آنے تک میں پرنس روڈ کے
چوراہے پر رک جاؤں گا۔ اوور اینڈ آل“..... عمران نے کہا اور

جائے کیونکہ میں تمہارے چوہے کو اطلاع دے چکا ہوں کہ تم اس کے لئے تازہ شکار مار کر دانش منزل پہنچانے والے ہو۔ اور اینڈ آل..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے بھی واچ ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اگلی دونوں گاڑیاں چوراہے سے سیدھی جا رہی تھیں۔ صفدر اور سیاہ کیڈلاک کے درمیان اب ایک ٹیکسی حائل ہو چکی تھی اس لئے صفدر کو یقین تھا کہ سیاہ کیڈلاک کے ڈرائیور کو اپنے تعاقب کا احساس نہ ہو سکے گا۔

اگلے چوراہے سے عمران کی گاڑی دائیں جانب کی سڑک پر مڑ گئی تو سیاہ کیڈلاک بھی اسی جانب مڑتی دکھائی دی جبکہ ٹیکسی سیدھی چلی گئی تھی۔ صفدر نے بھی اسی جانب گاڑی موڑ دی۔ چند لمحوں بعد عمران کی کار اگلے ہاتھ کی ایک گلی میں مڑتی دکھائی دی۔ سیاہ کار گلی کی کھڑ پر رکی اور اس کا ڈرائیور کار سے اترتا دکھائی دیا تو صفدر نے رفتار کم کر دی۔ ڈرائیور تیزی سے گلی کی طرف بڑھا اور کھڑ پر پہنچ کر اس نے گلی میں جھانکا اور پھر تیزی سے پلٹ کر اپنی کار کی طرف بھاگا۔ اتنے میں صفدر اس کی کار کے قریب پہنچ چکا تھا۔ ڈرائیور نے سیاہ کار میں بیٹھنے کے لئے دروازہ کھولا ہی تھا کہ صفدر نے آہستہ سے اپنی کار اس کی گاڑی سے ٹکرا دی جس کے نتیجے میں سیاہ رنگ کی کار کئی فٹ تک آگے بڑھ گئی اور اس کا ڈرائیور لڑکھڑا کر گر پڑا۔ صفدر نے تیزی سے بریک لیور کھینچا اور اگلی کار کا ڈرائیور پھرتی سے اٹھ کر صفدر کی طرف کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھنے لگا جبکہ

اس کی گاڑی چند قدم آگے جا رہی تھی۔ صفدر دروازہ کھول کر کار سے نیچے اتر آیا۔

”سوری سر۔ آپ کو چوٹ تو نہیں آئی“..... صفدر نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ کو گاڑی چلانے کی ذرا بھی تمیز نہیں ہے مسٹر“..... سیاہ کیڈلاک کے ڈرائیور نے غراتے ہوئے کہا۔

”اتفاق ہی ہے کہ بریک لگاتے لگاتے ٹکراؤ ہو گیا۔ آپ کی گاڑی کو نقصان پہنچا ہے تو میں اس کا ازالہ کر دوں گا۔ آپ ذرا پیک کر لیں اپنی گاڑی کو“..... صفدر نے نرم لہجے میں کہا تو سیاہ گاڑی کا ڈرائیور گردن موڑ کر اپنی گاڑی کے عقبی بھر کی طرف دیکھنے لگا۔ ٹھیک اسی لمحے صفدر نے یکدم دائیں ہاتھ کا مکا اس کی کپٹی پر جڑ گیا۔ ڈرائیور کے حلق سے بے ساختہ کراہ نکلی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا زمین پر گر گیا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر صفدر نے جک کر اس کی کپٹی پر ایک اور ضرب لگائی اور ڈرائیور نے ہاتھ پاؤں چھوڑ دیئے۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

اس وقت شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا اور اس سڑک پر اکا دکا گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔ صفدر نے اس آدمی کو اٹھایا اور اپنی کار کی عقبی سیٹ کے درمیان ڈال کر دروازہ بند کر دیا۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر سیاہ کیڈلاک کا جائزہ لیا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انجن بند کرنے کے بعد کار کی تلاشی لینے لگا۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں

عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے بھی واپس ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

جلد ہی صفدر دانش منزل پہنچ گیا۔ گیٹ پر کار روکتے ہی خود کار سٹم والا گیٹ کھل گیا اور صفدر گاڑی اندر لے آیا تو گیٹ خود بخود بند ہو گیا۔ صفدر نے کار کمپاؤنڈ میں روکی اور پھر کار سے اتر کر اس نے عقبی حصے میں پڑے بے ہوش آدمی کو اٹھایا اور کندھے پر لا کر لاک اپ کی طرف بڑھ گیا۔ لاک اپ روم میں اس نے بے ہوش آدمی کو فرش پر ڈالا اور باہر جانے کے لئے دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ کمرے میں نصب خفیہ مائیک سے آواز سنائی دی۔

”ہیلو صفدر۔ عمران پہنچ رہا ہے۔ اس آدمی کا حدود اربعہ معلوم کرنا ہے۔ اسے ہوش میں لے آؤ“..... ایکسٹو نے مخصوص لہجے میں کہا تو صفدر کے قدم فوراً رک گئے۔

چھوٹا سا پاکٹ سائز ٹرانسمیٹر رکھا تھا جو صفدر نے اپنی جیب میں ڈال لیا۔ پھر وہ کار سے اترتا اور دروازہ لاک کر کے اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ گلی میں عمران کی کار اسے نظر نہ آئی تھی۔ چند لمحوں بعد وہ اپنی کار میں دانش منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

”ہیلو عمران صاحب۔ صفدر کالنگ یو۔ اوور“..... صفدر نے عمران کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”ہیں۔ عمران انڈنگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے عمران کی آواز سنائی دی۔

”میں آپ کا تعاقب کرنے والے کو دانش منزل لے جا رہا ہوں۔ آپ کہاں چلے گئے۔ اوور“..... صفدر نے کہا۔

”گڈ۔ میں تمہاری سہولت کے لئے گلی میں داخل ہوا تھا۔ کوآ دشتاری تو نہیں ہوئی۔ اوور“..... دوسری طرف سے عمران - پوچھا۔

”نہیں۔ اس آدمی نے گلی کے باہر کار روکی اور اتر کر گلی میں جھانکنے کے بعد واپس دوڑتا ہوا اپنی کار کے پاس آیا۔ وہ آپ سے پیچھے گلی میں جانا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کے ڈرائیونگ سیٹ بیٹھنے سے پہلے ہی اس کی کار کو ہلکی سی ٹکر مار دی اور وہ گر پڑا۔ اوور“..... صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں دانش منزل بعد میں پہنچوں گا۔ تم اس آدمی کو لاک اپ میں بند کر کے واپس چلے جانا۔ اوور اینڈ آل“

”کیا میٹنگ ختم ہو گئی ہے باس“..... شیکھر نے کرنل راجیش کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
 ”ہاں۔ کیا کوئی کال آئی تھی میرے لئے“..... کرنل راجیش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیس باس۔ پاکیشیا سے راون کی کال آئی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ آپ چیف کے ہمراہ میٹنگ میں گئے ہوئے ہیں تو راون نے کہا کہ وہ آٹھ بجے کے بعد دوبارہ کال کرے گا“..... شیکھر نے کہا تو کرنل راجیش نے کلاک کی طرف دیکھا۔

”ساڑھے آٹھ بج رہے ہیں۔ اسے کال کرو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی اہم اطلاع دینا چاہتا ہو“..... کرنل راجیش نے شیکھر سے کہا اور اسی لمحے ایک باوردی ملازم کافی کی ٹرے اٹھائے اندر آ گیا۔ اس نے کرنل راجیش کو سلام کیا اور کافی کا گم مودبانہ انداز میں کرنل راجیش کے آگے رکھ کر واپس باہر چلا گیا جبکہ شیکھر اپنی میز پر رکھے لانگ ریج ٹرانسمیٹر پر راون کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو راون۔ شیکھر کاننگ یو۔ اوور“..... شیکھر نے راون کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”لیس شیکھر۔ راون رسیونگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد راون کی آواز سنائی دی۔

”باس آگئے ہیں۔ ان سے بات کرو۔ اوور“..... شیکھر نے کہا اور ٹرانسمیٹر اٹھا کر کرنل راجیش کے پاس لے آیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر

کرنل راجیش اپنے آفس میں داخل ہوا تو بائیں جانب کی میز پر بیٹھا اس کا پی اے شیکھر احتراماً کرسی سے اٹھا اور اس نے کرنل راجیش کو سلام کیا۔ کرنل راجیش نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیا اور ست قدموں سے چلتا ہوا اپنی آفس ٹیبل کے پیچھے کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

”شیکھر۔ کافی منگوا لو۔ پرائم منسٹر ہاؤس میں پورے دو گھنٹے چلتے پھرتے ڈیوٹی دینے سے کچھ تھکاوٹ ہو گئی ہے“..... کرنل راجیش نے کہا تو شیکھر نے قریب آ کر میز پر رکھے انٹرکام کا ایک بٹن پر پریس کر دیا۔

”لیس سر“..... چند لمحوں بعد انٹرکام سے آواز سنائی دی۔
 ”باس کے لئے کافی بھجوا دو“..... شیکھر نے کہا اور انٹرکام آف کر دیا۔ پھر وہ اپنی میز کے پاس جا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

”نہیں۔ اب تم اپنا خیال رکھو۔ فوراً اپنا ٹھکانہ تبدیل کر لو۔ ہر
سکتا ہے پاکیشیا سیکرٹ سروس والے کپور سے تمہارا ایڈریس معلوم کر
کے تم تک آ پہنچیں۔ عمران صرف آج کی رات سیکرٹ سروس کے
لئے کارآمد ہے۔ کل وہ کچھ کرنے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے
محروم ہو گا۔ تم کل اس کے فلیٹ پر جا کر معلوم کرنا کہ وہ کس
حالت میں ہے۔ پھر مجھے رپورٹ کرنا۔ معلومات کے لئے کوئی
محفوظ طریقہ اختیار کرنا یا کسی کرایہ کے آدمی کو استعمال کرنا۔ میں
ابھی چیف سے بات کر کے دو افراد کو روانہ کرتا ہوں تاکہ تم ان
سے کام لے سکو۔ ادور اینڈ آل“..... کرنل راجیش نے سخت لہجے
میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے کافی کاگ اٹھا لیا۔ اس نے جلدی
جلدی کافی ختم کی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں چیف کے کمرے میں جا رہا ہوں۔ کوئی کال آئے تو
وہاں ٹرانسفر کر دینا“..... کرنل راجیش نے شیکھڑ کو ہدایت کی اور
دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ جنرل پران کے
کمرے میں پہنچا تو جنرل پران سگار کے کش لے رہا تھا۔ کرنل
راجیش نے اسے سلام کیا۔

”آؤ بیٹھو کرنل۔ میں تمہیں طلب کرنے ہی والا تھا“..... جزا
پران نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا
کرنل راجیش آگے بڑھا اور اس کے سامنے ایک کرسی پر مودبا
انداز میں بیٹھ کر جنرل پران کی طرف دیکھنے لگا۔

”پاکیشیا سے کوئی نئی رپورٹ آئی ہے“..... جنرل پران نے
سگار کا ٹکڑا ایش ٹرنے میں مسلتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھا۔
”لیس چیف۔ وہی بتانے آیا ہوں۔ ہمارے ایک ممبر کپور کو
پاکیشیا سیکرٹ سروس نے اغوا کر لیا ہے“..... کرنل راجیش نے
مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ادہ۔ کیا علی عمران نے“..... جنرل پران نے بے ساختہ
چوکتے ہوئے کہا۔

”لیس سر۔ وہ عمران کا تعاقب کر رہا تھا لیکن عمران اپنے تعاقب
سے باخبر ہو گیا اور اس نے ایک سمنان گلی میں جا کر کپور کو گرفت
میں لے لیا۔ راون کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ دو گھنٹوں میں کپور
نے نہ تو خود رابطہ قائم کیا ہے اور نہ راون کی کال رسیو کر رہا
ہے“..... کرنل راجیش نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور تفصیل سے راون
کی رپورٹ بیان کر دی۔

”کیا کپور کو ہمارے پلان کا علم ہے“..... جنرل پران نے
تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نہ کپور کو اور نہ ہی راون کو اس سلسلے
میں کچھ بتایا گیا تھا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اب راون وہاں اکیلا
ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے دو افراد کو فوری طور پر اس کے
پاس بھیج دیا جائے تاکہ راون ان سے کام لے سکے“..... کرنل
راجیش نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ بھیج دو۔ کیونکہ عمران کی نگرانی ضروری ہے۔ اگر آج رات پنڈت کالی داس، عمران پر وار کر کے اس کے ذہن کو ناکارہ بنا دیتا ہے تو صبح تک زلٹ معلوم ہو جائے گا۔ پھر اگلے دن تم روانہ ہو جانا“..... جنرل پراون نے اس کی تجویز پر اتفاق کر لے ہوئے کہا۔

”چیف۔ میننگ میں کیا ہوا“..... کرنل راجیش نے ایک لمحہ کے توقف کے بعد پوچھا۔

”پلان کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا اور اس میں تھوڑی سی تبدیلی کی گئی۔ اصل پلان پر عمل درآمد سے پہلے ایک اور پلان کے بارے میں مشورہ کیا گیا اور طے پایا کہ پاکیشیائی حکومت کی توجہ ہٹانے کے لئے وہاں دہشت اور افراتفری پھیلانی جائے تاکہ وہاں کی تمام فورسز اس میں الجھ جائیں اور ہمارے اصل پلان میں رکاوٹ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ رہے“..... جنرل پراون نے جواب دیا۔

”یہ دوسرا پلان ہے مگر اس پلان کے لئے کسے بھیجا جائے گا“..... کرنل راجیش نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا تو جنرل پراون مسکرا دیا۔

”یہ بھی ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ پرائم فئسٹر کی نگاہوں میں صرف ہمارے ہی ممبر اس قاتیل ہیں کہ کامیابی سے وہاں وارداتیں کرنے کے باوجود کسی کو پستہ نہ چلنے دیں کہ ان وارداتوں میں

کافرستان ملوث ہے۔ وزیر خارجہ اور وزیر داخلہ نے بھی پرائم فئسٹر کی تجویز سے اتفاق کیا ہے کہ کافرستانی سیکرٹ سروس ہی اس کام کا بیڑا اٹھائے۔ چنانچہ ہمیں اپنے حکمرانوں کے اعتماد کو برقرار رکھنا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم چند ممبرز کو کیپٹن انیل کی لیڈر شپ میں کل رات پاکیشیا روانہ کر دو تاکہ جب تم وہاں پہنچو تو وہاں پھیلی افراتفری سے تمہیں اپنا مشن انجام دینے میں آسانی رہے۔“ جنرل پراون نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ لیکن ہو سکتا ہے ان وارداتوں سے وہاں کی فورسز چمکا ہو جائیں“..... کرنل راجیش نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”یہ رسک تو لینا ہی پڑے گا کرنل راجیش۔ تمہیں معلوم ہے کہ پاکیشیائی دہشت گردوں نے گزشتہ دنوں یہاں جو خوفناک دھماکے کئے اور تباہی پھیلانی ہے عوام اور اپوزیشن پارٹیاں ان کا پاکیشیا سے انتقام لینے پر حکومت کو مجبور کر رہی ہے۔ وزیر داخلہ کے مستعفی

ہونے کے بعد اب وزیر خارجہ پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ حکومت سے الگ ہو جائیں اور حکومت کو بھی دھمکیاں دی جا رہی ہیں کہ اگر وہ دشمن سے انتقام لینے کی جرأت نہیں رکھتی تو اقتدار اپوزیشن کے حوالے کر دے۔ اگرچہ حکومت نے جو پلان ہمارے سپرد کیا ہے

اس سے بھی پاکیشیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا لیکن عوام اور اپوزیشن کو اس کے بارے میں نہیں بتایا جاسکتا۔ چنانچہ ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے اور انتقامی کارروائی کرنے کا تاثر دینے کے لئے

”شیکھر۔ راون کو کال کر کے بتا دو کہ اس کی مدد کے لئے رام
اور ایٹابھ کو روانہ کیا جا رہا ہے“..... کرنل راجیش نے شیکھر سے
مطلب ہو کر کہا تو شیکھر نے ٹرانسمیٹر پر راون کی فریکوئنسی ایڈجسٹ
کی اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو راون۔ شیکھر کالنگ۔ اوور“..... شیکھر نے راون کو کال
کرتے ہوئے کہا جبکہ کرنل راجیش خاموشی سے سگریٹ کے کش لیتا
ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔ شیکھر کئی لمحوں تک راون کو کال کرتا رہا لیکن
دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ مزید چند لمحوں بعد شیکھر نے
ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”کیا ہوا۔ رابطہ قائم نہیں ہو رہا“..... کرنل راجیش نے شیکھر کی
طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔

”لیس سر۔ وہ کال رسیو نہیں کر رہا۔ نجانے کیا وجہ ہے۔“ شیکھر
نے سر ہلاتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو کرنل راجیش کے
ہرے پرتشویش کے تاثرات پھیلتے چلے گئے۔

ضروری سمجھا گیا ہے کہ پہلے وہاں دہشت گردی کی وارداتیں
جائیں اور سارا ملبہ انہی لوگوں پر ڈالا جائے جو پہلے سے وہاں
دھماکے کر رہے ہیں اور انکیریمیا سے برسرِ پیکار ہیں“..... جنرل
پران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھ گیا چیف۔ اب اجازت دیجئے کہ میں راون کی
کے لئے ممبرز کو روانہ کر دوں“..... کرنل راجیش نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

”ٹھیک ہے۔ راون کو ہدایت کر دینا کہ صبح عمران کے بارے
میں لازمی رپورٹ دے تاکہ پتہ چلے کہ پنڈت کالی داس کا
کس حد تک کامیاب ہوا ہے“..... جنرل پران نے کہا تو
راجیش نے سر ہلایا اور کرسی سے اٹھ گیا۔ اس نے جنرل پران
سلام کیا اور کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اپنے کمرے
میں آ کر اس نے کرسی پر بیٹھتے ہی فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پر
کرنے لگا۔

”ہیلو۔ رام سیلنگ“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز
دی۔

”کرنل راجیش بول رہا ہوں۔ تم ایٹابھ کے ساتھ میرے
پہنچو۔ تمہیں پاکیشیا جانا ہے“..... کرنل راجیش نے سخت لہجے
اور رسیور رکھ دیا۔ پھر اس نے ایک سگریٹ سلگایا اور لمبے
لینے لگا۔ شیکھر اپنی کرسی پر بیٹھا خاموشی سے اس کی طرف د

دیا تھا کہ وہ لبرٹی ہوٹل جا کر راون کی نگرانی کرے۔ اب اسے کافرستان سے اپنے فارن ایجنٹ ناصر کی رپورٹ کا انتظار تھا۔ آٹھ بجے اس نے فون پر منگل سنگھ سے رابطہ قائم کیا۔

”جناب۔ کوشش کے باوجود میٹنگ کی کارروائی کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔ صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ عوام اور اپوزیشن کے بے پناہ دباؤ اور حکومت سے مستعفی ہونے کے دھمکی آمیز مطالبات سے مجبور ہو کر پرائم منسٹر نے میٹنگ کال کی تھی۔ اس میں صرف وزیر خارجہ، وزیر داخلہ اور کافرستانی سیکرٹ سروس کے چیف نے شرکت کی جبکہ کرنل راجیش اور کافرستانی سیکرٹ سروس کے ممبرز میٹنگ ہال کے گرد پہرہ دیتے رہے“..... منگل سنگھ نے دوسری طرف سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا تو عمران کو مایوسی ہوئی اور اس نے منگل سنگھ کو چند ہدایات دینے کے بعد فون بند کر دیا۔ بلیک زیرو بھی منگل سنگھ کی بات سنتا رہا تھا کیونکہ عمران نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا تھا۔

”میرا خیال ہے میٹنگ میں پاکیشیا کے خلاف کوئی پلاننگ کی گئی ہوگی“..... بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یقیناً۔ لیکن پلاننگ کا پتہ چلنا از حد ضروری ہے“..... عمران نے متفکر لہجے میں کہا۔

”ہو سکتا ہے ناصر نے کوئی کامیابی حاصل کی ہو“..... بلیک زیرو نے ایک امکان ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

دانش منزل کے آپریشن روم میں عمران اور بلیک زیرو بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ عمران نے لاک اپ میں بند اپنے تعاقب کرنے والے کی صفدر سے اچھی خاصی مرمت کرائی تھی۔ تب اس شخص نے زبان کھولی تھی۔ اس کا نام کپور تھا اور اس کا تعلق کافرستان سیکرٹ سروس سے تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ اسے راون نے عمران کی نقل و حرکت کی نگرانی پر مامور کیا تھا اور وہ راون کے ہمراہ صبح پاکیشیا پہنچا تھا۔ راون اور کپور لبرٹی ہوٹل میں ٹھہرے تھے اور ان کے کمرے ہوٹل کے سیکنڈ فلور پر آئے تھے۔

کپور نے بتایا کہ وہ کافرستانی سیکرٹ سروس کے کسی منصوبہ سے واقف نہیں ہے اور اسے راون کی ماتحتی میں کام کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا کیونکہ راون اس سے سینئر تھا۔ چنانچہ عمران نے صفدر کے جانے کے بعد آپریشن روم میں آ کر چوہان کو فون پر

”راون کے بارے میں کیا رپورٹ ہے“..... عمران نے پوچھا۔
 ”چوہان نے بتایا ہے کہ وہ اپنے کمرے میں موجود ہے اور وقفہ
 وقفہ سے ٹرانسمیٹر پر کپڑ کو کال کر رہا ہے۔ چند منٹ پہلے اس نے
 اپنے ہیڈ کوارٹر سے بھی رابطہ قائم کیا تھا لیکن وہاں سے کسی شکم
 نامی شخص نے اسے بتایا کہ کنٹرل راجش موجود نہیں ہیں تو راون نے
 کہا کہ وہ تھوڑی دیر بعد کال کرے گا“..... بلیک زیرو نے تفصیل
 بتاتے ہوئے کہا تو اسی لمحے واچ ٹرانسمیٹر پر سنگل موصول ہوا۔ بلیک
 زیرو چونکا اور پھر اس نے واچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔
 ”ہیلو چیف۔ چوہان کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے چوہان کی
 آواز سنائی دی۔

”لیس۔ ایکسٹو انڈنگ یو۔ اوور“..... بلیک زیرو نے ایکسٹو کے
 مخصوص لہجے میں کہا۔

”چیف۔ راون کچھ دیر پہلے اپنے ہوٹل سے نکلا تھا۔ وہ مختلف
 سڑکوں پر گھومتا ہوا شہر سے باہر جانے والی سڑک پر گیا اور ایک گلی
 کے باہر کھڑی سیاہ کیڈلاک دیکھ کر رک گیا۔ اس نے گاڑی سے اتر
 کر اس کار کا جائزہ لیا اور واپس چلا گیا۔ اب وہ واپس اپنے
 کمرے میں پہنچ گیا ہے۔ اوور“..... دوسری طرف سے چوہان نے
 رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ فی الحال اس کی نگرانی جاری رکھو۔ اگر وہ کسی کو
 کال کرے تو سننے کی کوشش کرو۔ تھوڑی دیر بعد تمہیں نئی ہدایات

دی جائیں گی۔ اوور اینڈ آل“..... بلیک زیرو نے کہا اور ٹرانسمیٹر
 آف کر دیا۔

”اس نے کپور کی گاڑی تلاش کر لی ہے۔ اب وہ یقیناً دوبارہ
 اپنے ہیڈ کوارٹر کال کرے گا“..... عمران نے پر خیال لہجے میں کہا۔
 بلیک زیرو کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کمرے میں سیٹی کی مخصوص آواز
 ابھری تو بلیک زیرو نے سائیڈ ریک پر رکھا لاگ ریج ٹرانسمیٹر اٹھا
 کر اپنے آگے رکھ لیا۔ سیٹی کی آواز اسی سے بلند ہو رہی تھی۔ بلیک
 زیرو نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو چیف۔ ناصر کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے فارن ایجنٹ
 ناصر کی آواز سنائی دی۔

”لیس۔ ایکسٹو انڈنگ یو۔ کیا رپورٹ ہے۔ اوور“..... بلیک
 زیرو نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

”چیف۔ میننگ کی کارروائی ٹریس نہیں کی جاسکی کیونکہ سیکورٹی
 ہائی الرٹ تھی۔ کافرستانی سیکرٹ سروس کے ممبرز بھی میننگ ہال
 کے گرد پھرہ دے رہے تھے اور ملٹری انٹیلی جنس والے بھی موجود
 تھے۔ اوور“..... دوسری طرف سے ناصر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
 ”اس کا مطلب ہے کہ تم مکمل طور پر ناکام رہے ہو۔ اوور۔“
 بلیک زیرو نے خشک لہجے میں کہا۔

”نوسر۔ وزیر خارجہ کا ایک گہرا دوست رام پرشاد میرا بھی دوست
 ہے۔ ایک مرتبہ رات کے وقت سنان سڑک پر غنڈوں نے اس کی

میں فیصلہ کیا گیا کہ پاکیشیا میں دہشت گردی کے لئے فوراً کافرستانی سیکرٹ سروس کی ٹیم روانہ کی جائے جو پاکیشیا کے بڑے بڑے ہوٹلوں اور شاہجنگ مارکیٹوں میں بم دھماکے کرے گی اور یہ کام کافرستانی سیکرٹ سروس کے چیف کے سپرد کیا گیا ہے۔ کافرستانی سیکرٹ سروس کے چیف نے یہ ذمہ داری قبول کرتے ہوئے پرائم منسٹر کو یقین دلایا کہ وہ کل ہی اپنے ایجنٹوں کی ایک ٹیم پاکیشیا روانہ کر دے گا جو پرسوں پاکیشیا میں قیامت صغریٰ برپا کر دے گی۔ اس کے بعد اس پلان پر عمل کیا جائے گا جو پاکیشیا کی سلامتی کو پارہ پارہ کر دے گا۔ وزیر خارجہ نے رام پرشاد سے کہا کہ وہ تنظیم تک اس کا پیغام پہنچا دے کہ وہ تین دن تک صبر سے کام لے۔ اور..... فارن ایجنٹ ناصر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو عمران نے غصے کی شدت سے جیڑے بھیج لئے۔

”رام پرشاد کو تم پر شبہ تو نہیں ہوا۔ اور..... بلیک زیرو نے پوچھا۔

”نوسر۔ میں وہاں سے بحفاظت واپس آ گیا تھا۔ یہاں کے بڑے لوگ تنظیم سے اس قدر خوفزدہ رہتے ہیں کہ تنظیم کے خلاف بات کرتے ہوئے بھی گھبراتے ہیں۔ اور..... دوسری طرف سے کہا گیا۔ ”ٹھیک ہے۔ اب تم نے سیکرٹ سروس پر نگاہ رکھنی ہے کہ وہ کب اپنی ٹیم اس طرف روانہ کر رہی ہے۔ باقی ہدایات تمہیں بعد میں دی جائیں گی۔ کوئی اہم بات معلوم ہو تو فوراً مطلع کرنا۔ اور

گاڑی کو روک کر اسے اغوا کرنے کی کوشش کی تھی اور اتفاق سے میں وہاں سے گزر رہا تھا۔ میں نے غنڈوں سے اس کی جان بچانے کے لئے سائیکلسر لگے ریوالور سے تین غنڈوں کو ہلاک کر دیا اور اس وقت سے وہ میرا احسان مند ہے۔ میٹنگ ختم ہونے پر میرا رام پرشاد کے بنگلے پر گیا کیونکہ میری معلومات کے مطابق رام پرشاد کی وزیر خارجہ سے رشتہ داری بھی ہے۔ میں نے اس سے ملاقات کے دوران اسے بتایا کہ میرا تعلق اس انتہاء پسند تنظیم سے ہے جو پاکیشیا سے انتقام لینے اور وزیر خارجہ سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کر رہی ہے اور وزیر خارجہ نے کل تک استعفیٰ نہ دیا تو تنظیم اسے قتل کر ڈالے گی۔ لہذا اگر رام پرشاد اس کی زندگی کا خواہاں ہے تو وہ وزیر خارجہ کو فون کر کے معلوم کرے کہ میٹنگ میں پاکیشیا کے خلاف کیا حکمت عملی اور پلان وضع کیا گیا ہے تاکہ تنظیم وزیر خارجہ کے قتل سے باز رہے۔ تب رام پرشاد نے اس کے بنگلے سے فون کیا تو بتایا گیا کہ وزیر خارجہ گھر پر نہیں ہیں۔ پھر اس نے وزیر خارجہ کے موبائل فون پر اس سے رابطہ قائم کیا اور میری ہدایت پر موبائل فون کا سپیکر آن کر دیا۔ رام پرشاد نے اس سے وہی بات چیت کی جو میں نے اسے سمجھائی تھی۔ ساتھ ہی اس نے وزیر خارجہ کو یہ بھی بتایا کہ چونکہ وہ اس کا دوست ہے اس لئے انتہاء پسندوں نے اسے فون پر وزیر خارجہ کو قتل کرنے کی دھمکی دی ہے۔ تب وزیر خارجہ نے بتایا کہ تنظیم کے مطالبے پر ہی میٹنگ بلائی گئی تھی اور

ایڈ آل..... بلیک زیرو نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔
 ”سن لیا آپ نے۔ کتنا خطرناک پلان ہے دشمن کا“..... بلیک
 زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔
 ”بے فکر رہو۔ ان کا پلان انہی پر الٹ دوں گا۔ تم ممبرز
 الرٹ کر دو“..... عمران نے کہا اور اسی لمحے بلیک زیرو کے وار
 ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا تو اس نے واج ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔
 ”ہیلو چیف۔ چوہان کانگ۔ اور“..... دوسری طرف
 چوہان کی آواز سنائی دی۔
 ”لیس۔ ایکسٹو انڈنگ یو۔ اور“..... بلیک زیرو نے ایکسٹو
 مخصوص لہجے میں کہا۔

”سر۔ ابھی دو منٹ پہلے راون نے ٹرانسمیٹر پر کرنل راجیش
 کپور کے بارے میں اطلاع دی ہے اور بتایا ہے کہ کپور پاکیزہ
 سیکرٹ سروس کی قید میں ہے اور اس نے کپور کی گاڑی تلاش کر
 ہے۔ جواب میں کرنل راجیش نے اسے ہدایت کی ہے کہ وہ
 عمران کے فلیٹ جا کر عمران کی حالت معلوم کرے اور اس مقصد
 کے لئے خود جانے کی بجائے کسی دوسرے آدمی کو استعمال کرے
 اس کی مدد کے لئے آج رات دو ممبر روانہ کر دیئے جائیں گے
 کرنل راجیش نے کہا ہے کہ کل تک عمران سیکرٹ سروس کے
 ناکارہ ہو چکا ہو گا اور وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکا
 ہو گا۔ کرنل راجیش نے راون کو ہدایت کی کہ وہ اپنا ٹھکانہ فوراً

تبدیل کر لے تاکہ کپور سے پاکیزہ سیکرٹ سروس اس کا ایڈریس
 معلوم کر کے اس تک نہ پہنچ سکے۔ اور“..... دوسری طرف سے
 چوہان نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا تو عمران نے آئی کوڈ میں بلیک
 زیرو کو راون کی گرفتاری کے لئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم راون کو گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر پہنچا دو۔ اور ایڈ
 آل“..... بلیک زیرو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔
 ”یقیناً انہیں پنڈت کالی داس پر اعتماد ہے کہ وہ مجھے پاگل پن
 میں مبتلا کر دے گا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ اسی لئے تو وہ لوگ انتظار کر رہے ہیں کہ آپ ہوش
 وحواس کھو بیٹھیں تب وہ ادھر کا رخ کریں“..... بلیک زیرو نے کہا
 و عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”کیا اب بھی آپ ان کی آمد کا انتظار کریں گے“..... بلیک
 زیرو نے پوچھا۔

”نہیں۔ میں وہ عاشق نامراد نہیں ہوں کہ جو محبوب کے انتظار
 کی آگ میں سلگتے ہوئے راکھ بن جاتے ہیں“..... عمران نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو کیا آپ خود وہاں جائیں گے“..... بلیک زیرو نے چونکتے
 ہوئے کہا۔

”ہاں۔ سچا عاشق وہی ہوتا ہے جو محبوب کے پاس خود جائے۔
 اس کے گھر کے چکر لگائے اور محبوب کے دیدار سے سکون قلب

حاصل کرے اس لئے میں نے وہاں جانے کا فیصلہ کر لیا ہے کیونکہ کونوں نہیں بلکہ پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے اور میں بھی وہاں کر اپنی پیاس بجھاؤں گا۔ اپنے وطن کے دشمنوں کا خون میری پیاس بھڑکا رہا ہے۔..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا مگر اس سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

”ممبرز کو روانگی کا کون سا وقت بتانا ہے۔“ بلیک زیرو

عمران کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے پوچھا۔

”جو بھی قریب ترین فلائٹ ملے اس میں سیٹوں کا انتظام کر میں صبح سے پہلے وہاں پہنچنا چاہتا ہوں تاکہ دشمن کو یہاں آنے کی ضرورت نہ پڑے اور انہیں پتہ چل جائے کہ ہاگل عمران ان سروں پر آ پہنچا ہے۔..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑا؟ ”بہتر۔ کتنے ممبرز کو ساتھ لے جائیں گے۔“ بلیک زیرو احتراماً کھڑے ہو کر کہا۔

”تنویر، جولیا، صفدر، نعمانی اور صدیقی میرے ساتھ جائیں جبکہ چوہان اور خاور یہاں رہیں گے تاکہ کرنل راجیش جن دو کو یہاں بھیج رہا ہے انہیں گرفتار کیا جاسکے۔ سیٹوں کا انتظام کر کے بعد ممبرز کو کال کر دینا اور مجھے بھی بتا دینا۔ میں اپنے فلیٹ جا رہا ہوں۔“..... عمران نے بلیک زیرو کو ہدایات دینے کے بعد ہوئے کہا اور پھر وہ آپریشن روم سے نکل کر اپنی کار کی طرف چلا گیا۔

نوج چکے تھے۔ سلیمان نے کھانا لا کر لاؤنج میں میز پر رکھا اور جوزف کو اشارہ کیا کہ وہ کھانا کھالے۔

”کیا تم نہیں کھاؤ گے؟“..... جوزف نے چوکتے ہوئے پوچھا۔
”میں ہمیشہ کچن میں بیٹھ کر کھاتا ہوں۔“..... سلیمان نے اس طرح فخر سے کہا جیسے کچن کی بجائے کسی فائینوٹار ہوٹل کے ڈائٹنگ ہال کی بات کر رہا ہو۔

”چلو۔ میں بھی وہیں کھا لوں گا۔“..... جوزف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”خبردار۔ کچن میں قدم بھی رکھا تو ٹانگیں توڑ دوں گا۔“ سلیمان نے یکدم غراتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ اس میں جکڑنے والی کیا بات ہے؟“..... جوزف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں وہاں اپنی مرضی کا کھانا ہوں اور تمہاری نظر کالی ہے۔ تم نظر لگا دو گے اور میں بیمار پڑ جاؤں گا“..... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ جاؤ۔ جاؤ۔“..... جوزف نے غصے سے کہا اور کھانا کھانے لگا تو سلیمان مسکراتا ہوا بچن میں گھس گیا۔ ٹھیک اسی لمحے ڈرائینگ روم میں رکھے فون کی گھنٹی بج اٹھی لیکن سلیمان نے توجہ نہ دی اور اپنے لئے پلیٹ میں قورمہ ڈالنے لگا۔ گھنٹی ایک بار پھر بجی۔

”جوزف۔ جاؤ دیکھو کس غصت مارے کا فون ہے“..... سلیمان نے جوزف کو پکارتے ہوئے کہا۔

”تم جاؤ۔ میں کھانا شروع کر چکا ہوں“..... جوزف نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

”کھانا شروع کیا ہے یا کھانے میں ڈب گئے ہو جو کل نہیں سکتے“..... سلیمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ہیلو۔ عمران بول رہا ہوں“..... دفعتاً ڈرائینگ روم سے عمران کی آواز سنائی دی تو سلیمان بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ باس اندر ہیں۔ وہ کب آئے تھے“..... جوزف نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ وہ آتے تو تمہیں دکھائی نہ دیتے“..... سلیمان نے بچن سے نکلتے ہوئے کہا اور ڈرائینگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

”رک جاؤ سلیمان۔ کہیں باس کی آواز والی کا فون نہ ہو“

جوزف نے یکدم گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کون۔ مس جولیا کی بات کر رہے ہو“..... سلیمان نے پلٹ کر پوچھا۔

”ارے نہیں۔ وہ خون کی لکیر والی جو باس کی آواز میں بات کرتی ہے“..... جوزف نے جلدی سے کہا۔

”باس کی آواز میں بات کرتی ہے تو کیا ہوا۔ میں تو مس جولیا سے بھی کبھی نہیں ڈرا جو سینڈل کی زبان میں بات کرتی ہے“۔

سلیمان نے سر جھٹک کر کہا اور دوبارہ آگے بڑھا تو چونک پڑا۔ ڈرائینگ روم میں تاریکی تھی حالانکہ اس کمرے کی ٹیوب لائٹ

ہمیشہ جلتی رہتی تھی اور اسے یاد تھا کہ چند منٹ پہلے بھی ٹیوب لائٹ جل رہی تھی لیکن اب وہاں اندھیرا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ٹیوب

لائٹ میں کوئی خرابی ہو گئی تھی یا پھر جوزف نے لائٹ آف کی تھی۔ یہی سوچتا ہوا وہ ڈرائینگ روم کے دروازے میں پہنچا لیکن اندر

جھانکتے ہی وہ گھبرا گیا۔ عمران کے مخصوص صوفے پر ایک انسانی ڈھانچہ اطمینان سے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھا تھا۔ اس کے

ہاتھ میں فون کا رسیور تھا جسے اس نے اپنے کان سے لگا رکھا تھا۔ اس استخوانی ڈھانچے نے صوفے کی پشت سے کمر ٹکا رکھی تھی اور

دوسرا ہاتھ دروازے کے صوفے کے کنارے پر رکھا ہوا تھا۔

”لو سلیمان۔ تمہارا فون ہے“..... اس خوفناک ڈھانچے نے سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے عمران کی آواز میں کہا تو سلیمان

ایک لمحے کے لئے خوفزدہ ہو گیا لیکن پھر ہمت کر کے وہ کمر میں داخل ہو گیا۔ اندھیرے میں ڈھانچے کی ہڈیاں چمکتی دکھ دے رہی تھیں۔

”صاحب۔ کیا آپ قبر سے نکل آئے ہیں“..... سلیمان ڈھانچے کی طرف بچے تلے قدموں سے بڑھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اب تمہیں ساتھ لے جاؤں گا“..... ڈھانچے نے عمر کی آواز میں کہا جبکہ اس دوران سلیمان میز کے قریب پہنچ گیا۔

”اچھا۔ قبر میں آپ چیونگم کیسے چباتے ہیں۔ آپ کے دانت ہیں اور نہ زبان“..... سلیمان نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال ہوئے کہا اور جیب میں رکھا چولہا چلانے والا گیس لائٹر نکال ہاتھ میں لے لیا جو لمبائی میں چھ انچ تھا۔

”تم یہ فون سن لو پھر تفصیل سے بتانا ہوں“..... ڈھانچے غصیلے لہجے میں کہا اور رسیور سلیمان کی طرف بڑھایا ہی تھا سلیمان نے بلند آواز میں اللہ اکبر کہہ کر تیزی سے لمبی نال وا۔ لائٹر کو اس کے چہرے کی طرف کرتے ہوئے بٹن پریس کر دوسرے ہی لمحے لائٹر سے آگ کا شعلہ نکل کر ڈھانچے کی طرف لپکا اور اس کی استخوانی کھوپڑی سے ٹکرا گیا۔ ڈھانچے کے منہ۔ سوراخ سے ایک کربناک چیخنی ہوئی آواز نکلی۔ ہائے رام اور کے ساتھ ہی زور دار جھماکا ہوا جیسے آسانی بجلی چمکی ہو اور اگلے لمحے ڈھانچہ شعلوں میں لپٹا چھت کی طرف بلند ہوتا چلا گیا۔

دیکھ کر سلیمان بوکھلا گیا اور فوراً ہی پلٹ کر دروازے کی طرف بھاگا لیکن باہر نکلتے ہی جوزف سے ٹکرا کر رک گیا۔

”کیا ہوا۔ کیا ہوا سلیمان“..... جوزف نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا تو سلیمان نے چہرہ گھما کر دروازے کی طرف دیکھا اور بے اختیار اچھل پڑا۔ ڈرائیونگ روم میں ٹیوب لائٹ روشن ہو چکی تھی اور اب نہ وہاں ڈھانچہ تھا اور نہ اس کا نام و نشان۔ فون کا رسیور کریڈل پر رکھا تھا اور چھت پر بھی کسی قسم کی آگ کا نشان تک نہ تھا۔ سلیمان کو یوں محسوس ہوا جیسے اس نے کوئی خواب دیکھا ہو۔

”کیا ہوا۔ باس تو اندر نہیں ہیں“..... جوزف نے کمرے میں جھانکتے ہوئے کہا۔

”پہلے تم بتاؤ کہ میں جاگ رہا ہوں یا نیند میں ہوں“۔ سلیمان نے ہانپتے ہوئے کہا مگر جوزف نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

”ہو سکتا ہے۔ میں نے کھلی آنکھوں سے خواب دیکھا ہو۔ ذرا میرے بازو پر چٹکی بھرتا“..... سلیمان نے عجیب سے لہجے میں کہا تو جوزف نے حیرت سے منہ پھاڑتے ہوئے اس کے بازو کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”رہنے دو۔ تمہارے ہاتھ اتنے موٹے ہیں کہ تم چٹکی کی بجائے چٹکا بھرو گے“..... سلیمان نے یکدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا تو جوزف اس پر ہنس پڑا۔

”اچھا۔ یہ بتاؤ تم کیوں آگے کھانا چھوڑ کر“..... سلیمان اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”میں نے روشنی کا زور دار جھماکا سنا تھا جس کی چمک باہر پھیل تھی“..... جوزف نے جواب دیا۔

”اوہ۔ کیا تم اس کی آواز بھی سنتے رہے تھے“..... سلیمان چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ مجھے تمہاری اور باس کی گفتگو سنائی دی تھی۔ لیکن آ میں ایک اجنبی آواز سنائی دی تھی جس نے کہا تھا ہائے رام جوزف نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو سلیمان نے اطمینان کا سانس لیا کہ اس مرتبہ جوزف کو بھی بدروح کی آواز سنائی دی تھی ”یقیناً وہ کوئی کافر بدروح تھی۔ میں نے اسے اس لائٹر۔ چلایا تو اس نے ہائے رام کہا تھا“..... سلیمان نے جوزف کو لادکھاتے ہوئے مسکرا کر کہا تو جوزف سر سیمہ نگاہوں سے ا دیکھنے لگا۔

”کک۔ کیا واقعی“..... جوزف کے منہ سے خوفزدہ سی آواز نکلی اور اسی لمحے ڈور بیل بج اٹھی تو سلیمان اچھل پڑا۔

”ہاں آؤ۔ شاید صاحب آگئے ہیں“..... سلیمان نے تیزی باہر لپکتے ہوئے کہا اور جوزف بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔

”کون ہے“..... سلیمان نے بیرونی دروازے کے پاس پہنچ جھٹکے سے رکتے ہوئے کہا اور اس کے عقب میں دوڑتا ہوا جوزف

سلیمان سے آکر لکرایا جس کے نیچے میں دھکا گرنے سے سلیمان سر کے بل دروازے سے جا لکرایا اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ جوزف بھی لڑکھڑا گیا تھا۔

”کیا ہوا سلیمان۔ دروازہ کھلو“..... باہر سے عمران کی غراہٹ سنائی دی۔

”بھینے نے ٹکر مار دی ہے“..... سلیمان نے سنبھل کر کراہتے ہوئے کہا اور پلٹ کر دروازہ کھول دیا۔ باہر کھڑے عمران نے غور سے سلیمان کو دیکھا تو اس کی پیشانی پر گوڑ سا ابھرا ہوا تھا۔

جوزف، سلیمان کے پیچھے کھڑا ہاپ رہا تھا۔

”یہ کیا بدتمیزی ہے۔ دروازہ ٹوٹ جاتا تو تمہارا باپ مرمت کرتا اسے“..... عمران نے سلیمان کو گھورتے ہوئے غصے سے کہا۔

”صاحب۔ مجھ پر کیوں خفا ہو رہے ہو۔ اس کا لے بھینے سے ہچمچے۔ اس نے مجھے دھکا دیا تھا“..... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”کیا میری غیر موجودگی میں تم دونوں یوں ہی ہڑبویگ مچاتے رہتے ہو“..... عمران نے اندر قدم رکھتے ہوئے جوزف سے کہا۔

”نہیں۔ نہیں باس۔ میں نے اسے دھکا نہیں دیا۔ یہ یکدم رکا تو میں اس سے لکرا گیا تھا“..... جوزف نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”ارے۔ میں تو رک گیا تھا مگر تمہاری بریکیں کیوں قفل ہو گئی تھیں ڈبل ڈیکر“..... سلیمان نے غصے سے جوزف کو گھورتے ہوئے

کہا۔

”تم خود ہو گے ڈبل بیگر۔ تم مجھے ڈرا کر کیوں بھاگے تھے جوزف نے غصے سے غراتے ہوئے کہا۔

”صاحب۔ سنا آپ نے۔ اس نے مجھے بیگر کہا ہے۔ آج مجھے بیگر کا مطلب بتائیں پھر میں اس کا لینے کو جواب دوں۔“ سلیمان نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے دھمکی آمیز میں کہا۔

”بکو مت۔ دروازہ بند کر کے کمرے میں آؤ۔“ عمران سلیمان کو ڈانٹتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ سلیمان نے دروازہ بند کیا اور جوزف کو گھورتے ہوئے عمران کے پیچھے بڑھ گیا۔ جوزف بھی اس کے پیچھے قدم اٹھانے لگا۔ وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو عمران اپنے مخصوص صوفے کے قریب پہنچ کر بیٹھنے لگا تھا کہ سلیمان چیخ پڑا۔

”ٹھہریے صاحب۔ ٹھہریے۔“ سلیمان نے چیختے ہوئے عمران چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا بک رہے ہو۔ میں کہیں بھاگا تو نہیں جا رہا کہ جاؤں۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میرا مطلب ہے اس صوفے پر مت بیٹھیں۔ آپ دوسرے صوفے پر بیٹھ جائیں۔“ سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”کیوں۔ کیا اس صوفے میں کانٹے لگے ہیں۔“ عمران

چلتے ہوئے کہا اور صوفے کو غور سے دیکھنے لگا۔

”نہیں صاحب۔ یہ ناپاک ہو چکا ہے۔ اس پر آپ کا مردہ بیٹھا رہا تھا۔“ سلیمان نے کہا۔

”کیا۔ میرا مردہ۔ میں تو ابھی زندہ ہوں باورچی کی اولاد۔“ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ سلیمان سچ کہہ رہا ہے۔ میں نے بھی اس کی آواز سنی تھی۔ وہ ڈھانچہ آپ کی آواز میں بول رہا تھا۔“ جوزف نے

سلیمان کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

”تو کیا اس صوفے پر کوئی ڈھانچہ دیکھا تھا تم نے۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں صاحب۔ وہ بدروح آج ڈھانچہ بن کر آئی تھی لیکن میں نے اللہ اکبر کہہ کر گیس لائٹر سے اسے جلا ڈالا۔“ سلیمان نے

ثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ مگر وہ جلا ہوا ڈھانچہ تو یہاں نظر نہیں آ رہا۔“ عمران نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”نہی تو سوچنے والی بات ہے صاحب۔ وہ ڈھانچہ شعلوں میں جلا چھت کی طرف بلند ہوا اور غائب ہو گیا۔ ہو سکتا ہے چھت پھاڑ کر کھل گیا ہو۔“ سلیمان نے کہا۔

”مگر چھت تو بالکل صحیح ہے۔ مجھے تفصیل سے بتاؤ ورنہ ڈھانچے کو جا کر واپس لے آؤ۔“ عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا تو

سلیمان تفصیل بتانے لگا۔

”گڈ۔ واقعی تم نے بڑی دلیری سے کام لیا ہے۔ آئندہ ایسی ہی جرات کا مظاہرہ کرنا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”اوہ۔ تو کیا وہ ڈھانچہ دوبارہ بھی آئے گا صاحب“..... سلیمان نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ دشمن مجھے خوفزدہ کرنا چاہتا ہے تاکہ میں اس کے خلاص کوئی کارروائی کرنے کے قابل نہ رہوں اس لئے وہ بار بار ڈھانچوں اور بدروحوں کو بھیجتا رہے گا“..... عمران نے سر ہلا۔
ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”آپ کو خوفزدہ کرنا چاہتا ہے تو آپ کی غیر موجودگی میں کیا بدروہیں آتی ہیں“..... سلیمان نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”اس لئے کہ میں خوف پر دلف ہوں۔ بدروہیں خود مجھ سے ڈرتی ہیں۔ بہر حال یہ باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ تمہیں صرف اتنا کرنا ہے کہ تم چند دن جوزف کے مہمان رہو گے۔“
عمران نے کہا تو سلیمان چونک پڑا۔

”یعنی اب جوزف ہن سنبا لے گا اور میں مہمان بن کر ان کے ہاتھ کا پکا کھاؤں گا۔ ہرگز نہیں صاحب“..... سلیمان نے انکا میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ کیا برائی ہے اس میں“..... عمران نے اسے گھورے ہوئے پوچھا۔ جوزف بھی غصیلی نگاہوں سے سلیمان کو گھور رہا تھا۔

”اسے کھانا پکانا نہیں آتا۔ اگلے سیدھے کھانے سے میں بیمار پڑ جاؤں گا“..... سلیمان نے منہ بنا کر کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔
”بکومت۔ تم یہاں نہیں رہو گے“..... عمران نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”کیوں صاحب۔ کیا یہ جوزف کے باپ کا فلیٹ ہے۔“
سلیمان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
”ہاں۔ باس میرا باپ ہے۔ گریٹ فادر“..... جوزف نے یکدم غراتے ہوئے کہا۔

”واہ۔ گریٹ فادر۔ آج پتہ چلا کہ لوگ مطلب کی خاطر کیسے گدھے کو باپ بنا لیتے ہیں“..... سلیمان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
”کیا بک رہے ہو باور فٹی کی اولاد۔ کیا میں تمہیں گدھا نظر آتا ہوں“..... عمران نے سلیمان کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”نن۔ نہیں۔ نہیں صاحب۔ مجھے تو نہیں لگتے۔ میں نے صرف مثال دی تھی“..... سلیمان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔
”دفع ہو جاؤ۔ میری غیر موجودگی میں تم رانا ہاؤس میں رہو گے جوزف کے ساتھ“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ آپ پہلے ہی بتا دیتے صاحب۔ کیا ابھی جانا ہے“..... سلیمان نے چونکتے ہوئے کہا۔
”ہاں۔ کیونکہ میں سفر پر جا رہا ہوں۔ اکیلے میں دشمن تمہیں

پریشان کرتا رہے گا کیونکہ اس کا ٹارگٹ صرف یہ فلیٹ ہے اور رانا ہاؤس میں بھی کوئی مردہ تمہیں نظر آ جائے تو اسے بھی اللہ اکبر کہہ کر گیس لائٹر سے جلا دینا۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کم جوزف اور سلیمان کمرے سے باہر نکل گئے۔

”سلیمان۔ چائے بنا کر دیتے جاؤ۔۔۔۔۔ عمران نے بلند آواز میں اسے ہدایت کی اور اسی لمحے فون کی تھنٹی بج اٹھی۔

”ہیلو۔ عمران بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ عمران نے رسیور اٹھا کر کا سے لگاتے ہوئے کہا۔

”بلیک زیرو بول رہا ہوں سر۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ خیریت۔۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔
”عمران صاحب۔ چوہان اس آدمی کو لے آیا ہے۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو نے کہا۔

”گڈ۔ راؤن نے مزاحمت تو نہیں کی۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔
”نہیں۔ چوہان مجھے کال کرنے کے بعد دوبارہ اس کے کمرے کی طرف گیا تو راؤن کمرے سے نکل رہا تھا۔ چوہان نے یکدم اچانک پر حملہ کر کے اسے بے ہوش کر دیا اور پھر یہاں لے آیا۔ اس کے علاوہ آج رات بارہ بجے کی ایک فلائٹ پر آپ لوگوں کی سہولت مخصوص کر دی گئی ہیں۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے تو عمران نے مطمئن انداز میں سر کو جنبش دی۔

”کیا ممبرز کو اطلاع کر دی ہے۔۔۔۔۔ عمران نے ایک لمحہ کے توقف کے بعد پوچھا۔

”جی ہاں۔ آپ کے جاتے ہی میں نے انہیں روائگی کی تیاری کا حکم دے دیا تھا۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ انہیں دوبارہ کال کر کے فلائٹ کے بارے میں اطلاع کر دو تاکہ وہ بروقت ایئر پورٹ پہنچ جائیں۔ خاور کے ہاتھ کاغذات مجھے بھجوا دو اور راؤن کی زبان کھلوا کر معلومات حاصل کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ دشمن کا اصل پلان معلوم ہو جائے تاکہ اس کو فوری طور پر ناکام بنا دیا جائے۔ ہو سکتا ہے راؤن کو اس پلان کا علم ہو۔ ویسے مجھے شک ہے کہ کرٹل راجیش نے احتیاطاً راؤن کو اس پلان سے بے خبر ہی رکھا ہو گا لیکن پھر بھی اس سے پوچھ گچھ کر لینا بہتر رہے گا۔۔۔۔۔ عمران نے بلیک زیرو کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”بہت بہتر۔ میں ابھی اسے دیکھتا ہوں۔ آپ فلیٹ پر کب تک رہیں گے۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے دوسری جانب سے پوچھا۔

”گیارہ بجے ایئر پورٹ روانہ ہو جاؤں گا۔ اور ہاں۔ سلیمان کو جوزف کے ساتھ رانا ہاؤس بھیج رہا ہوں۔ میری واپسی تک وہ وہیں رہے گا۔ پنڈت کالی داس کی شیطانی طاقتیں یہاں اسے مسلسل پریشان کریں گی۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ کیا پھر کوئی بدروح وہاں آئی تھی۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے

چوکتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔ لیکن اس مرتبہ میرا ڈھانچہ آیا تھا دہشت پھیلانے“
عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”آپ کا ڈھانچہ کیا وہ آپ کا ہم شکل تھا“..... بلیک زیرو
نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”نہیں۔ ایک عام انسانی ڈھانچہ جو یہاں صوفے پر بیٹھا میری
آواز میں سلیمان سے باتیں کرتا رہا“..... عمران نے مسکراتے
ہوئے کہا اور سلیمان کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ تفصیل سے بتا
دیا۔

”حیرت ہے۔ سلیمان نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا کہ اسے جلا
ڈالا“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”ہاں۔ غالباً سلیمان نے خطرے کے پیش نظر ہی جیب میں
گیس لائٹر رکھا ہوا تھا۔ سید عابد علی شاہ کے تعویذ کے اثرات سے
اس مرتبہ وہ خوفزدہ نہیں ہوا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اس تعویذ کی
برکت سے آئندہ بھی وہ خوف محسوس نہیں کرے گا“..... عمران نے
کہا۔

”اچھا۔ اور کوئی حکم جناب“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”تمام ممبرز میک اپ میں جائیں گے اور دو گروپس میں۔
میرے ساتھ جولیا اور صدیقی ہوں گے۔ دوسرے گروپ میں نعمانی
صفدر اور تنویر شامل ہوں گے اور جب تک میں نہ چاہوں دونوں

گروپ ایک دوسرے سے لاتعلقی رہیں گے۔ قیام بھی دو مختلف
ہوٹلوں میں کریں گے“..... عمران نے بلیک زیرو کو سمجھاتے ہوئے
کہا۔

”کیا میں فارن ایجنٹ ناصر کو اطلاع دے دوں آپ کے
بارے میں“..... بلیک زیرو نے جلدی سے پوچھا۔

”اے صرف اتنا بتا دو کہ وہ ہمارے لئے چند گاڑیاں تیار رکھے
اور کل صبح وہ میری کال کا منتظر رہے۔ ویس آل“..... عمران نے کہا
اور فون بند کر دیا۔ اسی لمحے سلیمان اندر آیا۔ اس نے چائے کا
کپ عمران کے سامنے میز پر رکھا اور واپس پلٹ گیا۔

”سلیمان۔ تم جوزف کے ساتھ اب روانہ ہو جاؤ۔ وہاں کوئی
مسئلہ پیش آئے تو طاہر کو فون کر لینا“..... عمران نے سلیمان سے
مخاطب ہو کر کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور باہر
نکل گیا۔ عمران نے چائے کا کپ اٹھایا اور گھونٹ لیتے ہوئے سفر
کے بارے میں سوچنے لگا۔

سلا کر کش لیتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔ چند لمحوں بعد دوازے پر دستک ہوئی اور پھر دروازہ کھلا اور کرنل راجیش اندر آیا۔ اس نے جنرل پران کو سلام کیا اور آگے بڑھا۔

”بیٹھو کرنل۔ پاکیشیا سے کیا خبر ملی ہے؟“..... جنرل پران نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

”کیپٹن رام نے بیس منٹ پہلے رپورٹ دی ہے سر“..... کرنل راجیش نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا عمران پاگل ہو چکا ہے؟“..... جنرل پران نے جلدی سے پوچھا۔

”نہیں چیف۔ عمران غائب ہو گیا ہے“..... کرنل راجیش نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ یہ تو اچھی بات ہے۔ یقیناً پنڈت کالی داس کی مادیورائی طاقتوں نے اسے غائب کر دیا ہو گا“..... جنرل پران نے خوش ہوتے ہوئے پرمسرت لہجے میں کہا۔

”لیکن وہ اس طرح غائب نہیں ہوا چیف“..... کرنل راجیش نے جلدی سے کہا۔

”کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں“..... جنرل پران نے حیرت بھرے لہجے میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ کیپٹن رام نے بتایا ہے کہ وہ صبح سویرے سات بجے عمران کے فلیٹ پہنچا تھا۔ فلیٹ کا دروازہ لاک تھا۔ پھر کیپٹن رام

کافرستان سیکرٹ سروس کے چیف جنرل پران نے اپنے آفس روم میں آ کر ریوالونگ چیئر پر بیٹھتے ہی انٹرکام کا بٹن پریس کر دیا۔

”لیس چیف“..... فوراً ہی انٹرکام سے ایک مودبانہ آواز سنائی دی۔

”کرنل راجیش آگئے ہیں“..... جنرل پران نے سخت لہجے میں پوچھا اور ساتھ ہی کلاک کی طرف دیکھا جس پر گیارہ بج رہے تھے۔

”لیس چیف۔ وہ کافی دیر سے آئے ہوئے ہیں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”انہیں میرے پاس بھیج دو“..... جنرل پران نے مختصراً کہا اور انٹرکام آف کر دیا۔ پھر اس نے سگار بکس سے ایک سگار نکالا اور

نے بلڈنگ کے چوکیدار کو رشوت دے کر عمران کے متعلق پوچھا تو چوکیدار نے بتایا کہ فلیٹ میں کوئی نہیں ہے۔ گزشتہ رات تقریباً دس بجے عمران کا ملازم سلیمان ایک کالے افریقی کے ساتھ ٹیکسی میں کہیں گیا تھا۔ اس کے نصف گھنٹے بعد اس نے عمران کی مخصوص سرخ سپورٹس کار کو روانہ ہوتے دیکھا تھا۔ رات بھر ان میں سے کوئی واپس نہیں آیا۔..... کرنل راجیش نے مسلسل بات کرتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ عمران اور اس کا ملازم خوفزدہ ہو کر فلیٹ چھوڑ گئے اور عمران پنڈت کالی داس کے وار سے بچ گیا۔“ جنرل پران نے منہ ہناتے ہوئے کہا۔

”لیس چیف۔ یقیناً یہی بات ہو گی۔“..... کرنل راجیش نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”لیکن مادرائی قوتیں تو ہر حالت میں اپنے ٹارگٹ تک پہنچتی ہیں چاہے وہ دنیا میں کہیں بھی ہو۔ اگر عمران پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر یا کسی اور جگہ جا چھپا ہے تو پھر بھی وہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔“..... جنرل پران نے پرسوج لہجے میں کہا۔

”سر۔ شاید آپ کو پنڈت کالی داس کی بات یاد نہیں۔ انہوں نے آپ کو بتایا تھا کہ عمران پر کوئی مادرائی عمل اثر نہیں کرتا۔ لیکن شیطانی قوتیں عمران کو اس قدر زچ کر دیں گی کہ عمران پاگل ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے پنڈت کالی داس کی غلام روحمیں اپنے مقصد

میں ناکام رہی ہوں۔ ویسے میں نے کیپٹن رام کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ عمران کی گاڑی کو تلاش کرے اور سیٹلائٹ سرچ سنٹر سے رابطہ کر کے معلوم کرے کہ عمران کی سرخ سپورٹس کار کہاں ہے۔“..... کرنل راجیش نے کہا۔

”اس کی گاڑی کہیں بھی ہو کرنل راجیش ہمارا مقصد تو عمران کو ختم کرنا ہے۔“..... جنرل پران نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

”لیس سر۔ آپ پنڈت مہاراج سے رابطہ کر کے معلوم کر لیں تو اصل صورت حال کا پتہ چل جائے گا۔“..... کرنل راجیش نے مشورہ دیتے ہوئے کہا تو جنرل پران بے اختیار چونک پڑا۔

”تم درست کہتے ہو راجیش۔ پنڈت کالی داس کے پاس کیپٹن جوگندر کا ٹرانسمیٹر ہے۔ انہیں کال کرو۔“..... جنرل پران نے جلدی سے کہا تو کرنل راجیش نے میز پر رکھا ٹرانسمیٹر اٹھا کر اپنے سامنے رکھا اور اس پر فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔

”ہیلو مہاراج۔ کرنل راجیش کاننگ۔ اوور۔“..... کرنل راجیش نے مہاراج کالی داس کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اپنی زبان میں بات کر۔“ مہاراج ایکریمینی زبان نہیں سمجھتے۔“..... جنرل پران نے جلدی سے کہا۔

”ہیلو مہاراج۔ میں کرنل راجیش بات کر رہا ہوں۔ اوور۔“ کرنل راجیش نے جلدی سے کہا۔

”ہاں کرنل راجیش۔ میں پنڈت کالی داس سن رہا ہوں۔ اوور۔“

چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے آواز سنائی دی۔

”مہاراج۔ میرے چیف جنرل پران آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اور“..... کرنل راجیش نے مؤدبانہ لہجے میں سلام کرنے کے بعد کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کراؤ بات۔ میں سن رہا ہوں۔ اور“..... پنڈت کالی داس نے دوسری جانب سے نرم لہجے میں کہا۔

”مہاراج۔ میں جنرل پران بول رہا ہوں۔ پاکیشیا کے علی عمران کے سلسلے میں آپ نے کیا کیا۔ اور“..... جنرل پران نے پوچھا۔

”جنرل پران۔ میں نے گزشتہ رات ایک غلام روح کو عمران کے گھر بھیجا تھا لیکن اس کے ملازم سلیمان نے غلام روح کو جلا ڈالا۔ پھر میں نے ایک خطرناک جاپ کیا تاکہ عمران کے ملازم کو ختم کر کے اس کی روح کو اپنے تابع کروں اور سلیمان کی روح عمران کو ہلاک کر ڈالے لیکن غلام جن خالی ہاتھ واپس آ گیا۔ اس نے بتایا کہ عمران کے گھر میں کوئی موجود نہیں ہے۔ اب میں ایک اور عمل کر رہا ہوں جس سے معلوم ہو گا کہ عمران کہاں چھپا ہوا ہے۔ تب اس پر وار کروں گا۔ بہر حال میں عمران کو چھوڑوں گا نہیں۔ جاپ مکمل ہوتے ہی اس کا نیا ٹھکانہ مجھے نظر آ جائے گا۔ اور“..... پنڈت کالی داس نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”مہاراج۔ آپ کراہ کر رہے ہیں اور آج رات سے پہلے پہلے عمران

کا خاتمہ کر دیں۔ اور“..... جنرل پران نے التجائیہ لہجے میں کہا۔
”تم بے فکر رہو جنرل پران۔ عمران کو ہلاک کرنا میرا قومی اور مذہبی فریضہ ہے۔ میں عمران کو ختم کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ وہ زیادہ دیر تک میری قوتوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ میں عمران کو ختم کرنے میں اپنی تمام قوتیں صرف کر دوں گا۔ اور“..... پنڈت کالی داس نے کہا تو جنرل پران اور کرنل راجیش کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی خونخوار بھیڑیا غرا رہا ہو۔

”بہت بہتر مہاراج۔ لیکن ہمارے دو آدمی عمران نے گرفتار کر لئے ہیں۔ کیا آپ ان کا حال بتا سکتے ہیں۔ اور“..... جنرل پران نے پوچھا۔

”اس وقت میری ساری توجہ عمران پر ہے۔ اگر میں نے تمہارے آدمیوں کا حال معلوم کرنے کی کوشش کی تو عمران سے توجہ ہٹانا پڑے گی اور پھر مجھے نئے سرے سے جاپ شروع کرنا پڑے گا۔ اور“..... پنڈت کالی داس نے کہا۔

”ٹھیک ہے مہاراج۔ آپ صرف عمران پر توجہ دیں۔ کیونکہ کل میں نے اپنے آدمیوں کو پاکیشیا کی طرف روانہ کرنا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ رات تک عمران کا خاتمہ ہو جائے تاکہ میرے آدمیوں کو مزاحمت کا اندیشہ نہ رہے اور وہ بے فکر ہو کر اپنا مشن مکمل کر سکیں۔ اور“..... جنرل پران نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے پنڈت کالی داس کی ہندیانی ہنسی سنائی دی۔

”تم بار بار یہی بات کر رہے ہو جنرل۔ کیا تمہیں میری ذرا پر اعتماد نہیں ہے۔ اور“..... پنڈت کالی داس نے کہا۔

”نہیں مہاراج۔ میں ایسا خیال بھی دل میں لانا پاپ سمجھتا ہوں۔ اور“..... جنرل پران نے جلدی سے کہا۔

”بس تو سمجھ لو کہ آج عمران کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔ اور کوئی بات۔ اور“..... پنڈت کالی داس نے سخت لہجے میں کہا۔

”شکریہ مہاراج۔ بہت بہت شکریہ۔ اور اینڈ آل“..... جزا پران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے اشارے پر کرنل راجیش نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ جنرل پران نے سگار کا کھڑا انڈ ٹرے میں ڈالا ہی تھا کہ انٹرکام کی کھنٹی بج اٹھی۔

”لیں“..... جنرل پران نے انٹرکام آن کر کے مخصوص لہجے میں کہا۔

”شیکھر بول رہا ہوں چیف۔ باس آپ کے پاس ہیں“ انٹرکام سے کرنل راجیش کے سیکرٹری شیکھر کی آواز سنائی دی۔

”لیں شیکھر۔ کیا بات ہے“..... کرنل راجیش نے جلدی سے کہا۔

”باس۔ کیپٹن رام کی کال ہے۔ بات کیجئے“..... شیکھر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ہیلو کیپٹن رام۔ کرنل راجیش بول رہا ہوں“..... کرنل راجیش نے کیپٹن رام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”باس۔ عمران کی مخصوص کار کا پتہ چل گیا ہے“..... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”اچھا۔ کہاں ہے“..... کرنل راجیش نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

”ایئر پورٹ کی پارکنگ میں اور اس کے ونڈ سکرین واپس میں چھٹی پارکنگ فیس کی پرچی پر گزشتہ شب سوا گیارہ بجے کا وقت درج ہے“..... دوسری طرف سے کیپٹن رام نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا تو کرنل راجیش اور جنرل پران دونوں بے ساختہ چوٹک پڑے۔

”کیا۔ ایئر پورٹ پر۔ اس کا مطلب ہے کہ گزشتہ رات عمران اپنے فلیٹ سے سیدھا ایئر پورٹ پہنچا تھا“..... کرنل راجیش نے چیختے ہوئے کہا۔

”لیں باس۔ ایسا ہی لگتا ہے۔ کیونکہ اس کی بلڈنگ کے چوکیدار نے عمران کی کار کو گیارہ بجے روانہ ہوتے دیکھا تھا اور عام رفتار سے فلیٹ سے ایئر پورٹ پہنچنے میں تقریباً پندرہ بیس منٹ لگتے ہیں۔ گویا عمران راستے میں رکنے اور کسی دوسری جگہ جانے کی بجائے سیدھا ایئر پورٹ پہنچا ہوگا“..... کیپٹن رام نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ عمران کسی فلائٹ سے سفر پر گیا ہے۔ تم اس وقت کہاں ہو“..... کرنل راجیش نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ایئر پورٹ سے باہر سڑک پر باس“..... کیپٹن رام نے کہا۔

”اوہ۔ شاید تم نے درست اندازہ لگایا ہے کرل“..... جنرل پران نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

”شاید نہیں چیف۔ مجھے یقین ہے کیونکہ پنڈت کالی داس نے صاف کہا ہے کہ عمران فطری طور پر نڈر اور بے خوف آدمی ہے اور وہ مادرائی مخلوق سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے سوچا جائے تو ذہن میں یہی بات آتی ہے کہ راون اور کپور کی زبان کھلوا کر ایکسو نے معلوم کر لیا ہوگا کہ عمران کو دہشت زدہ کرنے کے لئے ہم نے مادرائی قوتوں کا سہارا لیا ہے۔ چنانچہ ایکسو نے فوری طور پر عمران کو اس طرف روانہ کر دیا ہوگا اور عمران کے دونوں ملازم اپنے پاس بلا لئے ہوں گے“..... کرل راجیش نے واقعات کی کڑیاں جوڑتے ہوئے کہا تو جنرل پران کے چہرے پر فکر مندی کی شکنیں پھیل گئیں۔

”اگر واقعی ایسا ہی ہے تو کیا عمران تبہا یہاں آیا ہوگا“۔ جنرل پران نے کرل راجیش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”نوسر۔ لازماً اس کے ساتھ سیکرٹ سروس کے دو چار ممبر یا پوری ٹیم ہوگی۔ تبہا عمران یہاں کچھ نہیں کر سکتا لیکن آپ کوئی فکر مت کریں۔ پہلے یہ تصدیق ہو جائے کہ عمران واقعی اس طرف آیا ہے یا کسی دوسرے ملک گیا ہے۔ اس کے بعد ہی مزید کوئی قدم اٹھایا جائے گا۔ ابھی سے فکر کرنا مناسب نہیں ہے“..... کرل راجیش نے مؤدبانہ لہجے میں جنرل پران کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”تم فوری طور پر ایئر پورٹ انکوائری سے معلوم کرو کہ مجھے بجے کے بعد کون سی فلائٹ کہاں کے لئے روانہ ہوئی تھی۔ فلائٹ کے مسافروں کی لسٹ حاصل کر کے چیک کرو کہ اس عمران نے سفر کیا ہے یا نہیں“..... کرل راجیش نے ہدایت کر ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں“..... کیپٹن رام مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”میں تمہاری رپورٹ کا منتظر ہوں۔ ایتنا بھ کہاں ہے“..... راجیش نے پوچھا۔

”اسے میں نے عمران کے فلیٹ کی نمکرائی کے لئے بھیجا تھا خود یہاں آ گیا تھا“..... کیپٹن رام نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم فوراً معلومات حاصل کر کے مجھے کال کرو“..... کرل راجیش نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور انٹرکام آف دیا۔

”لگتا ہے عمران دہشت زدہ ہو کر اپنے ملک سے بھاگ ہے“..... جنرل پران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یس چیف۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ راون اور کپور سے اس اصلیت معلوم کرنے کے بعد اس نے ہمارے ملک کا رخ کیا گا“..... کرل راجیش نے تشویش آمیز نگاہوں سے سے جنرل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو جنرل پران بے اختیار چوک پڑا۔

”میرا بھی یہی خیال ہے باس۔ کیونکہ عمران کی بلڈنگ کے چکیدار نے عمران کی کار میں عمران کی بجائے ایک اجنبی کو روانہ ہوتے دیکھا تھا اور وہ اجنبی عمران ہی ہو گا جسے میک اپ کی وجہ سے چکیدار نہیں پہچان سکا تھا“..... کیپٹن رام نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

”کیا لسٹ میں جولیا کا نام ہے۔ عمران کے بیرونی مشن میں وہ ہمیشہ عمران کے ساتھ رہتی ہے کیونکہ دونوں آپس میں محبت کرتے ہیں اور جولیا نے عمران کی وجہ سے اپنا ملک اور مذہب چھوڑا ہے“..... کرنل راجیش نے کہا۔

”نوسر۔ لسٹ میں چار عورتوں کے نام تو ہیں لیکن جولیا کا نام نہیں ہے“..... کیپٹن رام نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم واپس اپنے ٹھکانے پر جاؤ اور اگلی ہدایات کا انتظار کرو“..... کرنل راجیش نے آخر میں کہا اور انٹرکام آف کر کے جنرل پران کی طرف دیکھنے لگا جس کے چہرے پر فکر و پریشانی کی شکلیں پھیلی ہوئی تھیں۔

”جیف۔ میرا اندازہ درست نکلا ہے۔ یقیناً عمران رات سے ہماری سرزمین پر موجود ہے“..... کرنل راجیش نے جوشیے انداز میں کہا۔

”اس کی موت اسے یہاں کھینچ لائی ہے کرنل۔ گیدڑ کی جب موت آتی ہے وہ شہر کا رخ کرتا ہے اور تم نے بھی اس پاگل عمران

”خیر۔ چائے منگوا لو۔ کیپٹن رام کی رپورٹ کا انتظار چاہئے“..... جنرل پران نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا تو کرنل راجیش نے انٹرکام آن کر کے آپریٹر کو چائے بھجوانے کی ہدایت دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک ملازم چائے کی بڑی ٹرے اٹھائے آیا۔ اس نے ان دونوں کے سامنے ادب سے چائے کے کپڑے رکھے اور خالی ٹرے لے کر واپس باہر چلا گیا۔ جنرل پران اور کرنل راجیش خاموشی سے چائے پینے لگے۔ تقریباً دس منٹ بعد انٹرکام بیل بج اٹھی تو کرنل راجیش نے ہاتھ بڑھا کر انٹرکام آن کر دیا دوسری طرف سے اس کے سیکرٹری ٹیکسٹر نے کیپٹن رام کی کال اطلاع دی۔

”ہیلو کیپٹن رام۔ کیا خبر ہے“..... کرنل راجیش نے انٹرکام کیپٹن رام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”باس۔ گزشتہ رات بارہ بجے ایک فلائٹ کافرستان کے روانہ ہوئی تھی۔ وہ فلائٹ پاکیشیا ایئر لائنز کی تھی لیکن اس مسافروں کی لسٹ میں عمران کا نام نہیں ہے“..... دوسری طرف۔ کیپٹن رام نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو کرنل راجیش بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ یقیناً۔ عمران نے کسی دوسرے نام سے سفر کیا ہو گا۔ میک اپ سے شکل تبدیل کر رکھی ہو گی“..... کرنل راجیش۔ جلدی سے کہا۔

عمران، جولیا اور صدیقی اس وقت پاروتی ہوٹل کے ایک کمرے میں موجود تھے۔ دن کے گیارہ بجے تھے اور عمران کے بلانے پر جولیا اور صدیقی اپنے کمروں سے نکل کر عمران کے کمرے میں آئے تھے۔ گزشتہ رات کافرستان کے دارالحکومت میں پہنچنے کے بعد انہوں نے اس ہوٹل میں قیام کیا تھا جبکہ ایکسٹو کی ہدایت کے مطابق تنویر، نعمانی اور صفدر نے مکیش ہوٹل میں کمرے لئے تھے اور صفدر نے وائچ ٹرانسمیٹر پر عمران کو اپنے ہوٹل کا نام اور ایڈریس بتا دیا تھا۔ جواب میں عمران نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ دس بجے اس کی کال کا انتظار کرے۔ چنانچہ دس بجے ناشتہ کرنے کے بعد اس نے صفدر کو فون کر کے ہدایت کی تھی کہ وہ تینوں نئے میک اپ کر لیں تاکہ ایمرجنسی کی صورت میں فوراً حرکت میں آ سکیں۔ ابھی اس نے اپنی شکل بھی تبدیل کرنی تھی اور صدیقی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے

کو بچ کر نہیں جانے دینا۔ کافرستان کی پیاسی زمین کو اب عمران کے خون سے سیراب کرنا ہے۔..... جزل پران نے جڑے پھینچے ہوئے کہا غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں چیف۔ میں عمران کے گندے خون سے اپنی سرزمین کو ناپاک کرنے کی بجائے عمران کو اس طرح قتل کروں گا کہ اس کا نجس خون اس کے مردے میں ہی منجمد ہو جائے“..... کرنل راجیش نے دانت پیستے ہوئے کہا اور تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”ٹھیک ہے۔ پورے شہر میں اپنے آدمیوں کا جال بچھا دو۔ پولیس کے ناکے لگواؤ اور خصوصی چیکنگ مشینری سے کام لے کر ہر مشتبہ شخص کی موقع پر ہی سکریننگ کا انتظام کرو۔ تمام اہم اور بڑے ہوٹلوں کو بھی چیک کرو“..... جزل پران نے سر ہلاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

”آپ فکر مت کریں چیف۔ عمران کسی بھی شکل میں ہو میں اسے چند گھنٹوں میں ہی گرفتار کر لوں گا“..... کرنل راجیش نے پرعزم لہجے میں کہا۔

”ادکے۔ جیسے ہی کامیابی حاصل ہو مجھے خوشخبری سناؤ“۔ جزل پران نے سخت لہجے میں کہا تو کرنل راجیش نے اسے سلام کیا اور پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

ہے اور اس نے ابھی جنرل پران کی آمد کی اطلاع دی ہے۔“ منگل
سنگھ نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے اب ہیڈ کوارٹر میں ہلچل شروع ہو
جائے کیونکہ میں یہاں پہنچ چکا ہوں“..... عمران نے سر ہلاتے
ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو آپ یہاں سے بات کر رہے ہیں“..... منگل سنگھ نے
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”بات تو منہ سے کر رہا ہوں۔ البتہ میں خود ایک ہوٹل کے
کمرے میں ہوں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سمجھ گیا جناب۔ آپ نے اپنی آمد کی پہلے سے اطلاع نہیں
دی۔ کیا ابھی پہنچے ہیں“..... منگل سنگھ نے پوچھا۔

”نہیں۔ آدھی رات کے بعد۔ اطلاع دینے کی ضرورت نہیں
تھی اور اگر دے بھی دیتا تو میرا کیا بگاڑ لیتے“..... عمران نے کہا۔

”میری یہ جرات کہاں سر۔ البتہ میں آپ کے لئے رہائش کا
انتظام کرتا اور آپ کو رسیو کرنے ایئر پورٹ آتا“..... منگل سنگھ نے
ہنستے ہوئے کہا۔

”فضول باتیں مت کرو منگل سنگھ۔ تمہیں معلوم ہے پنچھی اور
درویش کو رہائش رکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جس درخت پر چاہے
پنچھی بیٹھ جاتا ہے اور درویش کا جہاں دل چاہے ڈیرا ڈال دیتا
ہے۔ پھر میں اکیلا انہیں فیملی کے ساتھ آیا ہوں“..... عمران نے منہ

بیٹھا نیا میک اپ کر رہا تھا جبکہ عمران فون کا رسیور اٹھائے
پر لیس کر رہا تھا۔

”ہیلو۔ مارواڑی کلب“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے
ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”جنگل سنگھ بول رہا ہوں۔ منگل سنگھ سے بات کراؤ“..... عمران
نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو جولیا مسکرانے لگی۔

”رائٹ سر۔ ہولڈ کیجئے“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر
چند لمحوں بعد منگل سنگھ سے رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو جنگل سنگھ۔ منگل سنگھ بول رہا ہوں“..... دوسری طرف
سے منگل سنگھ کی آواز سنائی دی۔

”سناؤ منگل سنگھ۔ کوئی نئی بات معلوم ہوئی ہے“..... عمران نے
پوچھا۔

”نہیں جناب۔ البتہ میرا ایک آدمی سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر
کی نگرانی کر رہا ہے۔ اس وقت جنرل پران اور کرنل راجیش دونوں

ہیڈ کوارٹر میں موجود ہیں“..... منگل سنگھ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
”کیا کوئی ہلچل ہوئی ہے وہاں“..... عمران نے پوچھا اور ساتھ

ہی لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔
”نہیں۔ معمول کے مطابق کرنل راجیش دس بجے آفس پہنچا۔
دو تین منٹ پہلے جنرل پران آیا تھا۔ اندر سکون نظر آتا ہے۔ میرا

آدمی ہیڈ کوارٹر کے قریب واقع گرنز سکول کے باہر ٹھیلہ لگائے کھڑا

بناتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا آپ بیوی بچوں کو بھی ساتھ لائے ہیں جناب۔“
منگل سنگھ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ بچوں کے پیچہ ہو رہے تھے۔ بیوی نے بھی انہیں ساتھ لے جانے کی مخالفت کی کہ تنہائی کا سنہرا موقع مل رہا ہے۔ صرف ہم دونوں ہوں گے بادل ہو گا۔ رقص میں سارا جنگل ہو گا۔ بہر حال میں تھوڑی دیر میں تمہارے پاس آؤں گا۔“..... عمران نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو جولیا اسے گھورنے لگی جبکہ منگل سنگھ کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ صدیقی بھی مسکرا رہا تھا جو میک اپ سے فارغ ہو کر عمران کے قریب آ بیٹھا تھا۔

”یہ تم ہنس رہے ہو یا ہنہنا رہے ہو“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سوری سر۔ کیا آپ اکیلے آئیں گے“..... منگل سنگھ نے اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ نیگم کا موڈ خراب ہے۔ تمہاری ہنسی سن کر وہ ڈر جائے گی۔ آنے سے پہلے میں تمہیں اطلاع دے دوں گا۔ اس دوران اگر کوئی اہم اطلاع ملے تو مجھے اطلاع دینا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہوٹل کا نام اور کمرہ نمبر بتا کر فون بند کر دیا۔

”چلو۔ تم بھی اپنی شکل گم کرو۔ میرا مطلب ہے میک اپ تبدیل کر لو جب تک میں ایک اور کال کر لوں“..... عمران نے جلد

کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ سر جھٹک کر اٹھی اور ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔ عمران اور جولیا نے طیارے میں میاں بیوی کی حیثیت سے سفر کیا تھا اس لئے منگل سنگھ سے گفتگو میں اپنے ذکر پر جولیا کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔

”عمران صاحب۔ یہ منگل سنگھ کون ہے“..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”ایک مخبر ہے“..... عمران نے کہا اور اسی لمحے اس کی واچ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا تو اس نے چوکتے ہوئے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو عمران صاحب۔ ناصر علی کانگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے ناصر علی کی آواز سنائی دی۔

”لیں۔ عمران انڈنگ یو۔ اوور“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں آہستہ سے کہا تاکہ آواز باہر نہ جاسکے۔

”دونوں سپاٹ پر دو دو گاڑیاں پہنچا دی گئی ہیں جناب۔ آپ کی مطلوبہ چیزیں بھی ان میں موجود ہیں جو آپ نے صبح بتائی تھیں“..... دوسری طرف سے ناصر علی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”گڈ۔ گاڑیوں کی تفصیل“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو ناصر علی نے گاڑیوں کے نمبر، ماڈل اور کلر کی تفصیل بتا دی۔

”چابیاں بھی انہیں میں موجود ہیں۔ ابھی ابھی مجھے پولیس ہیڈ کوارٹر سے ایک اہم اطلاع ملی ہے“..... ناصر علی نے کہا۔

”کیسی اطلاع“..... عمران نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”پولیس ہیڈ کوارٹر سے بے شمار موبائل گاڑیاں شہر کے مختلف حصوں کی طرف روانہ ہوئی ہیں۔ انہیں اہم شاہراہوں اور چوراہوں کی ناکہ بندی کرنے کا حکم ملا ہے اور پولیس گاڑیوں کو چیک کر کے مشتبہ افراد کو حراست میں لے لے گی۔ پھر خصوصی آلات سے ان افراد کے چہروں کی سکریننگ کی جائے گی اور جس کے چہرے پر بھی میک اپ کی نشاندہی ہوگی اسے کسی خفیہ ادارے کے حوالے کر دیا جائے گا“..... ناصر علی نے کہا تو عمران سمجھ گیا کہ وہ خفیہ ادارہ کافرستانی سیکرٹ سروس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو گا۔ یقیناً کافرستانی سیکرٹ سروس کو اس کی یہاں آمد کا پتہ چل گیا ہے۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہوٹلز کو بھی چیک کیا جائے گا اس لئے تم ہماری رہائش گاہ کا فوری انتظام کرو“..... عمران نے کہا۔

”رہائش کا انتظام ہے جناب۔ انڈسٹریل روڈ پر بنگلہ ہے۔ اس میں گارڈ موجود ہے۔ میں ابھی اسے کال کرتا ہوں“..... ناصر علی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم اسے ہماری آمد کے بارے میں بتا دو۔ میں اپنے ساتھیوں کو وہاں جانے کی ہدایت کرتا ہوں۔ بنگلہ نمبر کیا ہے“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے ناصر علی نے نمبر بتا دیا۔ عمران نے واچ ٹرانسمیٹر آف کیا اور اس پر صفدر کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کی۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کالنگ۔ اور“..... عمران نے صفدر کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”لیں۔ صفدر انڈنگ یو۔ اور“..... رابطہ قائم ہوتے ہی صفدر کی آواز سنائی دی۔

”تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ فوراً ہوٹل چھوڑ کر انڈسٹریل روڈ پر بنگلہ نمبر اکٹالیس اے میں شفٹ ہو جاؤ۔ پور“..... عمران نے کہا۔

”بہت بہتر۔ ہمیں وہاں کیا کرنا ہو گا۔ اور“..... صفدر نے پوچھا۔

”تفصیل بعد میں بتاؤں گا۔ صدیقی اور جولیا کو بھی روانہ کر رہا ہوں۔ بنگلہ ناصر علی کا ہے اور وہاں صرف ایک چوکیدار ہے جسے ناصر علی نے تم لوگوں کی آمد کی اطلاع دے دی ہے۔ تم نے اسے صرف یہ بتانا ہے کہ تم ناصر علی کے مہمان ہو جس کی اطلاع ناصر علی اسے دے چکا ہے۔ اور اینڈ آل“..... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے جولیا کی طرف دیکھنے لگا جو میک اپ سے فارغ ہو چکی تھی۔

”صدیقی۔ تم دونوں ایک گاڑی میں چلے جاؤ“..... عمران نے صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا تو جولیا ڈرینگ ٹیبل کے سامنے سے اٹھ کر اس کے قریب آ گئی۔ اب وہ شکل و صورت سے مقامی گورت نظر آ رہی تھی اور پیشانی کے وسط میں تلک کا نشان بھی تھا۔

نئے میک اپ میں وہ نوجوان نظر آ رہی تھی جبکہ پاکیشیا سے آئے ہوئے وہ ادھیڑ عمر عورت کے روپ میں تھی اور عمران ساتھ ساتھ بوڑھا بنا ہوا تھا۔

”کیا تم نہیں چلو گے؟“..... جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں۔ تم دونوں جاؤ گے کیونکہ اب مقابلے میں مجھے جو جوان ہونا پڑے گا ورنہ اس بڑھاپے میں مجھے کون گھاس ڈالے گی؟“..... عمران نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”بکو مت۔ تم کیوں نہیں چل رہے؟“..... جولیا نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”مجھے ابھی میک اپ کرنا ہے۔ فی الحال تم دونوں نکلو میں باہر آؤں گا۔“..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو صدیقی بھی اٹھ کر اور پھر جولیا اور صدیقی کمرے سے باہر نکل گئے تو عمران نے دروازہ بند کیا اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ کر میک اپ کرنا لگا۔ تقریباً دس منٹ بعد وہ میک اپ سے فارغ ہوا اور دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ دروازہ لاک کر کے وہ میز صوفی کی طرف بڑھا۔ نیچے ہال سے گزر کر وہ سڑک پر آیا تو سڑک کی دوسری جانب فٹ پاتھ کے ساتھ کھڑی سفید رنگ کی ٹیوٹا کار کا نگاہ میں ہی نظر آ گئی۔ البتہ دوسری گاڑی غائب تھی جو یقیناً صدیقی اور جولیا لے جا چکے تھے۔

کار کے قریب آ کر عمران نے دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چابی انکیشن میں موجود تھی۔ عمران نے انجن سٹارٹ کیا اور کار آگے بڑھا دی۔ عمران نے ڈیش بورڈ کا لاک کھولا اور اندر ہاتھ ڈالا تو وہاں ایک ریوالور اور سائینسٹر موجود تھا۔ عمران نے ریوالور اٹھایا اور خانہ بند کر دیا۔ پھر اس نے ہاتھ جھکا کر ڈیش بورڈ کے نیچے اندر ہاتھ داخل کیا تو وہاں سیاہ پلاسٹک کی ایک تھیلی نظر آ رہی تھی۔ اس پلاسٹک بیگ میں چند ٹائم بم اور دیگر اشیاء تھیں۔ اس نے صبح نو بجے بیدار ہونے کے بعد ناصر علی سے رابطہ قائم کر کے اسے اپنی آمد کی اطلاع دے کر گاڑیاں بھجوانے کی ہدایت کی تھی تو اسلحہ کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔

چوراہے پر پہنچتے ہی اسے پولیس کے چند اہلکار کھڑے دکھائی دیئے۔ وہاں دو کاریں کھڑی تھیں جن کی تلاشی لی جا رہی تھی۔ پولیس کے ساتھ ایک سادہ لباس والا شخص بھی موجود تھا۔ چوراہے کی دوسری جانب بائیں طرف جانے والی سڑک پر پولیس کا ٹاکنہ تھا۔ عمران نے چوراہے سے دائیں جانب کار موڑ دی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر راستے میں کہیں اسے بھی روکا گیا تو اسے پولیس سے جان چھڑانا مشکل ہو جائے گی۔ اپنے میک اپ کے بارے میں اسے اطمینان تھا کہ خصوصی آلات سے بھی میک اپ کو چیک نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ یہ خدشہ ضرور تھا کہ اگر کسی شبہ کی بناء پر اس کی تلاشی لی گئی تو یقیناً اسے حراست میں لے لیا جائے گا۔ یہی سوچتے ہوئے

اس نے جیب میں پڑی تھیلی کھولی اور اس میں سے ایک ٹائم بم نکال لیا جو سائز میں ریٹ واچ کے برابر تھا۔

اگلے چوراہے پر بھی پولیس کا ناکہ تھا اور ایک کار کی تلاشی لی جا رہی تھی۔ سڑک کی دوسری جانب بھی دو گاڑیوں کو چیک کیا جا رہا تھا۔ اس سڑک پر زیادہ ٹریفک نہیں تھا۔ ابھی عمران پولیس ناکے سے بیس پچیس قدم دور ہی تھا کہ ناکے پر موجود ایک کانسیبل نے عمران کو روکنے کے لئے ہاتھ سے اشارہ کرنا شروع کر دیا۔ تب عمران نے فوراً ہی رفتار کم کر کے ٹائم بم پر چند سیکنڈ کا وقت ایڈجسٹ کیا اور کھڑکی سے ہاتھ نکال کر سڑک کی دوسری جانب کھڑی پولیس موبائل کی طرف اچھال دیا۔ ٹائم بم پولیس موبائل کے اگلے ٹائر کے پاس گرا۔ پھر جونہی وہ اشارہ کرنے والے کانسیبل کے قریب پہنچا ایک خوفناک دھماکے سے فضاء گونج اٹھی۔ پولیس موبائل اچھل کر فٹ پاتھ پر جا گری اور وہاں موجود پولیس والوں میں افراتفری پھیل گئی۔

کرٹل راہیش اپنے آفس میں بیٹھا سگریٹ پھونکتا ہوا بے چینی سے اپنے ماتحتوں سے کسی اہم رپورٹ کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ پانچ منٹ قبل شہر کا چکر لگا کر واپس آیا تھا۔ کافرستانی سیکرٹ سروس کے افراد نے شہر کی تمام سڑکوں پر پولیس کے ہمراہ ناکے لگا رکھے تھے اور ہر شخص کے پاس ایک خصوصی لیزر سائنر آلہ تھا جس سے میک اپ کے باوجود اصل شکل دیکھی جاسکتی تھی۔

کرٹل راہیش کو یقین تھا کہ عمران کسی بھی شکل میں ہو اس آلے کی مدد سے اسے فوراً ٹریس کر لیا جائے گا۔ دفعتاً اسے پنڈت کالی داس کا خیال آیا کہ اسے عمران کی یہاں آمد سے مطلع کر دیا جائے۔ ہو سکتا ہے وہ اپنی ماورائی قوتوں کی مدد سے فوراً ہی عمران کی نشاندہی کر دے کہ عمران کہاں اور کس شکل میں موجود ہے۔ چنانچہ وہ جہز پران کے کمرے میں جانے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ

فون کی کھنٹی بج اٹھی۔ اپنی میز بیٹھا اس کا سیکرٹری چونک کر اس طرف دیکھنے لگا۔

”ہیلو۔ کرل راجیش سٹیننگ“..... کرل راجیش نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”کرشن بول رہا ہوں باس۔ پرشاد روڈ کے چوراہے پر دھماکہ ہوا ہے“..... دوسری طرف سے اس کے ایک ماتحت مودبانہ آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ بم دھماکہ۔ کس نے کیا ہے“..... کرل راجیش چوکتے ہوئے پوچھا۔

”معلوم نہیں سر۔ یہاں سڑک کے دونوں جانب پولیس ٹاؤ گاڑیوں کو چیک کیا جا رہا تھا کہ اچانک دوسری جانب پولیس موبائل گاڑی ایک خوفناک دھماکے سے اڑ کر فٹ پاتھ پر جا گئی جبکہ موبائل کے عقب میں کھڑی دو گاڑیاں بھی تباہ ہو گئیں۔ پولیس اہلکار اور ان گاڑیوں کے ڈرائیور مارے گئے ہیں“..... کرل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”جہیں تو کوئی زخم نہیں آیا“..... کرل راجیش نے تشوہ بھرے لہجے میں پوچھا۔

”نوسر۔ میں سڑک کی دوسری طرف تھا۔ البتہ سارجنٹ آ تباہ ہونے والی گاڑیوں کے قریب تھا۔ وہ شدید زخمی ہوا ہے اور اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ اب اسے ایسوی لینس میں ڈالا جا

ہے“..... دوسری طرف سے کرشن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو کرل راجیش بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ تم ایسوی لینس کے ساتھ جاؤ اور اس کی جان بچانے کے لئے ڈاکٹروں کو سختی سے حکم دو“..... کرل راجیش نے غراتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ فٹ پاتھ پر چلنے والے چھ سات راگیر بھی زخمی ہوئے ہیں“..... کرشن نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن تم صرف آئند پر توجہ دو اور ہسپتال پہنچ کر مجھے اس کی حالت سے مطلع کرو۔ دیش آل“..... کرل راجیش نے سخت لہجے میں کہا اور فون کا رسیور رکھ دیا۔

”سر۔ کیا ہوا۔ کس نے دھماکہ کیا ہے“..... شیگر نے کرل راجیش کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تو کرل راجیش نے مختصراً اسے بتا دیا۔

”اوہ۔ کہیں یہ دھماکہ پاکیشیائی ایجنٹوں نے تو نہیں کیا“۔ شیگر نے چوکتے ہوئے کہا۔

”یقیناً۔ مجھے لگتا ہے عمران کو پولیس والوں نے روکا ہو گا اور عمران نے گرفتاری سے بچنے کے لئے بم دھماکہ کر دیا۔ میں چیف کے کمرے میں جا رہا ہوں۔ کرشن کوئی رپورٹ دے تو مجھے مطلع کرنا“..... کرل راجیش نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اٹھ کر دواڑے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ جہز پران کے

نے کیا ہو“..... کرنل راجیش نے امکان ظاہر کرتے ہوئے کہا۔
 ”تو کیا۔ یہ عمران کی کارروائی نہیں ہے“..... جنرل پران نے
 چونکتے ہوئے کہا۔

”ہو سکتا ہے کہ اس نے دھماکہ کیا ہو چیف۔ میں نے علیحدگی
 پسند تنظیم کی بات اس لئے کی ہے کہ ابھی تک ثابت نہیں ہو سکا کہ
 واقعی عمران یہاں پہنچ چکا ہے اور میں اسی لئے آپ کے پاس آیا
 ہوں کہ عمران کی یہاں موجودگی کی فوری تصدیق ہو جانی چاہئے۔
 آپ پنڈت کالی داس سے بات کریں اور وہ اپنے علم سے فوراً
 معلوم کر لے گا کہ وہ دھماکہ عمران نے کیا ہے یا کسی علیحدگی پسند
 تنظیم نے۔ پنڈت کالی داس کو یہ بھی بتائیں کہ ہمارے آدمی کی
 رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمران گزشتہ رات ہمارے ملک میں آیا
 تھا“..... کرنل راجیش نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو جنرل پران
 نے اثبات میں سر ہلایا اور میز پر رکھا ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو مہاراج۔ میں جنرل پران بول رہا ہوں۔ اور“..... جنرل
 پران نے پنڈت کالی داس کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں جنرل پران۔ میں کالی داس بول رہا ہوں۔ اور“۔ چند
 لمحوں بعد پر پنڈت کالی داس کی آواز سنائی دی۔

”مہاراج۔ غضب ہو گیا۔ دشمن ایجنٹوں نے ہمارے آٹھ دس
 آدمیوں کو قتل کر دیا ہے۔ اور“..... جنرل پران نے کہا۔

”اوہ۔ کیا پاکیشیائی ایجنٹوں نے۔ اور“..... دوسری طرف سے

کمرے میں داخل ہوا تو جنرل پران فون پر کسی سے بات کر
 تھا۔ اس نے کرنل راجیش کی طرف دیکھ کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا
 کرنل راجیش اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”ہاں۔ کیا خبر ہے کرنل راجیش“..... جنرل پران نے کچھ
 بعد رسیور رکھتے ہوئے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”بہت بری خبر ہے چیف۔ پرشاد روڈ پر بم بلاسٹ میں
 پولیس والوں سمیت آٹھ افراد ہلاک ہو گئے ہیں اور سارجنٹ آ
 کی زخمی خطرے میں ہے۔ وہ بری طرح زخمی ہوا ہے“..... کرا
 راجیش نے کہا تو جنرل پران بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ کب۔ کس نے دھماکہ کیا ہے“..... جنرل پران نے۔
 چہن ہوتے ہوئے پوچھا تو کرنل راجیش نے کرشن سے ملنے کا
 تفصیل بتا دی۔

”کیا مجرم پکڑا گیا ہے“..... جنرل پران نے پوچھا۔
 ”نہیں چیف۔ مجرم کا پتہ تو بعد میں چلے گا فی الحال تو وہا
 سے لاشیں اور زخمی اٹھائے جا رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آ
 نے عمران کو ٹرلین کر لیا ہو گا اور عمران نے گرفتاری سے بچنے
 لئے بم بلاسٹ کر دیا“..... کرنل راجیش نے پروتوق لہجے میں کہا۔
 ”تو اس کجخت نے آتے ہی قتل و غارت شروع کر دی“
 جنرل پران نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ اور یہ بھی ممکن ہے یہ دھماکہ کسی علیحدگی پسند

پنڈت کالی داس نے چوکتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں مہاراج۔ وہی ہمارے ملک اور دھرم کے سب سے بڑے اور ازلی دشمن ہیں۔ لیکن اس بات کا قوی امکان ہے کہ واردات اکیلے عمران نے کی ہے۔ اور“..... جنرل پران پنڈت کالی داس کو مذہب کے خوالے سے بھڑکاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا عمران ہمارے دلش میں ہے۔ اور“..... پنڈت کالی داس نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”معلوم تو یہی ہوتا ہے مہاراج۔ کیونکہ پاکیشیا سے ہمیں اٹلی ہے کہ گزشتہ رات عمران نے کافرستان آنے والے جہاز پر کیا تھا اور اس کی کار وہاں ایئر پورٹ پر موجود تھی جس میں اپنے گھر سے روانہ ہوا تھا۔ اس کی تصدیق کے لئے میں آپ درخواست کرتا ہوں کیونکہ اگر فوری طور پر تصدیق نہ ہوئی تو ہم خبری میں عمران کے ہاتھوں نجانے کب تک نقصان اٹھاتے گئے لیکن آپ اس کی یہاں موجودگی کی نشاندہی کر دیں تو ہم فوراً تلاش کر کے ختم کر سکتے ہیں۔ اور“..... جنرل پران مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”دو منٹ انتظار کرو جنرل پران۔ میں بتاتا ہوں۔ اگر وہ ہماری دھرتی پر موجود ہے تو میں اس کے خون سے غسل کروں تم لوگوں کو ہمیشہ کے لئے اس سے نجات مل جائے گی۔ دو ٹھہر جاؤ۔ ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اور“..... پنڈت کالی داس

غراتے ہوئے کہا تو جنرل پران معنی خیز نگاہوں سے کرنل راجیش کی طرف دیکھنے لگا اور کرنل راجیش کے لیوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”جنرل پران۔ کیا تم سن رہے ہو۔ اور“..... دو منٹ بعد ڈانسیر سے پنڈت کالی داس کی آواز سنائی دی۔

”سن رہا ہوں مہاراج۔ فرمائیں۔ اور“..... جنرل پران نے جلدی سے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”وہ ہمارے دلش کے دارالحکومت میں موجود ہے اور شہر کی اس سڑک پر موجود جو آدمی ہلاک ہوئے ہیں وہ عمران نے ہی ہلاک کئے ہیں۔ اس وقت وہ ایک کار میں گھوم رہا ہے اور اس نے شکل بدل رکھی ہے۔ اور“..... پنڈت کالی داس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا تو جنرل پران بے ساختہ اچھل پڑا اور کرنل راجیش کی طرف دیکھنے لگا۔ کرنل راجیش بھی حیرت زدہ دکھائی دے رہا تھا۔

”مہاراج۔ اس کی کار کا نمبر اور رنگ کیا ہے۔ اور“..... جنرل پران نے حیرت کے جھٹکے سے سنبھلتے ہوئے پوچھا۔

”ماورائی قوتیں اس قسم کی باتوں پر توجہ نہیں دیتیں۔ تم چاہو تو اسے گرفتار کر لو ورنہ شام تک وہ میری گرفت میں آچکا ہو گا کیونکہ میں ہنومان جی سے وعدہ کر چکا ہوں کہ میں اپنے دھرم کے اس نابکار اپرادہی عمران کو دیوتا کی بھیٹ چڑھائے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ کیا سمجھ۔ اور“..... پنڈت کالی داس نے چیختے ہوئے

کہ سارجنٹ آئند نے ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی دم توڑ دیا ہے۔
دوسری طرف سے شیکھر نے مودبانہ لہجے میں کہا تو جنرل پران کا
چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

”ٹھیک ہے۔ اس کی ڈیڈ باڈی کا پوسٹ مارٹم کرانے کی
ضرورت نہیں ہے۔ اسے ہیڈ کوارٹر لایا جائے“..... جنرل پران نے
غراتے ہوئے کہا اور انٹرکام آف کر دیا۔

”افسوس۔ ہمارا ایک بہترین ساتھی ہم سے جدا ہو گیا۔“ جنرل
پران نے کرنل راجیش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ فکر مت کریں چیف۔ پنڈت کالی داس نے تو شام تک
کی بات کی ہے لیکن میں اس سے پہلے ہی عمران کو تلاش کر کے
اس کی بوٹیاں اڑا دوں گا۔ گڈ بائی“..... کرنل راجیش نے جبرے
بھینچتے ہوئے خونخوار لہجے میں کہا اور پلٹ کر دروازے کی طرف
بڑھتا چلا گیا۔

کہا۔

”سمجھ گیا مہاراج۔ مجھے یقین ہے کہ عمران کی زندگی اور موت
کا اختیار بھگوان نے آپ کو ہی دیا ہے اور اب آپ ہی اس
اپرادی کو ختم کر سکیں گے۔ اور“..... جنرل پران نے انتہائی
خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ اب اس وقت کا انتظار کرو جب موت کی دیوی عمران
کو اپنے خونی پنجے میں جکڑے گی۔ اور“..... پنڈت کالی داس نے
کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر پر خاموشی چھا گئی۔ جنرل پران
نے ٹرانسمیٹر آف کر کے کرنل راجیش کی طرف دیکھا۔

”راجیش۔ تم نے سن لیا کہ عمران شہر میں موجود ہے۔ اپنے
آرمیوں کو فوراً ہدایت کر دو کہ وہ شہر میں سڑکوں پر موجود تمام
گاڑیوں کو چیک کریں اور سکیئر سے ہر گاڑی سوار کے چہرے کی
سکریننگ کریں۔ جو بھی شخص میک اپ میں ہو اسے گرفتار کر کے
یہاں پہنچا دیا جائے“..... جنرل پران نے سخت لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی ہدایات جاری کرتا ہوں اور خود بھی روانہ
ہو رہا ہوں“..... کرنل راجیش نے جلدی سے اٹھتے ہوئے مودبانہ
لہجے میں کہا اور اسی لمحے انٹرکام کی کھنٹی بج اٹھی۔

”لیس“..... جنرل پران نے انٹرکام کا بٹن پریس کر کے مخصوص
لہجے میں کہا۔

”شیکھر بول رہا ہوں چیف۔ کرشن نے فون پر اطلاع دی ہے

رکے سگریٹ کے پیکٹ سے ایک سگریٹ نکالا اور لائٹر سے سلگایا۔
 ٹھیک اسی لمحے انٹرکام کی تھنٹی بج اٹھی۔
 ”یس“..... منگل سنگھ نے انٹرکام کا ایک بٹن پریس کر کے سخت
 لہجے میں کہا۔

”باس۔ ایک صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں“..... انٹرکام
 سے ایک مودبانہ آواز سنائی دی۔
 ”مس پونم۔ کیا میں نے تمہیں ہدایت نہیں کی تھی کہ شام تک
 میں کسی سے ملاقات نہیں کروں گا“..... منگل سنگھ نے غصے سے کہا۔
 ”یس باس۔ یس باس“..... دوسری طرف سے پونم کی گھبرائی
 ہوئی آواز سنائی دی۔

”کیا تم نے اسے بتایا نہیں کہ میں یہاں موجود نہیں ہوں۔“
 منگل سنگھ نے پھر غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”یس۔ یس باس۔ میں نے یہی کہا تھا لیکن وہ خفا ہو گیا اور کہتا
 ہے کہ میں نے غلط بیانی کی ہے اور آپ نے اس کے خوف سے
 خود کو چوہے دان میں بند کر رکھا ہے تاکہ کوئی جلی آپ کو شکار نہ کر
 سکے“..... پونم نے پریشان لہجے میں کہا۔
 ”اوہ۔ اسے اتنی بکواس کرنے کی جرأت کیسے ہوئی۔ کون ہے
 وہ“..... منگل سنگھ نے غضبناک لہجے میں کہا۔

”معلوم نہیں باس۔ اس نے اپنا نام بتانے سے انکار کر دیا
 ہے۔ کہتا ہے نام شہروں میں رکھے جاتے ہیں۔ جنگل والوں کا کوئی

مارواڑی سنوکر کلب کے ہال کی بالائی منزل پر ایک شاندار
 آفس میں میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر بیٹھا تقریباً پینتالیس سالہ
 شخص منگل سنگھ شراب کی بوتل سے گھونٹ لیتے ہوئے سامنے دیوار
 پر نصب سکریٹوں کی طرف دیکھ رہا تھا جن پر ہال کے مختلف حصوں
 کے مناظر روشن تھے۔ سنوکر ٹیبلز پر کلب کے ممبر سنوکر کھیل رہے
 تھے۔ اس کی میز پر دو قسم کی ٹیلی فون سیٹ رکھے تھے جبکہ ایک
 ریہوٹ کنٹرول نما آلہ بھی میز پر موجود تھا۔ میز کے کنارے منگل
 سنگھ کے سامنے چند بٹن نصب تھے۔ میز پر بائیں جانب انٹرکام رکھا
 تھا۔ صحت مند قوی الجھ اور دراز قامت منگل سنگھ نے روایتی انداز
 میں سر پر پگڑی باندھ رکھی تھی لیکن اس کے چہرے پر داڑھی نہیں
 تھی۔ البتہ مونچھیں لمبی اور گھنی تھیں جبکہ جسم پر جدید تراش کا تھری
 پیس سوٹ تھا۔ شراب کے چند گھونٹ لینے کے بعد اس نے سامنے

نام نہیں ہوتا۔ انہیں سب لوگ جانور یا درندہ کہتے ہیں۔“..... پلہ نے جواب میں کہا تو منگل سنگھ چونک پڑا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے ریوٹ اٹھا کر اس کا رخ دیوار پر نصب ایک سکرین کی طرف کر کے بٹن پریس کیا تو سکرین سے سنوکر ٹیبل کا منظر غائب ہو گیا اور کاؤنٹر کا منظر ابھر آیا۔ کاؤنٹر کے پیچھے کاؤنٹر گرل انٹرکام کا رسیور کان سے لگائے بیٹھی تھی جبکہ کاؤنٹر کے آگے سٹول پر ایک ادھیڑ عمر شخص بیٹھا لڑکی کو غصیلی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ منگل سنگھ کے لئے وہ بالکل اجنبی تھا۔

”پونم۔ رسیور اسے دو۔ میں بات کرتا ہوں۔“..... منگل سنگھ نے پونم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو پونم نے رسیور اجنبی کی طرف بڑھاتے ہوئے کچھ کہا تو اس شخص نے لٹی میں سر ہلاتے ہوئے کچھ کہا تو پونم نے رسیور اپنے کان سے لگا لیا۔

”باس۔ وہ کہتا ہے کہ فون پر بات نہیں کرے گا۔ وہ صرف آپ کے درشن کے لئے آیا ہے اور درشن کئے بغیر واپس جنگل میں نہیں جائے گا بلکہ ساری زندگی یہاں بیٹھا رہے گا۔“..... پونم نے کہا تو منگل سنگھ چونک پڑا اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ مسکرانے لگا۔

”ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ اسے احترام کے ساتھ میرے کمرے میں بھجوا دو۔“..... منگل سنگھ نے نرم لہجے میں کہا اور انٹرکام آف کر دیا۔ پھر اس نے ریوٹ سے سکرین کا منظر تبدیل کیا اور میز سے شراب کی بوتل اٹھا کر میز کی چٹلی جانب دراز میں رکھ دی۔

تقریباً دو منٹ بعد کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تو منگل سنگھ نے میز کے کنارے نصب ایک بٹن پریس کر دیا۔ ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بٹن پریس ہوتے ہی خود کار دروازہ کھل گیا اور باہر ایک بادر دی ملازم کے ساتھ ایک اجنبی دکھائی دیا۔ وہ دونوں اندر آ گئے۔

”تم جاؤ چند۔“..... منگل سنگھ نے ملازم سے مخاطب ہو کر حکمانہ لہجے میں کہا تو ملازم پلٹ کر باہر نکل گیا۔ منگل سنگھ نے دوبارہ بٹن پریس کیا تو دروازہ بند ہو گیا۔

”آئیے جناب۔ میں آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا۔“..... منگل سنگھ نے اجنبی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”انتظار خاک کر رہے تھے۔ انتظار تو مجھے کرنا پڑا کہ تم کب سمجھو گے۔“..... اجنبی نے منہ بنا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ سوری۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو زحمت ہوئی۔ آپ پہلے ہی کاؤنٹر گرل کو بتا دیتے کہ آپ جنگل سنگھ ہیں۔“..... منگل سنگھ نے اس کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے ہنس کر کہا تو اجنبی کے لیوں پر مسکراہٹ پھیل گئی جو کہ عمران ہی تھا۔

”مجھے معلوم ہوتا کہ روایتی سردار جی کی طرح تمہیں بھی بات بڑی دیر سے سمجھ آتی ہے تو میں کلب سے باہر فون بوتھ سے تمہیں فون کر دیتا۔“..... عمران نے اس کا گرجبوشی سے ہاتھ دباتے ہوئے کہا تو منگل سنگھ ہنسنے لگا۔

نے پوچھا۔

”ہیں۔ کوئی خاص بات نہیں بتائی سوائے اس کے کہ کرنل اجیش ہیڈ کوارٹر سے کچھ دیر کے لئے باہر گیا تھا۔ چند منٹ پہلے وہ اہل اپنے آفس آیا ہے اور ابھی تک ہیڈ کوارٹر میں ہی ہے۔“ منگل نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ابھی تک کافرستانی سیکرٹ سروس کو ہمارے کی خبر نہیں ملی۔ خیر۔ تم یہ بتاؤ کہ وزارت خارجہ سے تعلق رکھنے والا بھی کوئی افسر تمہارے کلب میں آتا جاتا ہے؟“..... عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ ریکارڈ روم انچارج کرنل دیو کا نوجوان بیٹا بچے روزانہ آتا ہے یہاں“..... منگل سنگھ نے چوکتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ پھر تو کام بن گیا۔ کس وقت آتا ہے وہ؟“..... عمران نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔

”وہ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے۔ عام طور پر وہ تین بجے آتا ہے اور ایک گھنٹہ کھیلنے کے بعد چلا جاتا ہے۔ پھر وہ شام سات بجے آتا ہے۔ حکم فرمائیں“..... منگل سنگھ نے جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

”کیا اکیلا آتا ہے؟“..... عمران نے پوچھا۔

”تین بجے تو تنہا ہی آتا ہے البتہ شام کو اس کے ساتھ دو تین دوست ہوتے ہیں“..... منگل سنگھ نے جواب دیا۔

”اوکے۔ اب غور سے سنو“..... عمران نے رازدارانہ انداز میں

”تشریف رکھیں جناب۔ اتنے عرصہ بعد آپ سے ملاقات ہو رہی ہے تو پھر بھی آپ کی صورت غائب ہے“..... منگل سنگھ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

”مجبوری ہے۔ تمہیں فون کرنے کے فوراً بعد پتہ چلا کہ کافرستانی سیکرٹ سروس نے پولیس کے ساتھ مل کر مجھے تلاش کرنا شروع کر دیا ہے تو مجھے حلیہ بدلنا پڑا۔ اب بھی خون خرابہ کر کے یہاں تک پہنچا ہوں“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ نے آتے ہی مار دھاڑ شروع کر دی ہے؟“..... منگل سنگھ نے چوکتے ہوئے کہا تو عمران نے لا پرواہی سے کندھے اچکا دیئے۔

”جگہ جگہ پولیس اور کافرستانی سیکرٹ سروس نے ناکے لگا رکھے ہیں۔ ان کے پاس میک اپ چیک کرنے والے جدید آلات ہیں۔ مجھے ایک ناکے پر روکنے کی کوشش کی گئی تھی۔ چنانچہ میں نے بم پھینک کر اپنا راستہ صاف کر لیا لیکن یہ تو ابتداء ہے۔ ابھی اور بھی دھماکے ہوں گے“..... عمران نے کہا۔

”خیر۔ آپ کے لئے کیا منگواؤں؟“..... منگل سنگھ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”نی الحال تو کسی چیز کی طلب نہیں ہے۔ تمہارے آدمی نے سیکرٹ سروس کے بارے میں مزید کوئی رپورٹ دی ہے؟“..... عمران

اس کی طرف جھکتے ہوئے کہا اور پھر اسے ہدایات دینے لگا۔
 ”سمجھ گیا۔ اور کوئی حکم“..... عمران کے خاموش ہونے پر
 سنگھ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”بس۔ اب میں چلتا ہوں۔ میں تمہیں ساڑھے تین بجے
 کروں گا۔ بس یہ خیال رکھنا کہ تمہارے آدمی اپنے تعاقب
 بے خبر نہ رہیں اور سب کام خاموشی سے ہو جائے۔ اور ہاں۔
 فون پر اطلاع دینے کے لئے نمبر لوٹ کر لو“..... عمران نے کم
 پھر اس نے ناصر علی کے ہنگلے کا فون نمبر بتا دیا۔ ٹھیک اسی لئے
 پر رکھے ایک فون کی کھنٹی بج اٹھی۔

”شاید تمہارے فون نے میرا نمبر سن لیا ہے اس لئے کال
 ہے“..... عمران نے کہا تو منگل سنگھ بے اختیار ہنس پڑا۔
 ”یس۔ ایم ایس بات کر رہا ہوں“..... منگل سنگھ نے مسر
 ہوئے فون کا رسیور اٹھا کر کہا اور ساتھ ہی لاؤڈر کا بٹن بھی
 کر دیا۔

”سورگ بول رہا ہوں باس“..... لاؤڈر سے ایک مودبانہ
 سنائی دی۔
 ”ہاں سورگ۔ کیا خبر ہے“..... منگل سنگھ نے سخت لہجے
 کہا۔

”باس۔ ابھی ابھی کرنل راجیش ہیڈ کوارٹر سے طوفانی انداز
 نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھا اور تیزی سے روانہ ہوا ہے“.....

لرف سے سورگ نے کہا۔

”کیا وہ دوڑتا ہوا باہر آیا تھا۔ طوفانی انداز کا کیا مطلب ہے۔“
 منگل سنگھ نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
 ”نوسر۔ دوڑتا ہوا نہیں البتہ وہ بہت تیزی سے چلتا ہوا باہر
 موجود اپنی گاڑی تک پہنچا تھا“..... سورگ نے وضاحت کرتے
 ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اور کوئی خاص بات“..... منگل سنگھ نے پوچھا۔
 ”نہیں باس۔ اور کوئی خاص بات نہیں ہے“..... سورگ نے کہا
 منگل سنگھ نے رسیور رکھ دیا اور عمران کی طرف دیکھنے لگا۔
 ”یقیناً اسے دھماکے کی اطلاع مل گئی ہو گی“..... عمران نے
 سگراتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا تو منگل سنگھ بھی احتراماً اٹھ کھڑا
 دا۔

”اوکے منگل سنگھ۔ اگر سبھی تین بجے نہ آئے تو مجھے فون پر
 اطلاع دے دینا تاکہ میں انتظار نہ کروں“..... عمران نے کہا اور
 دروازے کی طرف پلٹا تو منگل سنگھ نے میز کے کنارے نصب ایک
 ٹیبل پر پریس کر دیا۔ دروازہ کھلا تو عمران باہر نکل گیا۔ عمران کے باہر
 کھلتے ہی منگل سنگھ نے بٹن دوبارہ پریس کر کے دروازہ بند کیا اور
 لرسی پر بیٹھ کر انٹرکام کا بٹن پریس کر دیا۔

”یس سر“..... دوسری طرف سے پونم کی آواز سنائی دی۔
 ”کرنل دیو کا بیٹا سبھی یہاں آئے تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔“

مفدر، تنویر، نعمانی، جولیا اور صدیقی فارن ایجنٹ ناصر علی کے بنگلے کے ڈرائینگ روم میں بیٹھے چائے پیتے ہوئے عمران کا انتظار کر رہے تھے۔ بنگلے کا چوکیدار رحمت ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ بنگلے کی دیکھ بھال کے علاوہ ضرورت پڑنے پر وہ باورچی کے فرائض بھی انجام دیتا تھا اور ان کی خواہش پر وہی چائے بنا کر لایا تھا۔ اس وقت وہ باہر کپاؤنڈ میں تھا۔ رحمت نے ان کے لئے لٹچ تیار کر لیا تھا لیکن مفدر نے اسے کہہ دیا تھا کہ وہ دو بجے لٹچ کریں گے۔

”عمران کب آئے گا صدیقی“..... تنویر نے صدیقی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ہمیں تو انہوں نے یہی کہا تھا کہ وہ تھوڑی دیر بعد آئیں گے۔ شاید وہ منگل سنگھ کے پاس گئے ہیں“..... صدیقی نے بائیں جانب ٹرائی پر رکھے ٹیلی ویژن سے نگاہیں ہٹائے بغیر کہا۔ ٹی وی پر

منگل سنگھ نے تھکمانہ لہجے میں کہا۔
 ”رائٹ سر۔ وہ تین بجے آتا ہے“..... دوسری طرف سے
 نے مودبانہ لہجے میں کہا۔
 ”دو آدمی میرے پاس بھیج دو۔ انیل اور جگو کو بھیجنا۔ کہا
 یہاں موجود ہیں“..... منگل سنگھ نے ہدایت دیتے ہوئے پوچھا۔
 ”لیس ہاس۔ وہ ریٹ روم میں موجود ہیں“..... پونم نے
 منگل سنگھ نے کوئی جواب دیئے بغیر انٹرکام آف کر دیا۔

گازپوں کو چیک کیا جا رہا ہے۔ مرنے والے پولیس اہلکار ان دو گازیوں کو چیک کر رہے تھے جو پولیس موبائل کے پیچھے کھڑی تھیں۔

”یقیناً عمران صاحب کو گرفتار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ شاید ہمارے بارے میں سیکرٹ سروس والوں کو علم نہیں ہوا کہ ہم بھی عمران صاحب کے ہمراہ یہاں آئے ہیں“..... نعمانی نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ اور مجھے لگتا ہے کہ دھماکہ عمران صاحب نے ہی کیا ہو گا“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمہارا خیال درست ہے۔ یقیناً منگل سنگھ کی طرف جاتے ہوئے اس سڑک پر پولیس والوں نے انہیں روکنے کی کوشش کی ہو گی“..... صدیقی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی دہشت گرد نے دھماکہ کیا ہو۔“ جولیانے ایک خدشے کے تحت کہا۔

”عمران سے بڑا دہشت گرد کون ہو سکتا ہے“..... تنویر نے ہنس کر کہا تو جولیانے چہرے پر ناگواری کے تاثرات پھیل گئے۔

”تمہیں کیوں یقین ہے کہ یہ دھماکہ عمران صاحب نے ہی کیا ہو گا“..... نعمانی نے صدیقی سے پوچھا۔

”خبر میں دھماکے کا جو وقت بتایا گیا ہے وہ ہمارے وہاں سے آنے کے بیس منٹ بعد کا ہے اور وہ سڑک بھی پاروتی ہوٹل والی

موسیقی کا لائیو پروگرام آ رہا تھا۔

”عجیب آدمی ہے۔ ہمیں یہاں پابند کر کے خود آزادی سے گھوم رہا ہے۔ کیا اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے“..... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم اس کی فکر مت کرو۔ اس کی ریڈمیڈ کھوپڑی میں ہر خطرے کا توڑ پہلے سے موجود ہوتا ہے“..... نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم درست کہہ رہے ہو اور منگل سنگھ کے پاس بھی وہ یقیناً کسی اہم کام سے گیا ہو گا“..... صفدر نے نعمانی کی تائید کرتے ہوئے کہا جبکہ جولیانے ان کی گفتگو سنتے ہوئے خاموشی سے ٹی وی کی طرف دیکھ رہی تھی جس پر اچانک میوزک پروگرام غائب ہو گیا تھا اور اناؤنسر خصوصی نیوز بیٹن کا اعلان کر رہا تھا۔ پھر نیوز کا سٹر تازہ ترین خبریں بتانے لگا تو سیکرٹ سروس کے تمام ممبرز چونک پڑے۔ خبر ایک بم دھماکے کی تھی جو شہر کی ایک معروف سڑک پر پولیس ناکے پر ہوا تھا اور اس میں پولیس کے سات اہل کاروں سمیت دس افراد ہلاک اور آٹھ راغبیر زخمی ہوئے تھے جبکہ پولیس کی موبائل گاڑی سمیت تین گاڑیاں تباہ ہو گئی تھیں۔

خبر کے بعد جائے حادثہ کی ویڈیو دکھائی گئی اور نیوز کا سٹر نے بتایا کہ ایک غیر ملکی ایجنٹ کی گرفتاری کے لئے پولیس نے پورے دارالحکومت کی سڑکوں پر ناکے لگا رکھے ہیں اور مشتبہ افراد“

ہوئے کہا۔
”اثر کیوں نہیں ہو گا۔ جولیا کو پتہ چل گیا تو وہ کیا سوچے گی۔“

اور..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”وہ یہیں موجود ہیں اور سن رہی ہیں۔ آپ تو خیریت سے ہیں نا۔ اور.....“ صفدر نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”پہلے تو خیریت سے ہی تھا لیکن جولیا نے سن لیا ہے تو خیریت ختم۔ اب خطرے میں ہوں۔ اور.....“ عمران نے کہا تو جولیا نے منہ بنا لیا جبکہ دوسرے ساتھی مسکرا دیئے۔

”تم ہو کہاں۔ ہم کب تک یہاں بور ہوتے رہیں گے۔ اور.....“ تنویر نے غصیلے لہجے میں پوچھا جو صفدر کے قریب ہی تھا۔
”جب تک میں تمہارے پاس نہیں پہنچ جاتا۔ اور.....“ عمران نے جواب دیا۔

”اور تم کب آؤ گے۔ اور.....“ جولیا نے جلدی سے پوچھا۔
”جب کوئی پیار سے بلائے گا۔ اور.....“ عمران نے شوخ لہجے میں کہا تو جولیا غصے سے دانت پس کر رہ گئی۔
”عمران صاحب۔ صرف تنویر ہی آپ کو پیار سے بلا سکتا ہے۔ ہم میں تو پیار کے جراثیم ہی نہیں ہیں۔ اور.....“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ اس کا پیار تو غصے کے زہر سے بھرا ہوا ہے۔ بات کرتا ہے تو لگتا ہے الفاظ نہیں انکارے اگل رہا ہے۔ اور.....“ عمران

سڑک کے دوسرے چوراہے سے بائیں جانب ہے جہاں دھماکہ ہوا ہے.....“ صدیقی نے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسی لمحے اس کے واچ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا تو اس نے ساتھیوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور واچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کانگ۔ اور.....“ ٹرانسمیٹر سے عمران کی آواز سنائی دی تو جولیا نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔

”یس عمران صاحب۔ صفدر اسٹنگ یو۔ اور.....“ صفدر نے کہا۔

”کیا ہو رہا ہے۔ گپ شپ جاری ہو گی۔ اور.....“ دوسری طرف سے عمران نے چپکتے ہوئے پوچھا۔

”جی ہاں۔ آپ کا کارنامہ دیکھ رہے ہیں ٹی وی پر۔ اور.....“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کک۔ کون سا کارنامہ۔ اور.....“ عمران نے بوکھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ نے دھماکہ کر کے دس بارہ افراد ہلاک کر دیئے ہیں اور انجان بن رہے ہیں۔ اور.....“ صفدر نے ہنس کر کہا تو جولیا، نعمانی اور صدیقی بھی مسکرا دیئے۔

”نہیں تو۔ میں نے تو کبھی مکھی تک نہیں ماری۔ کیوں مجھے بدنام کر رہے ہو۔ اور.....“ عمران نے گھبرا کر کہا۔

”بدنامی کا آپ پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔ اور.....“ صفدر نے ہنستے

نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا تو صدیقی، نعمانی اور صفدر بے اختیار ہنسنے لگے جبکہ تنویر کے لیوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
 ”کیا آپ نے لُچ کر لیا ہے یا یہاں آ کر کھانا کھائیں گے۔
 اور“..... صفدر نے پوچھا۔

”لُچ کرنے ہی تو آ رہا ہوں۔ بلکہ پہنچ گیا ہوں۔ اور ایڈ
 آل“..... دوسری طرف سے عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی
 رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے بھی واج ٹرانسمیٹر آف کر دیا جبکہ عمران
 کی یہ بات سن کر تمام ممبرز حیران رہ گئے کہ وہ بنگلے کے پاس پہنچ
 چکا ہے۔

”کتنا مکاز آدی ہے۔ جب یہاں پہنچنے ہی والا تھا تو کال
 کرنے کی کیا ضرورت تھی“..... تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”چلو۔ اس بہانے تمہارے لیوں پر مسکراہٹ تو آئی“..... نعمانی
 نے ہنس کر کہا اور پھر تقریباً دو منٹ بعد عمران کمرے میں داخل ہوتا
 دکھائی دیا۔

السلام علیکم رومیو جولیٹ“..... عمران نے اندر آتے ہی بلند آواز
 میں کہا تو تنویر کے سوا تمام ساتھی بے ساختہ مسکرانے لگے۔
 ”ہم رومیو جولیٹ نہیں ہیں۔ صرف اہل روم کہیںے جناب“۔ نعمانی
 نے کہا۔

”اہل روم تو بہت سنگدل تھے۔ تم نے رومیوں کے ظلم کا
 داستانیں شاید نہیں پڑھیں جبکہ یہاں رومیو جولیٹ جیسے پیار کرنے

والے موجود ہیں۔ تنویر اور جولیا سے پوچھ لو“..... عمران نے آگے
 بڑھتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا۔
 ”شٹ اپ۔ آتے ہی بکواس شروع کر دی ہے“..... جولیا نے
 غصے سے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے۔ جب لُچ شروع نہیں ہوگا تو کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی
 پڑے گا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور نعمانی کے قریب
 صوفے پر بیٹھ گیا۔

”لُچ تیار ہے۔ ابھی رحمت کو بلاتا ہوں“..... صفدر نے اٹھتے
 ہوئے کہا۔

”چھوڑو یار۔ ہم جیسے گنہگاروں پر رحمت اتنی آسانی سے نہیں
 آتی۔ تم صرف لُچ منگواؤ“..... عمران نے جلدی سے کہا تو نعمانی
 اور صدیقی ہنسنے لگے۔
 ”رحمت“..... صفدر نے دروازے کے قریب جا کر بلند آواز
 میں کہا۔

”ارے۔ رحمت کو بعد میں دیکھ لیں گے۔ پہلے لُچ تو کر لیں۔“
 عمران نے کہا۔

”رحمت چوکیدار کا نام ہے احمق آدی“..... تنویر نے منہ بتاتے
 ہوئے کہا تو عمران نے انکار میں سر ہلا دیا۔

”نہیں۔ نہیں۔ اگر وہ احمق آدی ہے تو اسے مت بلاؤ۔ کسی
 عمل مند کو آواز دو“..... عمران نے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے

گھبراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

”تویر نے آپ کو احمق کہا ہے۔ رحمت بہت سلیقہ مند آدمی ہے“..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا جبکہ صفدر واپس آ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد چکیدار رحمت کمرے میں داخل ہوا۔ ادیژم ہونے کے باوجود وہ کافی چاک و چوبند اور قوی الجسم شخص تھا۔

”لیس سر۔ حکم فرمائیں“..... رحمت نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کھانا لگا دو۔ کھانے کے بعد ہم چائے بھی پئیں گے۔“ صفدر نے رحمت کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

”بہت بہتر۔ آپ لوگ ڈائننگ روم میں تشریف لے چلیں۔“ رحمت نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”یہیں لے آؤ۔ کھانے کے بعد تشریف لے جانے میں آسانی رہے گی“..... عمران نے بیزار سے لہجے میں کہا تو رحمت اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے واپس باہر چلا گیا جبکہ عمران کے ساتھی مسکرانے لگے۔ اس کے پانچ منٹ بعد وہ سب کھانا کھا رہے تھے اور کھانے کے دوران بھی عمران مزاحیہ باتیں کر رہا تھا۔ کھانے کے بعد جب چائے کا دور شروع ہوا تو عمران نے سنجیدگی اختیار کر لی۔ اس نے چائے کے دو تین گھونٹ لینے کے بعد میز پر رکے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پرپریس کرنے کے بعد لاؤڈر کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ناصر علی سیکنگ“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ناصر علی کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں۔ باہر کی کیا پوزیشن ہے“..... عمران نے دوسرے ہاتھ سے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”شہر کی ایک سڑک پر بم دھماکے اور پولیس اہلکاروں کی ہلاکت کے بعد سیکورٹی اور چیکنگ سخت کر دی گئی ہے جناب۔ کافرستانی سیکرٹ سروس کے علاوہ دوسری خفیہ ایجنسیاں بھی حرکت میں آ چکی ہیں اور انہیں آپ کی تلاش ہے۔ کافرستانی سیکرٹ سروس کو یقین ہے کہ دھماکہ آپ نے کیا ہے۔ کرنل راجیش بھی اپنے ساتھیوں کی کارکردگی چیک کر رہا ہے کیونکہ دھماکے میں کافرستانی سیکرٹ سروس کا ایک ممبر آئند بھی ہلاک ہوا ہے۔ البتہ نیوز بیٹن میں اس ممبر کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی لاش پوسٹ مارٹم کرائے بغیر ہسپتال سے کافرستانی سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر پہنچا دی گئی ہے۔ میں ابھی ہسپتال کا چکر لگا کر آیا ہوں“..... دوسری طرف سے ناصر علی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں تو کافرستانی سیکرٹ سروس کو طوں گا نہیں۔ البتہ تم چیک کرتے رہو کہ وہ لوگ مزید کیا اقدامات کرتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”بہتر جناب۔ میں نے انتظام کر دیا ہے تاکہ کافرستانی سیکرٹ سروس کے اقدامات کا پتہ چلتا رہے“..... ناصر علی نے کہا۔

”جب قدرت کو منظور ہوگا“..... عمران نے جواب دیا۔
 ”تو کیا ہم اس وقت تک یونہی فارغ بیٹھے رہیں گے۔“ نعمانی
 نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”نہیں۔ ابھی ہم سب رہبا سمبا ناچیں گے۔ اس میں جولیبا جابا
 بجائے گی، تنویر رقص کرے گا اور صفدر تالیاں بجائے گا“..... عمران
 نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اور آپ کیا کریں گے“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
 ”میں اور صدیقی بغلیں بجائیں گے“..... عمران نے کہا تو اس
 کے ساتھی بے اختیار ہنس پڑے اور ٹھیک اسی لمحے فون کی گھنٹی بج
 اٹھی۔

”ہیلو۔ جنگل سنگھ سپیکنگ“..... عمران نے رسیور اٹھا کر کان
 سے لگاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر
 دیا۔

”منگل سنگھ بول رہا ہوں جناب“..... دوسری طرف سے منگل
 سنگھ کی آواز سنائی دی تو عمران نے بے اختیار اپنی گھڑی پر نگاہ
 ڈالی۔ سوا تین بج چکے تھے۔

”میں منگل سنگھ۔ کیا بدھ نہیں آیا ابھی“..... عمران نے کہا۔
 ”میں سر۔ آیا تھا اور اسے آپ کے ٹھکانے پر بھیج دیا ہے بے
 ہوش کر کے“..... منگل سنگھ نے مودبانہ لہجے میں کہا۔
 ”دیری گڈ۔ کسی کو پتہ تو نہیں چلا“..... عمران نے مسکراتے

”اچھا۔ کیا کیا ہے تم نے“..... عمران نے پوچھا۔
 ”ہسپتال میں کرشن نامی کافرستانی سیکرٹ سروس کا ممبر مروج
 تھا۔ اس نے اپنے موبائل فون پر اپنے ہیڈ کوارٹر کو آئند کے مر
 کی اطلاع دی تھی۔ میں نے اسے پہچان کر ڈکٹا فون کی پن ۱۱
 کے کوٹ میں لگا دی تھی۔ اب اس کی اور اس کے قریب بوسا
 والوں کی آوازیں بھی میں رسیور پر سنتا رہوں گا اور رسیور
 منسلک ٹیپ پر بھی وہ آوازیں ریکارڈ ہوتی رہیں گی“..... ناصر
 نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ یہ تم نے زبردست کام کیا ہے ناصر“..... عمران۔
 مسرت بھرے لہجے میں کہا تو اس کے ساتھی بے اختیار ہنس
 پڑے۔

”اب میرے لئے کیا حکم ہے جناب“..... ناصر نے پوچھا۔
 ”میں ان لوگوں کا اصل پلان ٹریس کرنے سے پہلے دھوم مچا
 کرنے سے گریز کر رہا ہوں اس لئے فی الحال تمہیں اپنے ذریعہ
 سے جو بھی کوئی اہم بات معلوم ہو تو مجھے فوراً اطلاع کرنا۔ میں ڈیڑھ
 دو گھنٹوں بعد تمہیں نئی ہدایات دوں گا۔ گڈ بائی“..... عمران۔
 سنجیدہ لہجے میں کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس دوران
 لوگ چائے سے فارغ ہو چکے تھے۔

”کافرستانی سیکرٹ سروس کے پلان کا کب پتہ چلے گا“..... عمران
 نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

ہوئے پوچھا۔

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جناب۔ میرے دو آدمی انیل اور جگو اسے آپ کی طرف لا رہے ہیں“..... منگل سنگھ نے کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔ میں مال رسیو کرنے کے بعد تمہیں کال کر دوں گا۔ اوکے“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور فون بند کر دیا۔

وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کا انچارج کرنل دیو اپنے آفس میں بیٹھا اپنے اسٹنٹ وجے کی طرف دیکھ رہا تھا جو دوسری ٹیبل پر کمپیوٹر پر کام کر رہا تھا۔ کمپیوٹر کے پرنٹر سے ایک پرنٹ نکال کر اس نے کمپیوٹر اور پرنٹر آف کر دیئے۔ پھر پرنٹ لے کر اٹھا اور کرنل دیو کی میز کے پاس آ کر پرنٹ اس کے آگے رکھ دیا۔ ادھیڑ عمر کرنل دیو نے چشمہ لگایا اور پرنٹ چیک کرنے لگا۔ یہ ایک درخواست تھی جس میں وجے نے اپنی چھوٹی بہن کی شادی کے لئے ایک لاکھ روپے ایڈوانس کا تقاضا کیا تھا اور درخواست سیکرٹری خارجہ کے نام تھی۔ کرنل دیو نے درخواست پڑھنے کے بعد قلم اٹھا کر اپنے سائن کر دیئے۔

”ٹھیک ہے۔ ابھی چار بجے سیکرٹری صاحب آفس سے رخصت ہو جائیں گے۔ تم ابھی جا کر ان سے سائن کرا لو۔ کل تو چھٹی

”ہے“..... کرنل دیو نے درخواست وجے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہہ کر بولایا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا تو خودکار دروازہ بند ہو گیا۔ تب کرنل دیو نے چشمہ اتار کر اپنی جیب میں رکھا اور اسی لمحے فون کی کھنٹی بج اٹھی۔ ”ہیلو۔ کرنل دیو سپیکنگ“..... کرنل دیو نے رسیور اٹھا کر ہادار لہجے میں کہا۔

”جنرل روکھڑا بول رہا ہوں کرنل دیو۔ تمہیں ایک اہم اطلاع دینی ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ تمہارے آفس میں تمہارے سوا اور کوئی نہ ہو تاکہ کوئی دوسرا تمہاری آواز نہ سن سکے“..... دوسری طرف سے سخت لہجے میں کہا گیا۔

”اوہ۔ میں اس وقت تنہا ہی ہوں سر۔ لیکن آپ کون ہیں۔ میرے لئے آپ کا نام نیا ہے“..... کرنل دیو نے حیرت بھرا لہجے میں کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ میں نے تمہیں صرف اطلاع دینی ہے۔ رشتہ نہیں جوڑنا۔ خجے دیو سے تمہارا کیا رشتہ ہے“..... جنرل روکھڑا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”خجے۔ وہ تو میرا بیٹا ہے۔ کیا آپ اسے جانتے ہیں“..... کرنل دیو نے چوکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ کیونکہ اس وقت وہ میری قید میں ہے“..... جنرل روکھڑا نے کہا تو کرنل دیو بے اختیار اچھل پڑا۔

”کیا۔ آپ کون ہیں جنرل“..... کرنل دیو نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

”آہستہ بولو کرنل دیو ورنہ خجے کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا جائے گا اور تمہیں اس کی لاش بھی نہیں مل سکے گی“..... جنرل روکھڑا نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”آپ۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔ خجے آپ کی گرفت میں کیسے آیا“..... کرنل دیو نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

”اسے یونیورسٹی سے ڈیفنس آتے ہوئے اغوا کیا گیا لیکن گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم تعاون کرو تو ایک گھنٹہ بعد خجے کو تمہارے بنگلے پر پہنچا دیا جائے گا۔ ابھی ہم نے اسے انگلی تک نہیں لگائی۔ ہمارے لئے وہ بے کار ہے“..... جنرل روکھڑا نے کہا۔

”آپ۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔ میں ہر قسم کا تعاون کرنے کو تیار ہوں۔ خجے میری واحد اولاد ہے“..... کرنل دیو نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”سنو کرنل۔ خود پر اور اپنے جذبات پر قابو رکھو۔ تمہیں دیکھنے والوں کو محسوس نہیں ہونا چاہئے کہ تم کسی پریشانی میں مبتلا ہو اور نہ ہی کسی سے تم اس بات کا ذکر کرو گے تاکہ خجے کی زندگی کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ کیا تم ان ہدایات پر عمل کرو گے“..... دوسری طرف سے جنرل روکھڑا نے کہا۔

”جی ہاں۔ میں خیال رکھوں گا“..... کرنل دیو نے اپنی حالت

پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”اب سنو۔ گزشتہ دنوں حکومت نے پاکیشیا سے بم دھماکوں کا انتقام لینے کے لئے ایک منصوبہ بنایا تھا اور پرائم منسٹر اور وزیر خارجہ نے سیکرٹ سروس کو اس پلان پر عمل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اگر گریٹ پلان کو ٹاپ سیکرٹ رکھا گیا جس کی فائل تمہارے ریکارڈ روم میں ہے۔ اس کے علاوہ گزشتہ روز پرائم منسٹر ہاؤس میں ہونے والی میٹنگ کا ریکارڈ بھی تمہارے پاس محفوظ ہے“..... دوسری طرف سے جنرل روکھڑا نے نرم لہجے میں کہا تو کرنل دیو کو حیرت کا شکار جھٹکا لگا۔

”جج۔ جی ہاں“..... کرنل دیو نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
”گڈ۔ بنجے کی زندگی کے بدلے مجھے گریٹ پلان کی فائل چاہئے“..... جنرل روکھڑا نے کہا تو کرنل دیو یکدم اپنی جگہ ساکن ہو کر رہ گیا۔

”آپ کو اس کی کیا ضرورت ہے۔ وہ انتہائی اہم اور ٹاپ سیکرٹ ہے“..... کرنل دیو نے حیرت کے جھٹکے سے سنبھلتے ہوئے کہا۔
”تمہارے بیٹے کی زندگی سے زیادہ اہم نہیں ہو سکتی۔ مجھے فائل کی ضرورت ہے اور تمہیں بنجے کی۔ تم چاہو تو فائل انتہائی خاموشی سے کل واپس تمہیں پہنچا دی جائے گی۔ تم چار بجے آف سے آؤ کرو تو گریٹ پلان کی کمپیوٹر ڈسک تمہاری جیب میں ہے“..... چاہئے۔ میرے آدی تمہیں راستے میں روک کر میرا نام لیں گے“

تم وہ ڈسک خاموشی سے ان کے حوالے کر دو گے۔ کیا سمجھے۔“
جنرل روکھڑا نے سخت لہجے میں کہا تو کرنل دیو کے چہرے پر خوف کی زردی پھیل گئی۔

”اس کی کیا ضمانت ہے کہ میرے بیٹے کو صحیح سلامت آزاد کر دیا جائے گا“..... کرنل دیو نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

”کیا یہ ضمانت کم ہے کہ انہو کے بعد وہ اب تک بے ہوش ہے اور ہم نے اس سے بات تک نہیں کی تاکہ وہ خوف محسوس نہ کرے اور اسے تمہارے گھر میں ہی ہوش آئے۔ ہمیں اس کی جان سے نہیں گریٹ پلان کی فائل سے غرض ہے۔ کیا تم تیار ہو“..... جنرل روکھڑا نے خشک لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں“..... کرنل دیو نے آہستہ سے کہا۔
”اوکے۔ لیکن یاد رکھو۔ اس بات کا کسی کو ذرا بھی علم ہو گیا تو حکومت تمہیں نہیں چھوڑے گی اور بنجے کو ہم نہیں چھوڑیں گے اس لئے یہ کام انتہائی رازداری سے ہونا چاہئے۔ اوکے“..... جنرل روکھڑا نے دھمکی دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرنل دیو نے رسیور کریڈل پر رکھا اور ٹشو پیپر سے اپنے چہرے پر موجود پسینہ خشک کرنے لگا۔ پھر اس نے رسیور اٹھا کر ٹیلی فون ایکسچینج سے رابطہ قائم کیا اور آنے والی کال کے بارے میں معلوم کیا تو آپریٹر نے بتایا کہ کال ایک پبلک فون بوتھ سے کی گئی تھی۔ کرنل دیو نے فون بند کیا اور سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا

ہوئے کہا۔

”نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ فائل دیکھ کر اسی وقت واپس کر دے۔ اپنا نام درج کر لو“..... کرنل دیو نے سگریٹ کا پیکٹ اٹھاتے ہوئے کہا تو وجہ عقبی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ پلاسٹک بیگ میں بند ایک کمپیوٹر ڈسک لے کر باہر آیا اور ڈسک کرنل دیو کے سامنے رکھ دی جس پر مارکر سے فائل نمبر لکھا ہوا تھا۔ پھر اس نے واپس جا کر ریکارڈ روم کا دروازہ لاک کیا اور اپنی میز پر آ کر ہینڈ بیگ میں چشمہ، سگریٹ اور لائٹر وغیرہ ڈال کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے کرنل دیو کو سلام کیا جو سگریٹ سلگا رہا تھا۔ پھر کمرے سے نکل گیا۔ کرنل دیو نے اطمینان کا گہرا سانس لیتے ہوئے سگریٹ کا کش لیا اور پھر ڈسک اٹھا کر کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لی۔ چار بج چکے تھے لیکن وہ بیٹھا سگریٹ پھونکتا رہا۔ وجہ کے جانے کے چار منٹ بعد وہ اٹھا اور کمرے سے نکل آیا۔ باہر آ کر اس نے چند فٹ دور کھڑے چڑھائی کو آفس بند کرنے کی ہدایت کی اور برآمدے سے نکل کر پارکنگ کی طرف بڑھ گیا جہاں چند گاڑیاں کھڑی تھیں اور دو سیکورٹی گارڈز کھڑے تھے۔ کرنل دیو اپنی کار کے پاس آیا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انجن شارت کرنے کے بعد کار کا رخ بیرونی گیٹ کی طرف کر دیا۔ باہر آ کر وہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

چاہئے۔ گریٹ پلان ایک ملکی راز تھا جس کا قبل از وقت ایک آؤٹ ہونا ملک کے لئے انتہائی نقصان دہ تو تھا ہی خود اس کی زندگی کے لئے بھی تباہ کن تھا۔ پھر اس نے تصور میں اپنے اکلوتے بیٹے سنجے کی شکل دیکھی تو اس کا ذہن بدل گیا۔ بیٹے کی محبت ملک سے وفا پر غالب آ گئی اور اس نے جنرل روکھڑا کا مطالبہ پورا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چند منٹ بعد اس کا اسٹنٹ وجے واپس آیا تو اس وقت تک کرنل دیو اپنے جذبات پر قابو پا چکا تھا۔

”سیکرٹری صاحب نے منظوری دے دی ہے سر“..... وجے نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مبارک ہو۔ اب تم جاؤ اور اپنے گھر والوں کو خوشخبری سناؤ۔“ کرنل دیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو سر۔ آپ نے میری بہت بڑی پرابلم حل کر دی ہے“..... وجے نے کرنل دیو کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ اور ہاں۔ فائل نمبر ٹرپل فور کی فائل ڈسک نکال کر یہاں رکھ دو۔ کافرستانی سیکرٹ سروس کے چیف نے طلب کی ہے۔ میں فائل انہیں پہنچانے کے بعد گھر جاؤں گا“..... کرنل دیو نے کہا مگر اس کا سر جھکا ہوا تھا اس لئے وجے اس کے چہرے کے تاثرات نہ دیکھ سکا۔

”رائٹ سر۔ کیا اس کا اندراج کافرستانی سیکرٹ سروس کے چیف کے نام کیا جائے“..... وجے نے اثبات میں سر ہلانے

سروس یا کسی خفیہ ایجنسی کا ممبر خیال کیا جاتا۔ اسی چوراہے پر بائیں جانب انڈسٹریل روڈ تھی اور عمران اسی جانب سے آیا تھا۔ اس طرح اسے زیادہ پولیس سپاٹس سے نہیں گزرنا پڑا تھا۔

منگل سنگھ کے آدمی کرنل دیو کے بیٹے بچے کو لائے تھے جو بے ہوش تھا۔ عمران نے اسے ایک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ پھر کرنل دیو سے بات کرنے اس فون بوتھ پر آیا تھا۔ کرنل دیو کے لہجے سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی سلامتی کی خاطر پولیس یا کسی ایجنسی کو اطلاع دینے کی کوشش نہیں کرے گا اور مطلوبہ ڈسک ضرور لائے گا۔ چنانچہ اب اسے کرنل دیو کا انتظار تھا۔ پھر وہ اپنی کار کی طرف بڑھا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار آگے بڑھا دی۔

”کیا کرنل دیو مان گیا ہے؟..... جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”ہاں۔ اسے اپنا اکلوتا بیٹا بہت عزیز ہے۔ ابھی چند منٹ بعد وہ آئے گا“..... عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ڈیفنس کی آبادی شروع ہوتے ہی اس نے سائیڈ پر کار روک لی اور پھر بیک دیو مرر میں پیچھے سے آنے والی گاڑیوں کو دیکھنے لگا۔ منگل سنگھ کے بیان کے مطابق بچے یونیورسٹی سے ٹیکسی میں اس کے کلب آتا تھا۔ پھر شام کو گھر سے وہ کرنل دیو کی ذاتی گاڑی میں کلب آتا تھا۔ منگل سنگھ نے اس گاڑی کا رنگ اور نمبر بھی بتا دیا تھا اور

فون بوتھ سے باہر آ کر عمران نے ریٹ واپس پر وقت دیکھا اور چار بجتے میں دس منٹ باقی تھے۔ فون بوتھ سے چند قدم کے فاصلے پر اس کی کار کھڑی تھی جس کی فرنٹ سیٹ پر جولیا بیٹھی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ یہ ڈیفنس ایریا کو جانے والی سڑک تھی۔ کچھ فاصلے پر ڈیفنس کی خوبصورت اور پرسکون آبادی تھی اور اس سڑک پر برائے نام ٹریفک تھی۔ اس جانب پولیس کا کوئی ناکہ نہ تھا بلکہ شہر کی جانب پہلے چوراہے پر پولیس نے ناکہ بندی کر رکھی تھی۔

عمران، جولیا کو اسی لئے ساتھ لایا تھا کہ پولیس والے اسے شبہ نہ کریں۔ چوراہے پر انہیں روکا گیا تھا لیکن جب عمران نے خود کو ریٹائرڈ کرنل سہتا اور جولیا کو اپنی بیگم ظاہر کیا تو پولیس والوں نے مزید باز پرس اور کار کی تلاشی لئے بغیر انہیں کلیئر کر دیا۔ پولیس کے ساتھ کوئی سادہ لباس والا موجود نہ تھا جسے کافرستانی سیکٹ

ڈیفنس میں اس کے بنگلے کا نمبر بھی۔

عمران کے اندازے کے مطابق وزارت خارجہ کے آفس سے یہاں تک دس منٹ کا سفر تھا۔ چنانچہ چار بج کر دس منٹ پر اس نے اپنی جیب سے ایک ٹائم بم نکالا اور اس پر دس منٹ کا وقت ایڈجسٹ کر کے کار سے اترا اور عقب سے آنے والی گاڑیوں کو دیکھنے لگا۔ جولیا کار میں بیٹھی تھی۔ اس نے عمران کو ٹائم بم پر وقت سیٹ کرتے دیکھا تھا اور وہ سمجھ گئی تھی کہ عمران کا کیا ارادہ ہے۔

تین چار منٹ گزر گئے تو جولیا کو تشویش ہونے لگی کہ اگر کسی وجہ سے کرنل دیو کو وہاں پہنچنے میں دیر ہو گئی تو عمران کے ہاتھ میں موجود ٹائم بم مقررہ وقت پر بلاسٹ ہو کر ان کی زندگیوں کا خاتمہ کر دے گا۔ اسی خدشے کے تحت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی بے چینی بڑھتی رہی۔ اس نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی تو ٹائم بم پھٹنے میں پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ اس نے پریشان ہو کر عمران کی طرف دیکھا اور اسے خطرے سے مطلع کرنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اسی لمحے عمران عقب سے آنے والی سیاہ رنگ کی ایک کار کو ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کرنے لگا۔

اس کار کی رفتار کم ہو گئی جبکہ اس کے عقب میں آنے والی گاڑی سیاہ کار کو ادور ٹیک کرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ سیاہ کار عمران کے پاس آ کر رکی جس میں ایک ادھیر عمر ڈرائیور کے سوا کوئی آدمی

”ہیلو کرنل دیو۔ مجھے جنرل روکھڑا نے بھیجا ہے“..... عمران نے کار کی فرنٹ کھڑکی پر جھک کر مسکراتے ہوئے کہا تو کرنل دیو نے عمران کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کمپیوٹر ڈسک نکال کر عمران کی طرف بڑھا دی جو ایک پلاسٹک کے لفافے میں تھی۔ عمران نے ڈسک لے کر اپنی جیب میں رکھی اور پیچھے ہٹا تو ٹائم بم دروازے کے ساتھ چپک چپکا تھا۔

”میرا بیٹا کب آئے گا“..... کرنل دیو نے جلدی سے پوچھا۔
 ”ہمارے ساتھی اسے آپ کے بنگلے پر چھوڑنے گئے ہیں۔
 آپ جائیں“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا تو کرنل دیو نے کار آگے بڑھا دی۔ تب عمران پلٹ کر تیزی سے اپنی کار میں بیٹھا اور پوٹرن لے کر واپس چل دیا۔
 ”کیا تم نے ٹائم بم اس کی گاڑی میں نہیں ڈالا“..... جولیا نے جلدی سے پوچھا۔

”جوئےم کی مدد سے کار کے دروازے کے باہر چپکا دیا ہے اور اس کے بلاسٹ ہونے میں صرف تین منٹ باقی ہیں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جولیا نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ دو منٹ پہلے وہ چوراہے پر پہنچے تو پولیس اہلکار کے اشارے پر عمران نے کار اس کے قریب روکی تو پولیس والے نے عمران کو پہچان لیا کہ وہ کرنل سہنا ہے کیونکہ آتے وقت بھی عمران نے اسی سے اپنا

اور جولیا کا تعارف کرایا تھا۔ چنانچہ پولیس والے نے پیچھے ہٹے ہوئے جانے کا اشارہ کیا اور عمران نے چوراہے سے انڈسٹریل روڈ پر کار موڑ دی۔ ابھی اس سڑک پر انہوں نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ ڈیفنس کی طرف سے ایک دھماکہ کی آواز سنائی دی تو عمران کے لیوں پر اطمینان بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔

”اوہ۔ کیا وہ اپنے گھر کے قریب پہنچ گیا ہو گا؟“..... جولیا نے چونکتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

”تقریباً۔ کیونکہ بیٹے کو دیکھنے کے لئے وہ تیزی سے گیا تھا۔“ عمران نے جواب دیا۔ پھر اس نے ناصر علی کے بنگلے کے گیٹ پر کار روکی ہی تھی کہ فضا میں پولیس اور ایسیبولینس گاڑیوں کے سائرن گونجنے لگے۔ عمران نے ہارن بجایا تو اندر سے رحمت نے فوراً تو دروازہ کھول دیا۔ عمران نے کار اندر لا کر کمپاؤنڈ میں روکی اور انجن بند کر دیا۔ پھر جولیا اور عمران کار سے اترے اور چند لمحوں بعد دونوں ڈرائیونگ روم میں داخل ہوئے تو اندر صوفوں پر بیٹھے صدف، تنویر اور صدیقی ان کی طرف دیکھنے لگے۔ عمران انہیں دیکھتا ہوا تنویر کے قریب جا بیٹھا جبکہ جولیا، صدف کے قریب بیٹھ گئی۔ ”چاروں سوالیہ انداز میں عمران کی طرف دیکھ رہے تھے مگر عمران نے بیٹھتے ہی میز پر رکھے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پر پریس کرنے لگا۔ اسے سنجیدہ دیکھ کر کسی ساتھی نے اسے مخاطب کرنے کی کوشش نہ کی۔“

”ہیلو۔ مارواڑی کلب“..... دوسری طرف سے کاؤنٹر گرل پونم کی آواز سنائی دی۔

”جنگل سنگھ بول رہا ہوں بے بی۔ منگل سنگھ سے بات کراؤ۔“ عمران نے کہا۔

”رائٹ سر۔ ہولڈ کیجئے“..... دوسری طرف سے پونم نے کہا اور پھر چند لمحوں بعد منگل سنگھ سے رابطہ قائم ہو گیا۔

”یس جنگل سنگھ۔ منگل سنگھ بول رہا ہوں“..... منگل سنگھ کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”کیا تمہارے آدمی واپس پہنچ گئے ہیں؟“..... عمران نے پوچھا۔

”یس سر۔ انہیں آئے ہوئے دس منٹ ہو چکے ہیں“..... منگل سنگھ نے جواب دیا۔

”یہ بتاؤ کہ جب تمہارے آدمیوں نے خجے کو گرفتار کیا تھا اس وقت انہیں کلب کے کسی فرد نے تو نہیں دیکھا تھا؟“..... عمران نے پوچھا۔

”نہیں جناب۔ تمام افراد تو ہال کے اندر تھے جبکہ خجے کو کمپاؤنڈ گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی میرے آدمیوں نے پکڑ کر بے ہوش کر ڈالا تھا۔ اس وقت میرے آدمیوں کے سوا کمپاؤنڈ کے اندر کوئی غیر شخص موجود نہ تھا“..... منگل سنگھ نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ اب انہیں دوبارہ یہاں بھیجو تاکہ وہ خجے کو اس کے گھر چھوڑ آئیں“..... عمران نے کہا۔

”اودہ۔ آپ اسے آزاد کرنا چاہتے ہیں سر“..... منگل سنگھ نے چوکتے ہوئے کہا۔

”اس لئے کہ میرا کام ہو چکا ہے اور بچے بے چارہ یتیم ہو چکا ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن سر۔ وہ ہوش میں آ کر میرے کلب کی نشاندہی کر دے گا کہ اسے یہاں کلب کے ملازموں نے بے ہوش کیا تھا۔“ منگل سنگھ نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ واقعی اس کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی۔

”ٹھیک ہے۔ وہ بچے کو لے جائیں اور اس کی لاش کو عائب کر دیں۔ کیا سمجھتے“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”سمجھ گیا ہوں جناب۔ میں ابھی انہیں روانہ کرتا ہوں۔“ منگل سنگھ نے کہا تو عمران نے کریڈل دبا کر رابطہ ختم کیا اور دوبارہ نمبر پر لیس کرنے لگا۔ عمران کے تمام ساتھی خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

”ہیلو۔ ناصر سپیکنگ“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ناصر علی کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں۔ فوری طور پر ایک سی ڈی پلیئر کی ضرورت ہے۔ ایک ڈسک چیک کرتی ہے“..... عمران نے کہا۔

”بنگلے کے ایک کمرے میں کمپیوٹر موجود ہے سر۔ رحمت کو حکم دیں“..... دوسری طرف سے ناصر علی نے کہا۔

”گڈ۔ کام بن گیا۔ ٹھیک ہے۔ میں چند منٹ بعد تم سے پھر رابطہ کروں گا۔ کوئی نئی خبر“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیس سر۔ ڈیفنس ایریا میں دھماکہ ہوا ہے۔ تفصیل معلوم کرنے کے لئے میرا آدمی روانہ ہو چکا ہے“..... ناصر علی نے کہا۔

”تفصیل معلوم ہونے پر مجھے مطلع کرنا۔ اوکے“..... عمران نے معنی خیز لگا ہوں سے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور فون بند کر دیا۔

”کس چیز کی تفصیل“..... جولیا نے بے اختیار پوچھا۔

”اسی دھماکے کی جو تمہاری وجہ سے ہوا ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو دوسرے ساتھی چونک کر جولیا کی طرف دیکھنے لگے۔

”بکومت۔ میں تو گاڑی میں بیٹھی رہی تھی۔ ٹائم بم تمہارے پاس تھا“..... جولیا نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ کیا چکر ہے۔ کچھ ہمیں بھی تو بتائیں۔“ صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”قسم لے لو۔ میرا جولیا کے ساتھ کوئی چکر نہیں ہے۔ یہ خواہ مخواہ مجھے بدنام کر رہی ہے“..... عمران نے بوکھلا کر کہا تو سب ساتھی ہنسنے لگے۔

”سی ڈی پلیئر کیوں چاہتے تھیں“..... تنویر نے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

رحمت سے کہا تو وہ پلٹ کر کمرے سے نکل گیا۔ عمران نے جیب سے پلاسٹک بیگ نکالا اور اس میں بند ڈسک نکال کر کمپیوٹر کے مخصوص خانے میں لوڈ کرنے کے بعد کی بورڈ کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد وہ سکرین پر نمودار ہونے والی ایک تحریر پڑھ رہا تھا جس میں گریٹ پلان کی تفصیل تھی لیکن وہ تفصیل پڑھ کر عمران کے جڑے بھیج گئے اور اس کے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔

”بالکل تازہ ترین فلم ہے کالی وڈ کی۔ تم بھی دیکھنا۔ ہوش اڑ جائیں گے“..... عمران نے چپکے ہوئے کہا۔
 ”مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے فلموں سے۔ تم اکیلے ہی دیکھنا“۔ تنہا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ ہالی وڈ اور بالی وڈ کا تو پتہ ہے مگر یہ کالی وڈ کہاں ہے“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”افریقہ کے جنگلات میں جہاں وحشی قبیلوں کی فلمیں بنائی جاتی ہیں۔ کالی ہیروین ہاتھی پر چڑھ کر رقص کرتی ہے اور ہیرو ہاتھی کی دم سے بندھا لٹک رہا ہوتا ہے۔ چلو تم رحمت کو بلاؤ“..... عمران نے کہا تو صفدر بے اختیار ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے دروازے کے پاس جا کر رحمت کو آواز دی تو وہ فوراً ہی اندر آ گیا۔

”کمپیوٹر روم کا دروازہ کھولو رحمت“..... عمران نے رحمت سے مخاطب ہو کر کہا اور صوفے سے اٹھ کر اس کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔ رحمت نے تیسرے کمرے کے پاس پہنچ کر جیب سے چابی نکالی اور لاک کھول دیا۔ عمران کمرے میں داخل ہوا تو یہ چھوٹا سا کمرہ تھا۔ اس میں ایک میز پر کمپیوٹر رکھا تھا۔ عمران آگے بڑھا اور میز کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”ٹھیک ہے۔ تم جاؤ گیٹ پر۔ تھوڑی دیر بعد وہی دونوں آدمی آئیں گے جو بے ہوش نوجوان کو لائے تھے۔ ان کے آنے پر مجھے اطلاع دینا“..... عمران نے کمپیوٹر پاور سوئچ آن کرتے ہوئے

پران نے جلدی سے پوچھا۔

”لیس سر۔ لیکن ان کے پیچھے آنے والی دو گاڑیاں اور سامنے سے آنے والی ایک گاڑی بھی اس دھماکے میں تباہ ہو گئی اور ان گاڑیوں میں موجود سات افراد ہلاک ہوئے اور دو زخمی ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بلیو اسٹریٹ کے اطراف کے دو جنگلوں کے کپاڑے کی دیواریں بھی تباہ ہو گئیں اور اندر موجود چار ملازم زخمی ہوئے ہیں“..... کرنل راجیش نے جواب دیا۔

”کیا یہ خودش دھماکہ تھا“..... جنرل پران نے کرنل راجیش کو بٹخنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”نوسر۔ خودش دھماکے میں زیادہ تباہی بھلتی ہے۔ یہ دھماکہ صرف کرنل دیو کی گاڑی میں ہوا ہے۔ شاید گاڑی میں کوئی ریموٹ کنٹرول بم نصب تھا یا پھر ٹائم بم جیسا کہ دوپہر کے وقت پولیس ٹاکے پر بلاسٹ ہوا تھا“..... کرنل راجیش نے کہا۔

”اوہ۔ کہیں یہ دھماکہ بھی عمران نے تو نہیں کیا“..... جنرل پران نے یکدم چونکتے ہوئے کہا۔

”یقیناً۔ کیونکہ اس وقت وہی شہر میں موجود ہے جسے ہمارے ساتھی بھی تسمے تلاش نہیں کر سکے“..... کرنل راجیش نے اثبات میں کھلاتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس نے کرنل دیو کو کیوں نشانہ بنایا“..... جنرل پران نے تئوئیل بھرے لہجے میں کہا۔

کرنل راجیش کافرستانی سیکرٹ سروس کے چیف جنرل پران کے کمرے میں داخل ہوا اور اس نے جنرل پران کو سلام کیا جنرل پران اسے گھورنے لگا۔

”راجیش۔ کچھ پتہ چلا“..... جنرل پران نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”لیس چیف۔ ابھی ایک ساتھی نے رپورٹ دی ہے۔ ڈیٹہ ایریا کی بلیو اسٹریٹ پر دھماکہ ہوا تھا۔ وزارت خارجہ کے راکا روم انچارج کرنل دیو اپنے آفس سے گھر جا رہے تھے کہ اسٹریٹ پر مڑتے ہی دھماکے سے ان کی گاڑی کے پرچے گئے“..... کرنل راجیش نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو جنرل پران اختیار چونک پڑا۔

”کرنل دیو ہلاک ہو گیا۔ کیا وہ گاڑی میں اکیلا تھا“..... جنرل

”لیس سر۔ لیس سر۔ یہ عین ممکن ہے“..... کرنل راجیش نے جلدی سے کہا۔

”تو یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ فوراً کرنل دیو کے آفس میں کام کرنے والوں سے معلوم کرو۔ اس کا ٹیلی فون چیک کرو۔ جلدی“..... جنرل پران نے غراتے ہوئے کہا تو کرنل راجیش تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ٹھیک اسی لمحے میز پر رکھے فون کی کھنٹی بج اٹھی۔

”لیس۔ جنرل پران“..... جنرل نے فوراً ہی رسیور اٹھا کر سخت لہجے میں کہا۔

”کرشن بول رہا ہوں چیف۔ شکھر نے بتایا ہے کہ باس آپ کے کمرے میں ہیں“..... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”ہاں۔ بولو۔ کیا رپورٹ ہے“..... جنرل پران نے تیزی سے فون کا لاؤڈر آن کرتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ میں نے وزارت خارجہ کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ کر جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق کرنل دیو چار بج کر پانچ منٹ پر وہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ گیٹ گارڈ کے مطابق چار بجے ان کا اسٹنٹ وجے آفس سے روانہ ہوا تھا“..... کرشن کی آواز سنائی دی۔

”اس میں کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہے“..... جنرل پران نے تلخ لہجے میں کہا۔

”میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ وہاں کوئی پولیس ناکہ بھی نہیں ہے کہ پولیس نے عمران کو روکنے کی کوشش کی ہو اور عمران۔ گرفتاری سے بچنے کے لئے بم بلاسٹ کیا ہو گا جیسے کہ دوپہر واردات ہوئی ہے“..... کرنل راجیش نے کہا۔

”پھر۔ کرنل دیو سے عمران کی کیا دشمنی تھی۔ اس پر غور کرو جنرل پران نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

”کرنل دیو سے عمران کی کوئی دشمنی نہیں ہو سکتی سر۔ بہرہ کرشن تحقیق کر رہا ہے۔ وہ کرنل دیو کے آفس جا چکا ہے“..... کرا راجیش نے کہا اور پھر وہ یکدم چونک پڑا۔

”اوہ۔ گریٹ پلان کی فائل کی ایک کاپی وزارت خارجہ۔ ریکارڈ روم میں بھی محفوظ تھی چیف“..... کرنل راجیش نے بکا چونکتے ہوئے پوچھا۔

”کیا“..... جنرل پران نے بے اختیار اچھلتے ہوئے کہا۔

”ہو سکتا ہے کہ عمران نے اس فائل کے حصول میں ناکامی۔

بعد کرنل دیو کو ہلاک کیا ہو“..... کرنل راجیش نے کہا۔

”اوہ۔ تمہارا اندازہ درست لگتا ہے کرنل راجیش۔ یقیناً عمار اسی فائل کا چکر ہو گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عمران نے کرنل سے کسی طرح فائل حاصل کر لی ہو اور اس بات کو خفیہ رکھنے لئے اس نے کرنل دیو کی گاڑی میں ٹائم بم ڈال دیا ہو“..... جنرل پران نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

جلدی سے پوچھا۔

”وجہ نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔ شاید وہ بتانا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اس کے لہجے سے محسوس کیا کہ وہ کچھ خوفزدہ ہے۔ صرف اتنا کہا کہ کرل دیو کو کافرستانی سیکرٹ سروس کے چیف سے ملتا ہے اور پھر اپنے گھر جاتا تھا“..... کرشن نے جواب دیا تو کرل راجیش بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ مجھ سے ملنے کے لئے۔ کیوں۔ کس سلسلے میں کرل دیو نے مجھ سے ملنا تھا“..... جنرل پران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”یہ اس نے نہیں بتایا چیف۔ شاید کوئی خاص بات ہو گی۔“
کرشن نے کہا تو جنرل پران کی پیشانی پر سلوٹ پڑ گئے۔

”اس کا فون نمبر دو مجھے۔ میں بات کرتا ہوں وجہ سے۔“
کرل راجیش نے بلند آواز سے کہا تو دوسری طرف سے کرشن نے فون نمبر بتا دیا۔ جنرل پران نے کریڈل دبایا اور کرل راجیش نے کمری پر بیٹھ کر فون پر کرشن کے بتائے ہوئے نمبر پر پریس کئے تو جنرل پران نے رسیور اسے تھما دیا۔

”ہیلو۔ وجہ بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر ایک آواز سنائی دی۔

”کرل راجیش فرام کافرستانی سیکرٹ سروس“..... کرل راجیش نے لاؤڈر کا بٹن آن کرتے ہوئے کہا۔

”لیں سر۔ یہ غیر معمولی بات ہی ہے کیونکہ میں نے ڈیپارچر رجسٹر کو چیک کیا ہے۔ گزشتہ دو ماہ کے ریکارڈ کے مطابق کرل دیو ہمیشہ چار بجے یا اس سے دو تین منٹ پہلے آف کرتے تھے جبکہ وجہ چار بجے کے بعد۔ میرا مطلب ہے کرل دیو سے پانچ دس منٹ بعد آفس سے روانہ ہوتا تھا لیکن آج پہلے وجہ کی گاڑی گیٹ سے نکلی اور اس کے پانچ منٹ بعد کرل دیو اکیلے روانہ ہوئے تھے جبکہ اس سے پہلے ڈرائیور انہیں لے کر جاتا تھا۔ اسی وجہ سے میں نے سیکورٹی آفس سے وجہ کا فون نمبر لے کر اس سے اپنے موبائل فون پر بات کی اور اسے کرل دیو کے حادثے کے بارے میں بتا کر پوچھا تو اس نے بتایا کہ اسے اپنی سسٹر کی شادی کے لئے رقم درکار تھی۔ اس نے کرل دیو سے ذکر کیا تو انہوں نے اس کی درخواست پر سائن کر کے اسے سیکرٹری صاحب کے پاس بھیجا اور سیکرٹری صاحب نے رقم کی منظوری دے دی تو کرل دیو نے اسے آف کرنے کو کہا اور جب وہ چلا گیا تو کرل دیو آفس میں ہی تھے۔ وجہ نے کرل دیو سے پوچھا کہ کیا وہ نہیں جانتیں گے تو کرل دیو نے اسے بتایا کہ وہ کچھ دیر بعد جائیں گے کیونکہ انہوں نے کافرستانی سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر جاتا ہے“..... کرشن نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو جنرل پران اور کرل راجیش دونوں ہی چونک پڑے۔

”کیوں۔ وہ یہاں تو نہیں آئے تھے“..... جنرل پران نے

وجے نے جواب دیا۔

”اوہ۔ تم نے اپنے نام پر کیوں ڈسک فائل ایٹو کی“..... کرنل راجیش نے حیرت سے جزل پران کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا جو وجے کی بات سن کر بے اختیار چونکا تھا۔

”میں نے کرنل دیو سے پوچھا تھا کہ فائل کس کے نام پر جاری کروں تو انہوں نے کہا کہ میں اپنا نام لکھ دوں کیونکہ ہو سکتا ہے کافرستانی سیکرٹ سروس کے چیف فائل چیک کر کے فوراً ہی واپس دے دیں“..... دوسری طرف سے وجے نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

”تو تم اسی لئے خوفزدہ ہو کہ کرنل دیو کی گاڑی تباہ ہونے سے فائل بھی ضائع ہو گئی ہوگی اور چونکہ تمہارے نام پر فائل ایٹو کی گئی تھی اس لئے تمہیں اس کے لئے جواب دہ ہونا پڑے گا“..... کرنل راجیش نے چونکتے ہوئے کہا۔

”لیس سر۔ لیس سر۔ کیونکہ وہ فائل بہت اہم تھی“..... وجے نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”کون سی فائل تھی۔ کیا کوئی ٹاپ سیکرٹ تھی“..... کرنل راجیش نے جلدی سے پوچھا۔

”لیس سر۔ فائل نمبر ٹریل فور“..... وجے نے جواب دیا تو کرنل راجیش اور جزل پران دونوں ہی بے اختیار اچھل پڑے۔

”کیا۔ ٹریل فور۔ گریٹ پلان“..... جزل پران کے حلق سے

”اوہ۔ لیس سر۔ حکم فرمائیے“..... وجے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا مگر اس کی آواز لرز رہی تھی۔

”کرشن کو تم نے جو کچھ بتایا ہے وہ ناکافی ہے۔ تم خوفزدہ کیوں ہو“..... کرنل راجیش نے سخت لہجے میں کہا۔

”نن۔ نہیں سر۔ البتہ اپنے باس کی موت کی خبر سے مجھے بے حد صدمہ پہنچا ہے“..... وجے نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”چیف معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کرنل دیو چیف سے کس سلسلے میں ملنا چاہتے تھے۔ تم نے کرشن کو اس سوال کا جواب کیوں نہیں دیا۔ کیا اس لئے کہ کرنل دیو نے تمہیں منع کیا تھا“..... کرنل راجیش نے پوچھا۔

”نہیں سر۔ منع کرتے تو میں اس کی وجہ بھی ان سے معلوم کرتا“..... وجے نے جلدی سے کہا۔

”تو پھر جلدی بتاؤ کہ کرنل دیو نے تم سے کیا کہا تھا اور“..... چیف سے ملنے کیوں نہیں آئے“..... کرنل راجیش نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”انہوں نے مجھے آف کرنے کو کہا اور ہدایت کی کہ انہیں ایک ڈسک فائل نکال کر دیتا جاؤں کیونکہ کافرستانی سیکرٹ سروس کے چیف کو اس فائل کی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں چیف نے انڈی فون پر حکم دیا ہے۔ چنانچہ میں نے ڈسک فائل نکال کر اپنے نام؛ ایٹو کی اور کرنل صاحب کو دے کر آفس سے رخصت ہو گیا“

لے آیا تھا آفس میں“..... کرنل راجیش نے سخت لہجے میں کہا۔
 ”نوسر۔ اس پورے ہفتے میں ان کا کوئی ملاقاتی نہیں آیا۔“

وہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”آج انہوں نے کوئی فون کال رسیو کی جس سے وہ خوفزدہ یا پریشان ہو گئے ہوں“..... کرنل راجیش نے کہا۔

”نوسر۔ کم از کم میری موجودگی میں کوئی ایسی کال نہیں آئی۔“
 وہ نے جواب دیا۔

”آج ان کا موڈ کیسا تھا۔ چہرے کے تاثرات کیا تھے۔“ کرنل راجیش نے پوچھا۔

”موڈ ٹھیک ہی تھا۔ میں نے لون کے لئے درخواست پرنٹ کی اور انہوں نے اس پر سائن کر دیئے۔ پھر میں سیکرٹری صاحب کے آفس چلا گیا۔ ہو سکتا ہے اس دوران کوئی کال آئی ہو کیونکہ مجھے واپس آنے میں آٹھ نو منٹ لگ گئے تھے“..... وہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”جب تم واپس آئے تو انہوں نے تم سے کہا تھا کہ کافرستانی سیکرٹ سرورس کے چیف کا فون آیا تھا۔ اس سے پہلے تو نہیں بتایا“..... کرنل راجیش نے کہا۔

”لیس سر۔ پہلے انہوں نے نہیں بتایا۔ گویا فون اسی وقت آیا ہو گا جب میں سیکرٹری صاحب کے کمرے میں گیا تھا“..... وہ نے کہا۔

یکدم چیخ ہوئی آواز نکلی اور کرنل راجیش بھی ایک لمحے کے لئے سن ہو کر رہ گیا۔

”لیس سر۔ لیس سر“..... وہ نے کی بوکلاہٹ آمیز آواز سنائی دی تو جہز پران نے کریڈل پر ہاتھ رکھ کر فون آف کر دیا۔

”چیف۔ یقیناً گریٹ پلان کی فائل دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے“..... کرنل راجیش نے رسیور رکھتے ہوئے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

”لیکن کیسے۔ کرنل دیو کو تو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ فائل اس کے پاس تھی۔ اگر دشمن نے فائل اس سے حاصل کر لی تھی تو اسے ہلاک کیوں کیا گیا۔ کرنل دیو سے دشمن نے کیسے اور کہاں رابطہ قائم کیا۔ یہ حقائق کیسے معلوم ہوں گے راجیش“..... جہز پران نے غراتے ہوئے کہا۔

”ایک منٹ سر۔ میں وہ سے دوبارہ بات کرتا ہوں۔“ کرنل راجیش نے جلدی سے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر نمبر پر لیں کرنے لگا۔

”ہیلو۔ وہ بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد وہ نے کی آواز سنائی دی۔

”کرنل راجیش بول رہا ہوں وہ۔ معاملہ اتنا اہم ہے کہ ہمیں پوچھ گچھ کے لئے گرفتار کر کے یہاں لایا جاسکتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ جو کچھ پوچھ رہا ہوں سچ بتا دو۔ کرنل دیو سے کل یا آج کوئی

کی طرف دیکھا۔

”محفوظ۔ دھماکے میں گاڑی تباہ ہو گئی تو پھر ڈسک کیسے بچ گئی ہوگی“..... جنرل پران نے تلخ لہجے میں کہا۔

”چیف۔ میں نے امکان ظاہر کیا ہے۔ میری معلومات کے مطابق وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم میں ڈسک کو محفوظ رکھنے کے لئے فائر پروف پلاسٹک بیگز استعمال کئے جاتے ہیں۔ ان پر حرارت کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور اگر ڈسک ٹوٹ پھوٹ بھی گئی تو تھیلی میں ہی ہوگی۔ ہمیں تو صرف یہ چیک کرنا ہے کہ ڈسک دشمن کے ہاتھ میں پہنچ چکی ہے یا نہیں۔ اس ڈسک کی ایک کاپی تو آپ کے پاس بھی ہے اور ڈیفنس منسٹری کے ریکارڈ روم میں بھی موجود ہوگی“..... کرنل راجیش نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ایک منٹ ٹھہرو۔ میں پنڈت مہاراج سے ساری حقیقت معلوم کرتا ہوں۔ اس طرح جلد پتہ چل جائے گا“..... جنرل پران نے مضطربانہ لہجے میں کہا اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو مہاراج۔ جنرل پران بول رہا ہوں۔ اوور“..... جنرل پران نے پنڈت کالی داس کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”جنرل پران۔ میں پنڈت کالی داس بول رہا ہوں۔ خیریت تو ہے۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے پنڈت کالی داس کی آواز سنائی دی۔

”مہاراج۔ عمران نے ایک اور دھماکہ کر دیا ہے جس میں وزارت خارجہ کے ایک اہم افسر سمیت کئی بے گناہ مارے گئے

”جب کرنل دیو نے تمہیں فائل کے بارے میں ہدایت کی اس وقت ان کے چہرے پر کیا تاثرات تھے“..... کرنل راجیش نے تیزی سے پوچھا۔

”اس وقت ان کا سر جھکا ہوا تھا اس لئے میں نوٹ نہیں کر سکا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی گہری سوچ میں گم ہوں“..... وجے نے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کمرے سے رخصت ہوتے وقت تم نے ان کا چہرہ دیکھا تھا“..... کرنل راجیش نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”نوسر۔ میں نے رخصت ہوتے وقت انہیں سلام کیا تو وہ سگریٹ سلگا رہے تھے اور لائٹر کے شعلے کے سبب میں ان کے چہرے پر کچھ محسوس نہیں کر سکا تھا۔ خلاف معمول انہوں نے سلام کا جواب بھی نہیں دیا تھا“..... وجے نے جواب دیا تو کرنل راجیش نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ فی الحال تم گھر پر فون کے قریب رہو۔ میں کسی وقت بھی تمہیں دوبارہ کال کر سکتا ہوں“..... کرنل راجیش نے چونکتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا اور فون کا رسیور رکھ کر جنرل پران کی طرف دیکھنے لگا جس کے چہرے پر غصے کے تاثرات تھے۔

”نسر۔ میں جا رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ فائل کی ڈسک کرنل دیو نے کسی کے حوالے نہ کی ہو اور وہ ابھی گاڑی میں محفوظ ہو“۔ کرنل راجیش نے اٹھتے ہوئے کہا تو جنرل پران نے چونکتے ہوئے اٹھا

ہیں۔ آپ کو اس لئے اطلاع دے رہا ہوں کہ آپ اس لمحہ کا ہر
نہی کوئی انتظام کریں۔ اور..... جنرل پران نے انتہائی مؤدبہ
لہجے میں کہا۔

”جنرل پران۔ میں نے تمہیں بتا دیا تھا کہ میں عمران کو
کرنے کے لئے ایک خطرناک جاپ کر رہا ہوں اور شام تک انطا
کرو۔ اب تمہاری بات سننے کے لئے مجھے جاپ روکنا پڑا ہے
اس طرح جاپ میں مداخلت ہوتی رہی تو جاپ جلد مکمل نہ ہوئے
گا۔ اور..... پنڈت کالی داس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”معافی چاہتا ہوں مہاراج۔ لیکن اب معاملہ خطرناک صور
اختیار کر گیا ہے۔ ہم نے پاکیشیا کے خلاف جو خفیہ منصوبہ بنایا
اسے ڈسک میں محفوظ کر کے وزارت خارجہ کے آفس میں محفوظ
رکھا تھا تاکہ وقت سے پہلے دشمن کو ہمارے ارادے کا علم نہ
سکے۔ وہ ڈسک بم دھماکے میں مرنے والا افسر کرنل دیو اپنے سام
آفس سے گھر جا رہا تھا کہ گھر کے قریب اس کی کار بم سے جلا
دی گئی اور کرنل دیو مارا گیا۔ ہمیں صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ کڑ
دیو وہ ریکارڈ کس مقصد کے لئے غیر قانونی طور پر اپنے ساتھ
گیا تھا اور کار تباہ ہونے میں ریکارڈ بھی ضائع ہو گیا ہے یا کہ
دشمن کے ہاتھ لگ چکا ہے اور وہ دشمن شہر میں ہی ہے یا ملک
باہر جا چکا ہے۔ بس اس کے بعد میں آپ کے جاپ میں دخل نہ
دوں گا۔ اور..... جنرل پران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”خیر۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔ دو منٹ انتظار کرو۔ اور۔ پنڈت
کالی داس نے ناگوار سے لہجے میں کہا اور کچھ دیر کے لئے رابطہ ختم
ہو گیا تو کرنل راجیش دوبارہ کرسی پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ جنرل پران
بے قراری سے ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر تقریباً دو منٹ
بعد ٹرانسمیٹر سے پنڈت کالی داس کی آواز سنائی دی۔

”جنرل پران۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو۔ اور۔ پنڈت
کالی داس نے کہا۔

”جی ہاں مہاراج۔ میں پوری توجہ سے آپ کی بات سن رہا
ہوں۔ اور..... جنرل پران نے بے تاب سے لہجے میں کہا۔

”میں نے معلوم کر لیا ہے۔ یہ اسی نابکار عمران کی کارروائی
ہے۔ اسی نے کرنل دیو سے ڈسک حاصل کی اور پھر دھماکے سے
اسے ختم کر ڈالا تاکہ کرنل دیو کسی کو بتا نہ سکے۔ اور..... دوسری
طرف سے پنڈت کالی داس نے کہا تو جنرل پران بے اختیار اچھل
پڑا۔

”اوہ۔ کیا عمران ہمارے ملک سے فرار ہو گیا ہے۔ اور۔
جنرل پران نے غراتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں جنرل۔ وہ اپرا دمی اپنے ملک واپس نہیں جا سکتا۔ میں
نے اس کی واپسی کے راستے پہلے ہی بند کر رکھے ہیں۔ وہ تمہارے
شہر میں ہی ہے۔ تم اسے تلاش کر سکتے ہو تو کر لو ورنہ آج رات وہ
میری گرفت میں ہو گا۔ اور سنو۔ کرنل دیو کا اکلوتا بیٹا بھی عمران کے

بالکل درست تھا اور یقیناً پنڈت کالی داس عمران کو کافرستان کی حدود سے باہر نہیں جانے دے گا لیکن یہ خدشہ بھی تھا کہ عمران پلان کی کمپیوٹر ڈسک کسی دوسرے ذریعے سے پاکیشیا بھیج دے یا ڈسک کا ڈیٹا ای میل سے اپنے ہیڈ کوارٹر منتقل کر دے۔ جنرل پران جوں جوں اس مسئلہ پر سوچ رہا تھا اس کی پریشانی اور اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر اچانک ہی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ یکدم چونکا اور اس کی سوچ کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

”لیں۔ جنرل پران سپیکنگ“..... جنرل پران نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”سر۔ خارجہ سیکرٹری بات کرنا چاہتے ہیں“..... دوسری طرف سے آپریٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ بات کراؤ“..... جنرل پران نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر چند لمحوں بعد دوسری آواز سنائی دی۔

”ہیلو جنرل پران۔ مجھے ابھی ابھی کرنل دیو کی موت کی خبر ملی ہے“..... دوسری طرف سے سیکرٹری خارجہ نے کہا۔

”جی ہاں۔ یہ درست ہے“..... جنرل پران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اسے کس نے ہلاک کیا۔ وہ ہمارے گلہ کے ایک اہم اور قابل آفیسر تھے“..... دوسری طرف سے سیکرٹری خارجہ نے کہا۔

حکم پر مارا گیا ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے۔ اوور“..... پنڈت کالی داس نے غضبناک لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ نہیں تو۔ اوور“..... جنرل پران نے اس نئے انکشاف پر حیرت سے منہ پھاڑتے ہوئے کہا جبکہ کرنل راجیش کو بھی حیرت کا جھٹکا لگا۔

”عمران نے کرنل دیو کو دھوکہ دیا تھا۔ اس نے کرنل دیو سے اس کے بیٹے کی زندگی کے عوض ڈسک حاصل کی لیکن کرنل دیو کو ہلاک کرنے کے بعد اس کے بیٹے کو بھی مار ڈالا۔ میری غلام رونا نے اس کی لاش شہر سے باہر کھیتوں میں دیکھی ہے۔ اور ایڈل“..... پنڈت کالی داس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جنرل پران نے مضطربانہ انداز میں ٹرانسمیٹر آف کیا اور کرنل راجیش تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں جا رہا ہوں سر۔ ایسا نہ ہو کہ ہم مہاراج سے خوشخبری کے انتظار میں رہیں اور عمران فرار ہو جائے“..... کرنل راجیش نے غصیلے آواز میں کہا اور تیزی سے پلٹ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا جنرل پران نے اسے کچھ نہ کہا۔ وہ مضطربانہ انداز میں ہاتھ نہ اپنی پیشانی رگڑ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر پاکیشیا سیکرٹ سوا ہمارے گریٹ پلان سے آگاہ ہو گئی ہے تو یقیناً اس پلان کو ناکام بنانے کے اقدامات کرنے کے علاوہ جوابی کارروائی سے بھی مر نہیں کرے گی۔ اگرچہ پنڈت کالی داس نے جو کچھ بتایا تھا

”نام تک عمران ہماری گرفت میں آجائے گا“..... جنرل پران نے کہا۔

”حیرت ہے کہ آپ کا محکمہ ابھی تک عمران کو گرفتار نہیں کر سکا جبکہ آپ کو علم ہے کہ عمران شہر میں موجود ہے اور دوپہر کے وقت بھی اسی نے دھماکہ کیا تھا۔ کیا پنڈت کالی داس نے ابھی تک کچھ نہیں کیا جس کے بارے میں گزشتہ روز میٹنگ میں آپ نے بتایا تھا“..... سیکرٹری خارجہ نے کہا۔

”پنڈت مہاراج، عمران کو ماورائی ذرائع سے ختم کرنے کے لئے ایک خاص عمل کر رہے ہیں جو آج رات مکمل ہو جائے گا۔ برے ماتحت بھی عمران کی تلاش کر رہے ہیں۔ آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے“..... جنرل پران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ دو روز بعد پاکیشیا میں غاشور شروع ہو رہا ہے۔ ان دنوں پاکیشیا کی تمام فورسز غاشور کے جلوسوں کی حفاظت میں لگی ہوئی ہیں۔ گریٹ پلان پر عمل کرنے کے لئے یہ سنہری وقت ہے۔ آپ کو چاہئے کہ دو دن بعد پلان کا آغاز کر دیں“..... سیکرٹری خارجہ نے کہا۔

”بہت بہتر۔ بھگوان نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا۔ آپ اطمینان لیں“..... جنرل پران نے یقین ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”عمران سے فائل حاصل ہونے پر مجھے ضرور مطلع کرنا۔ گڈ بائی“..... سیکرٹری خارجہ نے کہا تو جنرل پران نے منہ بناتے ہوئے رسیور

”میرے ماتحتوں نے معلوم کیا ہے کہ اسے پاکیشیا بیکر سروس کے ایجنٹ علی عمران نے ہلاک کیا ہے جس نے دوپہر کے وقت بھی کافرستانی سیکرٹ سروس کے ایک ممبر سمیت کئی ہلہ اہلکاروں کو بم دھماکے میں ہلاک کیا تھا“..... جنرل پران نے جواب دیا۔

”اوہ۔ تو علی عمران کافرستان آیا ہوا ہے“..... سیکرٹری خارجہ۔ حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔ اور اس نے کرنل دیو سے گریٹ پلان کی فائل حاصل کرنے کے بعد کرنل دیو کو ہلاک کیا ہے۔ اس کے بعد کے بیٹے کو بھی ختم کر دیا جسے ریغمال بنا کر اس کی زندگی کے اس نے کرنل دیو سے فائل کا تقاضا کیا اور یہ تقاضا فون پر وقت کیا گیا جب اس کا اسٹنٹ وجے لون کی درخواست لے آپ کے پاس گیا ہوا تھا۔ واپسی پر کرنل دیو نے وجے سے کہا سیکرٹ سروس کے چیف نے فون پر اس سے گریٹ پلان کی فائل طلب کی ہے اس لئے وجے فائل اپنے نام سے ایڈوکر کے دے جائے“..... جنرل پران نے سخت لہجے میں تعصبات بنا ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ پلان پر اب عمل نہیں کیا جائے گا“..... سیکرٹری خارجہ نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

”ہم کوشش کر رہے ہیں کہ فائل پاکیشیا نہ پہنچ سکے۔“

رکھ دیا۔

”ہانسس۔ سمجھتا ہے کہ ہمارے پاس طلسمی چراغ ہے۔“ جزل پران نے غصیلے لہجے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ایک سگار سلگانے لگا۔ تقریباً چار پانچ منٹ بعد ہی دوبارہ فون کی کھنٹی بج اٹھی تو جزل پران نے رسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے آپریٹر نے بتایا کہ وزیر خارجہ بات کرنا چاہتے ہیں تو جزل پران کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ پھر وزیر خارجہ کی آواز سنائی دی تو اس نے بھی کرل دبا کے بارے میں بات کی۔

”مجھے سیکرٹری خارجہ نے بتایا ہے کہ گریٹ پلان کی فائل ملے عمران کے پاس پہنچ چکی ہے“..... وزیر خارجہ نے کہا تو جزل پران نے عمران کو گرفتار کرنے کی کوشش کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ عمران کو شام تک گرفتار کر لیا جائے گا۔ وزیر خارجہ کو مطمئن کرنے کے بعد جزل پران، کرنل راجیش کی رپورٹ کا انتظار کرنے لگا۔

گریٹ پلان کی تفصیل سن کر عمران کے ساتھی حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ کافرستانی حکمرانوں نے پاکیشیا کے خلاف نہایت ہولناک اور ہمایاک منصوبہ بنایا تھا۔ یہ خوفناک پلان پاکیشیا کا نام صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے بنایا گیا تھا۔ اس پلان کے تحت کافرستانی ایجنٹ پاکیشیا کی ایٹمی تنصیبات، ایئر پورٹس، بندرگاہ، آئل ریفائنریز آرڈیننس فیکٹریز اور ڈیموں کو ریموٹ کنٹرول بموں سے اور ٹائم بموں سے تباہ کر دیتے اور ان تمام جگہوں کو ایک ہی وقت پر ہارکٹ بنایا جاتا۔

پلان کے مطابق کافرستانی ایجنٹوں نے ماہ عاشور کے آغاز سے نو تین دن پہلے پاکیشیا میں پہنچنا تھا اور ایک ہفتہ کے اندر اندر اپنے تمام اہداف پر کارروائی مکمل کرنی تھی۔ فائل آپریشن کے لئے سات محرم کی تاریخ رکھی گئی تھی۔ اس پلان پر عمل درآمد کے لئے ماہ

دیکھے۔

”عمران صاحب۔ بہت بھیا تک پلان ہے کافرستان کا۔“ چند لوگوں کی خاموشی کے بعد صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”بے شک۔ لیکن اس کا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ پاکیشیا قیامت تک قائم رہنے کے لئے معرض وجود میں آیا ہے اور جب تک تم جیسے جاں فروش زندہ ہیں پاکیشیا کا ذرہ ذرہ محفوظ رہے گا۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کی یہ مسکراہٹ اتنی بھیا تک تھی کہ اس کے ساتھیوں کی ہڈیوں تک سرد لہر دوڑ گئی۔

”تو پھر۔ آپ انہیں کیسے روک سکیں گے؟“..... نعمانی نے آہستہ سے کہا۔

”صبح تک اس پلان کی خبر اقوام متحدہ تک پہنچ جائے گی اور کافرستان خود ہی اس پلان کو ترک کر دے گا۔ میں نے ای میل سے فائل کے تمام مندرجات چیف کو بھیج دیئے ہیں۔ اب ہم جو کچھ بھی کریں گے وہ جواب آن غزل کے طور پر ہو گا۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا ہم یہاں غزل سنانے آئے ہیں جبکہ دشمن ہمارے وطن کو نیست و نابود کرنے کے درپے ہیں؟“..... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”غزل تو دشمن نے کہی ہے اور ہم جواب میں اپنا پورا دیوان سنانے کے پیارے۔ قدرت ایک نیکی کے بدلے دس نیکیاں دیتی

محرم کا انتخاب اس لئے کیا گیا کیونکہ مسلمانوں کے لئے یہ مقدس اور رنج و غم کا مہینہ تھا اور اس ماہ کے آغاز سے ہی سیکورٹی کے انتظامات کے لئے پولیس، ریجنرز اور آرمی کو ذمہ داریاں سونپ دی جاتی تھیں۔ اس طرح تمام فورسز شہروں میں مصروف ہو جاتی تھیں اور سات محرم سے سیکورٹی میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ سات محرم کی شب ایک مخصوص وقت پر اچانک پاکیشیا میں قیامت برپا کر دی جاتی۔

عمران گریٹ پلان کے بارے میں بتا کر خاموش ہوا تو اس کے ساتھیوں کے چہرے انتہائی غم و غصے سے سرخ ہو رہے تھے۔ گریٹ پلان میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اس تباہی کے نتیجے میں پاکیشیا کی فورسز سرحدوں کے دفاع سے غافل ہو جائیں گی اور کافرستانی فوجیں پاکیشیا پر ایک کر کے اس پر قابض ہو جائیں گی اور اتحادی افواج پاکیشیا میں داخل ہو جائیں تو پاکیشیا پر انگریزوں کا قبضہ ہو جائے گا اور پاکیشیا دوسرا عراق بن جائے گا۔ دہشت گردوں کی صورتوں میں پاکیشیا کا وجود ختم ہو جائے گا۔ اس طرح کافرستان مقصد پورا ہو جائے گا۔ بلاشبہ کافرستان کا یہ منصوبہ کامیاب ہو گا۔

تھا اور کچھ نہیں تو وہ اس تباہی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جنت برزخ کے آزاد حصے پر با آسانی قبضہ ضرور کر سکتا تھا اور عمران جیسا کہ جس نے مادر وطن کی حفاظت کا عزم کر رکھا تھا، کبھی یہ برداشت کر سکتا تھا کہ کوئی دشمن اس کے ملک کی طرف میلی آنکھ سے

”میرا مطلب اس مصرع کے مترادف ہے کہ آئے ہیں تیرے
در پہ تو کچھ دے کے جیائیں گے“..... عمران نے شوخ لہجے میں
کہا۔

”آپ غلط بول گئے۔ دے کے نہیں لے کے جائیں گے۔“
صدیقی نے جلدی سے کہا تو عمران نے غصے سے اس کی طرف
دیکھا۔

”بے شک تم سچ کہہ رہے ہو کیونکہ تمہارا نام صدیقی ہے لیکن
میں یہاں سے صرف تم لوگوں کو بہ سلامت واپس لے جاؤں گا اور
کافرستان کو تحفے دے کر جاؤں گا۔ ایسے تحفے جو ہمیشہ یہاں کے
حکمرانوں کو یاد دلاتے رہیں گے کہ قیامت کیسے برپا کی جاتی ہے۔
بس تم لوگ تیاری کر لو۔ سروں پر کفن باندھ لو اور ایکشن کے وقت
کا انتظار کرو“..... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا اور فون کا
ریسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے لگا۔ عمران کے الفاظ نے اس کے
ساتھیوں میں عجیب سی سستناہٹ پیدا کر دی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ
عمران کتنا بھیانک فیصلہ کر چکا ہے۔

”بس۔ ناصر علی سپیکنگ“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر
ناصر علی کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں۔ سناؤ کیا اخبار ہے“..... عمران نے
لاؤڈر کا مٹن پریس کرتے ہوئے کہا۔

”اخبار۔ کون سا اخبار جناب“..... دوسری طرف سے ناصر علی

ہیں۔ لیکن ہم کافرستان کو ستر بدیوں کا عذاب دیں گے تاکہ کم از کم
ستر برس تک اسے پاکیشیا کے خلاف سوچنے کی بھی جرأت نہ ہو
سکے“..... عمران نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”گویا آپ نے ہمیں بتانے سے پہلے ہی چیف کو ای میل کر
دی ہے“..... صدیقی نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے تھوڑی دیر میں ہی کافرستانی سیکرٹ
سروس کو علم ہو جائے کہ گریٹ پلان کی ڈسک میں حاصل کر چکا
ہوں اور وہ ای میل سروس معطل کر دے کیونکہ اسے بھی پتہ ہے کہ
پلان کی فائل کس ذریعے سے فوری طور پر پاکیشیا بھیجی جا سکتی
ہے“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”آپ نے اچھا کیا۔ اب دنیا والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ
کافرستان پاکیشیا کے خلاف کتنے جارحانہ عزائم رکھتا ہے“..... صدیقی
نے کہا۔

”بالکل۔ لیکن کافرستان کو اس ناپاک سازش کا مزہ چکھا۔
بغیر میں واپس نہیں جاؤں گا“..... تنویر نے غراتے ہوئے کہا۔

”تم سے کس کافر نے کہا ہے کہ ہم واپس جا رہے ہیں۔ از
خرچہ کر کے یہاں آئے ہیں تو پیسے پورے کر کے ہی جائیں گے“
عمران نے جلدی سے کہا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا۔ صاف صاف بتاؤ“..... جولیا۔
چونکتے ہوئے کہا۔

کہ کوشش کے باوجود اسے وہاں کوئی کلیو نہیں ملا“..... ناصر علی نے مسلسل بولنے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ تو سب کچھ کرنل راجیش کو پنڈت کالی داس نے بتایا ہے“..... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ اور جب کرشن نے خدشہ ظاہر کیا کہ عمران فائل حاصل کر کے شہر سے نکل گیا ہو گا تو کرنل راجیش نے کہا کہ عمران مرنے کے بعد بھی یہاں سے واپس نہیں جاسکے گا کیونکہ پنڈت کالی داس نے عمران کے کافرستان سے باہر جانے کے تمام راستے اپنی مادرائی طاقتوں کے ذریعے بند کر دیئے ہیں اور اگر کافرستانی سیکرٹ سروس اسے تلاش کرنے میں ناکام رہی تو آج رات تک عمران، پنڈت کالی داس کی گرفت میں آ جائے گا۔ اس بات کا پنڈت مہاراج نے جزل پران سے وعدہ کر رکھا ہے“..... ناصر علی نے مزید اطلاع دیتے ہوئے کہا تو عمران کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی جبکہ جولیا، صفدر، نعمانی، تنویر اور صدیقی حیران تھے کہ کیا واقعی پنڈت کالی داس ایسا کر سکتا ہے۔

”یقیناً کالی داس مادرائی قوتوں کا مالک ہے۔ اس نے کافرستانی سیکرٹ سروس کو کرنل دیو اور اس کے بیٹے کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے وہ بھی سو فیصد درست ہے لیکن اس نے میرے فرار کے راستے بند کرنے کی فضول زحمت کی ہے کیونکہ میرا فی الحال واپس جانے کا موڈ بھی نہیں ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران کے ساتھی بے ساختہ مسکرانے لگے۔

”خبریں۔ خبر کی جمع اخبار ہی ہوتی ہے نا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ پہلی خبر تو یہ ہے کہ ڈیفنس ایریا میں بم دھماکے کے بعد شہر کے تمام داخلی و خارجی راستے بند کر دیئے گئے ہیں اور دھماکے میں مرنے والے کرنل دیو کے بیٹے کی لاش شہر سے دور کھیتوں میں ملی ہے۔ کرنل راجیش نے اپنے ماتحت کرشن کو ٹرانسمیٹر پر حکم دیا تھا کہ وہ پولیس کے ساتھ جائے اور لاش کے علاوہ بھی جائزہ لے کہ لاش وہاں کیسی پہنچی اور ایسے کلیو تلاش کرنے کی کوشش کرے جس سے علی عمران تک پہنچنے میں مدد ملے۔ کرشن نے راجیش سے سوال کیا کہ لاش کی اطلاع کیسے ملی اور عمران کا اس سے کیا تعلق ہے تو کرنل راجیش نے اسے مختصراً بتایا کہ پنڈت کالی داس نے بتایا کہ عمران نے کرنل دیو سے گریٹ پلان کی فائل حاصل کرنے کے لئے اس کے بیٹے کو یرغمال بنایا تھا لیکن فائل حاصل کرنے کے بعد عمران نے کرنل دیو کی گاڑی کو بم سے اڑا دیا اور اس کے بعد اس کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ اس کے چند منٹ بعد کرشن نے کرنل راجیش کو اطلاع دی کہ بچے کی لاش مل گئی ہے لیکن لاش پر کسی زخم کا نشان نہیں ہے۔ اس کے گلے میں رسی بندھی ہوئی ہے۔ یقیناً اس کی موت سانس رکسنے سے ہوئی ہے۔ مزید یہ

پنڈت کالی داس پر انحصار کرنے کی بجائے کرل راہیش اپنے ماتحتوں کی مدد سے عمران کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے ماتحتوں نے کافی بھاگ دوڑ کے بعد اسے یہ رپورٹ دی تھی کہ دو بڑے ہوٹلوں میں گزشتہ رات کچھ مسافروں نے قیام کیا تھا مگر وہ آج دوپہر سے غائب ہیں۔ پاروتی ہوٹل میں تین مسافروں نے تین الگ الگ کمرے بک کرائے تھے جو اکٹھے آئے تھے۔ ان میں سے ایک بوڑھا، ایک نوجوان مرد اور ایک ادھیڑ عمر بڑھیا تھی۔ دوپہر سے پہلے گیارہ بجے کے قریب بوڑھے کے کمرے میں تینوں نے چائے پی ٹی اور پھر ایک گھنٹے بعد ویٹر برتن اٹھانے گیا تو تینوں غائب تھے اور کمرے لاک تھے اور اب تک ان کی واپسی نہیں ہوئی تھی۔

انہوں نے نہ تو کاؤنٹر پر کمرہ چھوڑنے کی اطلاع دی تھی اور نہ

”اوہ۔ کیوں سر۔ فائل تو آپ حاصل کر چکے ہیں“..... ناصر علی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ ہمارے یہاں آنے کا ایک مقصد تو پورا ہو چکا ہے لیکن دشمن سے پاکیشیا کے خلاف منصوبہ بنانے کا جرمانہ وصول کرنا بھی باقی ہے اور کالی داس سے انتقام بھی لینا ہے جس نے اپنی غلامی روح سے میرے باورچی کو دہشت زدہ کرنے کی جرأت کی اور جو مجھے ختم کرنا چاہتا ہے۔ میں اس کا وجود ختم کئے بغیر نہیں جاؤں گا“..... عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور پھر ناصر علی کو اپنی مطلوبہ اشیاء کی تفصیل بتانے لگا۔ پھر بات ختم کر کے اس نے فون بند کیا تو سیکرٹ سروس کے ارکان اسی کی طرف متوجہ تھے۔ عمران نے چیونگم کا پیس جیب سے نکال کر منہ میں رکھا اور اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا۔

ہی ہوٹل کے کسی ملازم نے انہیں ہوٹل سے باہر جاتے دیکھا تھا۔ اسی طرح مکیش ہوٹل کے تینوں مسافر بھی تقریباً گیارہ بجے سے بغیر اطلاع دیئے کمرے لاک کر کے چلے گئے تھے اور انہیں بھی کسی نے ہوٹل سے نکلنے نہیں دیکھا تھا۔ تقریباً ایک ہی وقت پر دونوں ہوٹلوں میں قیام کرنے والے چھ مسافروں کا ایک ہی وقت پر اسی طرح غائب ہونا غیر معمولی بات تھی اس لئے کرنل راجیش کے حکم پر اس کے ماتحتوں نے مزید تفتیش کی تھی۔ غائب ہونے والے مسافر کافرستان کے دو مختلف شہروں سے آئے تھے اور ان کے پاس آئی ڈی کارڈز بھی تھے جن کے نمبر ہوٹلوں کے رجسٹرڈ میں درج تھے۔ ان کے کمروں کی تلاشی لینے پر سیکرٹ سروس کے افراد کو کوئی ایسی چیز نہیں ملی تھی جن سے مسافروں کی اصلیت معلوم کرنے میں مدد مل سکتی۔ کمروں میں مسافروں کا سامان بھی نہیں تھا جس کا مطلب تھا کہ ان لوگوں نے واپس نہیں آنا تھا۔

کرنل راجیش کو شبہ ہو گیا کہ کہیں وہ غیر ملکی ایجنٹ اور عمران کے ساتھی نہ ہوں۔ چنانچہ اس نے دونوں شہروں میں موجود اپنے مخبروں کو مسافروں کے وہ ایڈریس بتائے جو ان کے آئی ڈی کارڈز سے ہوٹل کے رجسٹرز میں درج کئے گئے تھے اور حکم دیا کہ فوری طور پر ان مسافروں کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔ ایک گھنٹہ کے اندر اندر دونوں شہروں سے مخبروں نے کرنل راجیش کو اطلاع دی کہ بتائے گئے چوں پر ان مسافروں کے نام کا کوئی فرد

رہائش پذیر نہیں ہے اور شناختی کارڈ آفس میں بھی ان ناموں کا اندراج نہیں ہے۔ گویا آئی ڈی کارڈز جعلی تھے۔ اس انکشاف پر کرنل راجیش کو یقین ہو گیا کہ غائب ہونے والے مسافر عمران کے ساتھی تھے اور یقیناً اسی فلائٹ سے وہ یہاں پہنچے تھے جس پر عمران آیا تھا کیونکہ فلائٹ کے یہاں پہنچنے کے تقریباً تیس منٹ بعد انہوں نے ہوٹلوں میں کمرے لئے تھے۔ دونوں ہوٹلوں کے گیٹ کیپرز سے پہلے ہی معلوم کیا جا چکا تھا کہ وہ مسافر ٹیکسیوں میں وہاں آئے تھے۔

چنانچہ کرنل راجیش کے حکم پر اس کے ماتحت نئے سرے سے ہوٹلوں کو چیک کرتے پھر رہے تھے اور کرنل راجیش اپنے آفس میں بیٹھا ان کی رپورٹس کا انتظار کر رہا تھا۔ چنانچہ چند منٹ پہلے اس نے اپنے ماتحت کیپٹن جوگندر کو دفتر خارجہ کے ہیڈ کوارٹر بھیجا تھا۔ وہاں سیکورٹی آفس میں ان تمام ٹیلی فون کالز کو ٹیپ کیا جاتا تھا جو ہیڈ کوارٹرز میں آتی جاتی تھیں۔ جوگندر نے کرنل دیو کی کالز کو چیک کرنا تھا۔ تھوڑی دیر بعد انٹرکام کی بیل بج اٹھی۔

”لیس۔ کرنل راجیش بول رہا ہوں“..... کرنل راجیش نے انٹرکام کا بٹن پریس کر کے کہا۔

”میرے کمرے میں آؤ راجیش“..... دوسری طرف سے جنرل پراٹھ کی آواز سنائی دی اور رابطہ ختم ہو گیا تو کرنل راجیش نے جھٹکتے ہوئے انٹرکام آف کر دیا۔ اس کا سیکرٹری شیکھر اپنی میز پر

ہوٹلوں کو چیک کر رہے ہیں اور نہیں اب معلوم ہوا ہے کہ چھ مسافر
تائب ہیں وہاں سے۔ تم لوگوں کی کارکردگی مایوس کن حد تک ست
ہے۔..... جنرل پیران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سوری چیف۔ ہوٹل والوں کو پہلے علم نہیں تھا کہ وہ مسافر
کمرے چھوڑ گئے ہیں۔ چونکہ مسافر اب تک واپس نہیں آئے اور
کردوں کی چابیاں بھی انہی کے پاس ہیں اس لئے ہمارے آدمیوں
کو اب بتایا گیا ہے ان مسافروں کے بارے میں“..... کرنل راجیش
نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور اسی لمحے اس کی جیب میں رکھے
ٹرانسمیٹر سے سگنل کی آواز سنائی دی تو اس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر
نکالا اور آن کر دیا۔

”ہیلو باس۔ جوگندر کاننگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے کیپٹن
جوگندر کی آواز سنائی دی۔

”ٹیس کیپٹن۔ راجیش رسیونگ نیو۔ اوور“..... کرنل راجیش نے
کہا۔

”باس۔ میں نے کرنل دیو کے نام آنے والی ٹیلی فون کالز
چیک کی ہیں اور ایک کال کافی اہم ثابت ہوئی ہے۔ اوور“۔ جوگندر
نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”جلدی بکو۔ تفصیل بتاؤ۔ اوور“..... کرنل راجیش نے غراتے
ہوئے کہا۔

”باس۔ کال کرنے والے نے کرنل دیو کو اپنا نام ریٹائر جنرل

کمپیوٹر ورک میں مصروف تھا۔

”خشیکھر۔ میں چیف کے پاس جا رہا ہوں“..... کرنل راجیش
نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چر
لحوں بعد وہ جنرل پیران کے کمرے میں داخل ہوا تو جنرل پیران
بے تابی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ کرنل راجیش نے اسے سلام
کیا۔

”بیٹھو۔ عمران کے بارے میں کچھ پتہ چلا“..... جنرل پیران
نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور خود بھی اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔
”فی الحال اتنا معلوم ہوا ہے کہ عمران اکیلا نہیں ہے۔ اس کے
پانچ یا چھ ساتھی بھی ہیں“..... کرنل راجیش نے آگے بڑھ کر کرسی پر
بیٹھتے ہوئے کہا تو جنرل پیران بے اختیار اچھل پڑا۔

”پانچ یا چھ ساتھی۔ وہ کہاں ہیں“..... جنرل پیران نے حیرت
بھرے لہجے میں کہا۔

”انہیں ہمارے ساتھی تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔“
کرنل راجیش نے جواب دیا۔

”اوہ۔ مگر پہلے تو عمران اکیلا تھا۔ اس کے ساتھی کہاں سے آ
گئے“..... جنرل پیران نے تیزی سے پوچھا تو کرنل راجیش اب تک
حاصل ہونے والی معلومات بتانے لگا۔ جنرل پیران حیرت سے
آنکھیں پھاڑے سن رہا تھا۔

”شرم کی بات ہے کرنل راجیش۔ تمہارے ماتحت دو چہرے

سکتا ہے۔ ظاہر ہے وہ اصل نام تو کرنل دیو کو نہیں بتا سکتا تھا“.....
کرنل راجیش نے جواب دیا۔

”سر۔ میرے لئے کیا حکم ہے۔ اور“..... ٹرانسمیٹر سے کیپٹن
جوگندر کی آواز سنائی دی۔

”تم اس پولیس نا کے پر جاؤ جو ڈیفنس روڈ کے آغاز میں ہے۔
جنرل روکھڑا یا عمران نے ڈیفنس کے پبلک فون بوتھ سے کرنل دیو
کو کال کی تھی اور اسی روڈ پر عمران کے آدمیوں نے کرنل دیو سے
فائل حاصل کی تھی تو پولیس والوں کو ان کی گاڑی کا نمبر یاد رہ گیا
ہو۔ وہاں سے پوچھ گچھ کر کے مجھے فوری اطلاع دو۔ میں چیف
کے پاس موجود ہوں تمہاری رپورٹ آنے تک۔ اور اینڈ
آل“..... کرنل راجیش نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے جنرل پران
کی طرف دیکھنے لگا۔

”پولیس نا کوں پر ہمارے افراد بھی تو موجود ہیں“..... جنرل
ہان نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد کہا۔

”لیس چیف۔ لیکن ہر پولیس نا کے پر نہیں ہیں۔ صرف منجانب
ریٹک والی شاہراہوں پر انہیں تعینات کیا گیا ہے“..... کرنل راجیش
نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے ڈیفنس روڈ پر ہمارا کوئی آدمی نہیں ہے
نہ فیس چیکر کی مدد سے وہ عمران کا میک اپ چیک کر کے اسے
رٹار کر لیتے“..... جنرل پران نے پرسوج انداز میں سر کو جنبش

روکھڑا بتایا تھا اور یہ کال ایک پبلک فون بوتھ سے کی گئی تھی
ڈیفنس روڈ پر واقع ہے۔ جنرل روکھڑا نے کرنل دیو سے مطالبہ
کہ وہ گریٹ پلان کی فائل چاہتا ہے۔ اگر کرنل دیو نے فائل نہ
تو اس کے اکلوتے بیٹے بنجے کو قتل کر دیا جائے گا جو اس کی قید
ہے اور بے ہوش ہے۔ کرنل دیو نے اپنے بیٹے کی زندگی بچا
کے لئے جنرل روکھڑا کا مطالبہ مان لیا تو جنرل روکھڑا نے ا
ہدایت کی کہ وہ فائل لے کر اپنے گھر جائے۔ راستے میں اس
آدمی اسے روک کر اس کا نام بتائیں تو کرنل دیو فائل ان
حوالے کر دے۔ جنرل روکھڑا نے کرنل دیو کو دھکی دی کہ اس
آفس کے کسی آدمی کو پتہ نہ چلے اور نہ ہی اس کے چہرے پر غو
و پریشانی ظاہر ہو۔ فون کر دتے ہی سب سے پہلے جنرل روکھڑا
کرنل دیو سے یہی سوال کیا تھا کہ وہ اکیلا ہے یا کوئی اور بھی ا
کے کمرے میں موجود ہے اور جب کرنل دیو نے بتایا کہ وہ ا
وقت اکیلا ہے تو تب جنرل روکھڑا نے اس سے فائل کی بات
تھی۔ اور“..... دوسری طرف سے جوگندر نے مسلسل بولتے ہو۔
کہا تو جنرل پران اور کرنل راجیش حیران رہ گیا۔

”جنرل روکھڑا۔ یہ کون ہے۔ ایسا واہیات نام میں نے پورا
لائف میں نہیں سنا“..... جنرل پران نے کرنل راجیش کی طرف
دیکھ کر غصے سے کہا۔

”میں نے بھی ایسا نام پہلی بار سنا ہے۔ بہر حال یہ عمران تھا“

دیتے ہوئے کہا۔

”یس سر۔ ہمارے پاس اتنے افراد نہیں تھے کہ ہر چیکنگ پاٹ پر ان کی ڈیوٹی لگائی جاتی۔ آدھے سے زیادہ افراد تو ہوٹوں، ریسٹورانوں کو چیک کرنے میں مصروف ہیں“..... کرنل راجیش نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اسی لمحے سرخ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو دونوں فون کی طرف متوجہ ہو گئے۔

”یس۔ جنرل پران سیکنگ“..... جنرل پران نے سرخ فون کا رسیور اٹھا کر کہا جس پر انتہائی اہم کالز آتی تھیں۔

”سیکرٹری ٹو پرائم منسٹر۔ پرائم منسٹر صاحب بات کرنا چاہتے ہیں سر“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو جنرل پران یکدم پریشان ہو گیا۔

”یس۔ حکم فرمائیں سر“..... جنرل پران نے ایک لمحہ کے بعد مودبانہ لہجے میں کہا۔

”جنرل پران۔ مجھے فارن منسٹر نے ایک بہت بری خبر سنائی ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ آپ کو جو مشن سونپا گیا تھا اس کی فائل دشمن ایجنٹوں کے ہاتھ میں پہنچ چکی ہے“..... دوسری طرف سے پرائم منسٹر کی گھمبیری آواز سنائی دی۔

”یس سر۔ لیکن ہم ان ایجنٹوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ امید ہے چند گھنٹوں میں انہیں گرفتار کر کے فائل واپس حاصل کر لی جائے گی۔ پنڈت کالی داس نے نشاندہی کی ہے کہ پاکیشیائی ایجنٹ عمران

کے پاس فائل ہے اور وہ ابھی تک شہر میں ہی موجود ہے۔“ جنرل پران نے جواب دیا۔

”کرنل دیو کے قتل کو کتنے کتنے گزر چکے ہیں جنرل پران۔“ پرائم منسٹر نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”دواڑھا کی گھنٹے سر“..... جنرل پران نے چونک کر کہا۔

”کیا اتنے وقت میں فائل پاکیشیا نہیں پہنچ سکتی“..... پرائم منسٹر نے سخت لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”نوسر۔ عمران ابھی کافرستان میں ہی ہے“..... جنرل پران نے جلدی سے کہا۔

”میں فائل کی بات کر رہا ہوں جنرل پران۔ وہ فائل کمپیوٹر ڈسک کی شکل میں تھی۔ ہو سکتا ہے عمران نے کمپیوٹر پر فائل چیک کرنے کے فوراً بعد ای میل کے ذریعے فائل کے مندرجات پاکیشیا بھیج دیئے ہوں“..... پرائم منسٹر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”یس سر۔ یہ ممکن ہے سر۔ اب عمران کی گرفتاری سے پتہ چل جائے گا کہ اس نے اپنے ملک کو گریٹ پلان سے مطلع کر دیا ہے یا نہیں۔ وہ جلد ہی ہماری گرفت میں آنے والا ہے۔ پھر میں اپنے آدمیوں کو مشن پر روانہ کروں گا“..... جنرل پران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں جنرل۔ اب کسی کو مشن پر روانہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب آپ صرف عمران کو گرفتار کرنے کی کوشش کریں۔ دشمن کو

کچھ نہیں کیا“..... پرائم منسٹر نے چوکتے ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”پنڈت مہاراج، عمران کو گرفت میں لینے کے لئے اس وقت
 ایک انتہائی خطرناک جاپ میں مصروف ہیں۔ میرا ان سے مسلسل
 رابطہ ہے۔ انہوں نے ہی ہمیں بتایا تھا کہ عمران شہر میں موجود ہے
 اور دوپہر کے وقت اس نے بم دھماکہ کیا تھا۔ پنڈت مہاراج نے
 یہ انکشاف بھی کیا کہ عمران نے کرنل دیو کے بیٹے کو یرغمال بنانے
 کے بعد کرنل دیو سے اس کی زندگی کے عوض گریٹ پلان کی فائل
 حاصل کی اور بعد میں نہ صرف کرنل دیو کی گاڑی کو بم سے تباہ کر
 دیا بلکہ اس کے بیٹے کو بھی آزاد کرنے کی بجائے قتل کر کے اس کی
 لاش شہر سے باہر کھیتوں میں پھینک دی اور یہ بات بھی درست
 ثابت ہوئی ہے کیونکہ دفتر خارجہ کے سیکورٹی آفس میں اس کال کا
 ریکارڈ موجود ہے جس میں عمران نے کرنل دیو سے فائل کے
 بارے میں بات چیت کی۔ پنڈت مہاراج نے کہا ہے کہ ہم صبر
 کریں۔ جاپ مکمل ہوتے ہی عمران ان کی گرفت میں آ جائے گا
 اور وہ عمران کے خون سے ہنومان جی کو غسل دیں گے“..... جنرل
 پان نے مسلسل بات کرتے ہوئے کہا جبکہ کرنل راجیش خاموش
 بیٹھا تھا۔

”اور اگر پنڈت کالی داس کا جاپ پورا ہونے سے پہلے ہی
 عمران ہمارے ملک سے نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تو پھر“۔
 پرائم منسٹر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

ہمارے پلان کا علم ہو چکا ہے اور نہ صرف وہ چوکنہ ہو چکا ہو گا بلکہ
 اتحادی ممالک کو بھی ہمارے پلان سے آگاہ کر دیا گیا ہو گا۔ پلان
 صرف اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا تھا جب پاکستان بے خبر
 ہوتا“..... پرائم منسٹر نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا۔
 ”سر۔ اس میں میرے ڈیپارٹمنٹ کی کوئی خطا نہیں ہے۔“
 جنرل پان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”یہ خطا کیا کم ہے کہ آپ کے ڈیپارٹمنٹ کی غفلت سے
 عمران کو کافرستان میں داخل ہونے کا موقع ملا۔ آپ نے وزیر
 خارجہ کو بتایا ہے کہ دوپہر کے بم دھماکے کا ذمہ دار بھی عمران ہے تو
 آپ نے دوپہر سے شام چار بجے تک عمران کو گرفتار کیوں نہیں کیا
 جبکہ اب بھی آپ لوگ صرف کوشش کر رہے ہیں۔ ایک خطرناک
 ایجنٹ صبح سے یہاں شہر میں موجود ہے اور آپ کا محکمہ ابھی تک
 اس تک نہیں پہنچ سکا تو پھر گریٹ پلان کو کیسے کامیابی سے مکمل کر
 سکتا ہے“..... پرائم منسٹر نے طنزیہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”آپ یقین کیجئے جناب۔ ہم دوپہر سے ہی جدوجہد کر رہے
 ہیں لیکن جیسا کہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ عمران انتہائی عیار اور
 شیطانی صلاحیتوں کا مالک ہے اور آپ کے ہی حکم پر ہم نے
 پنڈت کالی داس سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اسی لئے وہ ہمارے ہاتھ
 سے بچا ہوا ہے“..... جنرل پان نے جلدی سے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا پنڈت کالی داس نے عمران کے خلاف ابھی تک

وہ کرنل راجیش کو پرائم منسٹر کے الفاظ کے بارے میں بتانے لگا۔ اسی دوران کرنل راجیش کے ہاتھ میں موجود ٹرانسمیٹر سے سگنل کی مخصوص آواز ابھرنے لگی تو اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو باس۔ جوگندر کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے کیپٹن جوگندر کی آواز سنائی دی۔

”لیس کیپٹن۔ راجیش رسیونگ یو۔ کیا خبر ہے۔ اوور“..... کرنل راجیش نے جلدی سے کہا۔

”باس۔ پولیس نا کے پر ایک اہلکار نے بتایا ہے کہ پونے چار بجے کے قریب ایک آری آفسر کرنل سہتا کی گاڑی ڈیفنس ایریا کی طرف گئی تھی۔ کرنل سہتا کے ساتھ اس کی بیگم بھی تھی۔ اہلکار نے کرنل کے مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے گاڑی کو چیک کئے بغیر آگے جانے دیا۔ البتہ اس کا نمبر نوٹ کر لیا تھا۔ پھر تقریباً سوا چار بجے یا چار بجیں پر کرنل سہتا کی گاڑی واپس آئی اور پولیس اہلکار نے اسے روکا لیکن کرنل سہتا اور اس کی بیگم کو دیکھ کر انہیں جانے دیا۔ میں نے پولیس سے اس گاڑی کا نمبر لے لیا ہے۔ اوور“..... کیپٹن جوگندر نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ کیا تمہیں کوئی شبہ ہوا ہے کرنل سہتا پر۔ اوور“۔ کرنل راجیش نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”لیس باس۔ کیونکہ جنرل روکھڑا نے پونے چار بجے ہی کرنل دیو کو پبلک فون بوتھ سے کال کی تھی اور وہ فون بوتھ پولیس نا کے

”نہیں جناب۔ پنڈت مہاراج نے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ عمران کو زندہ واپس نہیں جانے دیں گے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ماورائی قوتوں سے انہوں نے عمران کے شہر سے نکلنے کے تمام راستے بند کر دیئے ہیں اور عمران کا جسم تو کیا اس کی روح بھی اپنے وطن واپس نہیں جاسکتی۔ مجھے یقین ہے کہ پنڈت مہاراج گریٹ پلان کی خبر بھی کافرستان کی حدود سے باہر نہیں جانے دیں گے کیونکہ میں نے پنڈت مہاراج کو بتا دیا تھا کہ اگر دشمن ملک کو ہمارے پلان کے بارے میں معلوم ہو گیا تو ہم اس پلان پر عمل نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ مہاراج نے لازمی طور پر انتظام کیا ہو گا کہ پلان کا راز دشمن تک نہ پہنچ پائے“..... جنرل پران نے انتہائی پروٹوکول لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے جنرل پران۔ مجھے پنڈت کالی داس کے قول پر یقین ہے اور ان کی ذات پر اعتماد بھی ہے لیکن آپ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اگر پلان کے بارے میں پاکیشیا کو ذرا بھی علم ہو گیا تو اس پلان کو کینسل کرنا ہی ہمارے لئے بہتر ہو گا“..... پرائم منسٹر نے حتمی لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ جیسے آپ کا حکم ہو گا۔ بہر حال میں جلد ہی آپ کو خوشخبری دینے کی کوشش کروں گا“..... جنرل پران نے کہا۔

”اوکے۔ مجھے بے چینی سے آپ کی کال کا انتظار رہے گا۔ ملڈ بائی“..... پرائم منسٹر نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جنرل پران نے گہرا سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ پھر

سے صرف ایک منٹ کے فاصلے پر ہے۔ پھر چار بج کر بارہ منٹ پر کرنل دیو کی گاڑی چوراہے سے گزر کر ڈیفنس ایریا کی طرف گئی تھی۔ پولیس والوں کی نوٹ بک میں یہی ٹائم لکھا ہے۔ اس کے تین منٹ بعد یعنی سوا چار بجے کرنل سہنا کی گاڑی واپس آئی تھی۔ مجھے یہ شبہ تھا کہ کرنل سہنا ہی نے کرنل دیو سے فائل حاصل کی ہو گی اور یہ شبہ درست ثابت ہوا ہے کیونکہ میں نے رجسٹریشن آفس فون کر کے کرنل سہنا کی گاڑی کا نمبر بتایا تو رجسٹریشن آفس کے کلرک نے بتایا کہ یہ نمبر کسی گاڑی کو نہیں دیا گیا۔ نہ ہی کرنل سہنا کے نام سے کوئی گاڑی رجسٹرڈ کی گئی ہے اور نمبر جعلی ہے۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے جوگندر نے اپنے شک کی وضاحت کرتے ہوئے کہا اور یہ نکتہ جنرل پران اور کرنل راجیش کے ذہنوں کو ہلا دینے والا تھا۔

”سنو جوگندر۔ فوراً کرنل سہنا کی گاڑی کے نمبر اور ماڈل وغیرہ کو سیٹلائٹ کے ذریعے چیک کرو۔ ہو سکتا ہے ابھی گاڑی کی نمبر پلیٹ تبدیل نہ کی گئی ہو اس لئے فوراً سیٹلائٹ سے رابطہ قائم کرو۔ اور۔۔۔ کرنل راجیش نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی کوشش کرتا ہوں۔ اور۔۔۔ جوگندر نے کہا۔

”مجھے فوراً مطلع کرتا۔ اور اینڈ آف۔۔۔ کرنل راجیش نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”راجیش۔ تمام ممبرز کو کرنل سہنا کی گاڑی کی تلاش میں لگا دو۔ عمران تک پہنچنے کے لئے ہمارے پاس یہ واحد کلیو ہے۔ تمام چیک پوسٹوں کو بھی اس گاڑی کے بارے میں ہدایات دے دو۔ جنرل پران نے تیزی سے کرنل راجیش کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی سب کو الرٹ کرتا ہوں۔۔۔ کرنل راجیش نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور جنرل پران کو سلام کر کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جنرل پران سگار بکس سے ایک سگار نکال کر سلکانے لگا۔

کے چوراہے کے قریب پولیس سپاٹ پر ان کی کار کا نمبر نوٹ کیا گیا ہو گا جہاں سے وہ کرٹل سہتا کے نام سے گزرا تھا۔ چنانچہ اس نے بھی نیا میک اپ کر لیا تھا اور جولیا نے بھی۔ نئے میک اپ میں وہ دونوں نوجوان نظر آ رہے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو بھی وہ پہلے ہی ہدایت دے چکا تھا۔ چنانچہ سو سات بجے تنویر، صدیقی اور صفدر ایک گاڑی میں روانہ ہو گئے۔ ناصر علی نے عمران کی ہدایات کے مطابق چند شناختی کارڈز اپنے ایک آدمی کے ہاتھ دہاں بھیجے تھے۔ انہی کارڈز کی تصویر کے مطابق چاروں ممبرز نے میک اپ کئے تھے۔ یہ پیش بندی عمران نے ناصر علی کی اس رپورٹ کی وجہ سے کی تھی کہ پاروتی اور مکیش ہوٹل سے کافرستانی سیکرٹ سروس نے ان کے چھوڑے ہوئے کمروں کی تلاشی لی تھی اور ہوٹلوں میں درج ان کے شناختی کارڈز نمبر حاصل کئے تھے۔ اس سے عمران بخوبی سمجھ گیا تھا کہ کافرستانی سیکرٹ سروس والے شناختی کارڈز کی تصاویر کے ذریعے انہیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

تنویر، صدیقی اور صفدر کے جانے کے پندرہ منٹ بعد عمران نے جولیا اور نعمانی کو ساتھ لیا اور ایک کار میں بیٹھ کر چل دیا۔ شام کا اندمرا پھیل رہا تھا۔ اس کا رخ شہر کی مخالف سمت میں تھا۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد سڑک کے دونوں اطراف میں مختلف صنعتوں کے کارخانوں کا آغاز ہو گیا۔ دور دور تک فیکٹریوں کی مارٹس دکھائی دے رہی تھیں۔ مین روڈ سے کئی سڑکیں دونوں

شام کے سات بجے تھے۔ عمران اور جولیا نے میک اپ تبدیل کر لیا تھا۔ ایک گھنٹہ پہلے ناصر علی نے عمران کو اطلاع دی تھی کہ کافرستانی سیکرٹ سروس کی طرف سے پولیس کو اس کار کا نمبر اور ماڈل بتا کر کار کو تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو ناصر علی نے عمران کے استعمال کے لئے فراہم کی تھی اور اس پر جعلی نمبر پلیٹ تھی۔ اس رپورٹ پر عمران نے گیراج میں موجود ایک دوسری نمبر پلیٹ کار پر لگانے کا ارادہ کیا لیکن پھر خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کافرستانی سیکرٹ سروس والے سیٹلائٹ کی مدد سے نمبر ٹریس کر لیں۔

چنانچہ اس نے کار کی نمبر پلیٹ اتار دی اور اسے گیراج میں بند کر دیا۔ ان کے استعمال کے لئے بقیہ تین گاڑیاں موجود تھیں جو ان کی ضرورت کے لئے کافی تھیں۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ڈیفنس روڈ

اطراف کو نکل رہی تھیں۔ ٹریفک بہت کم تھا۔ یہ سڑک مضافات کی طرف جاتی تھی۔ تقریباً دس منٹ بعد ان کی کار راستے میں واقع ایک محصول چوکی سے گزری۔ چوکی سے آگے ایک پٹرول پمپ تھا۔ اس وقت وہاں ایک ٹرک میں ڈیزل ڈالا جا رہا تھا اور اس کا رخ بھی شہر کی مخالف سمت میں دیکھ کر عمران نے ایک لمحہ کے لئے سوچا اور کار پٹرول پمپ پر کھڑے ٹرک کے عقب میں روک دی۔ پھر انجن بند کر کے وہ نیچے اترا۔ ٹرک کا ڈرائیور ٹرک کے پاس کھڑا کیشیئر کو پیسے ادا کر رہا تھا جبکہ اس کا ہیلپر ٹرک کے ڈیزل ٹینک کے منہ پر کیپ لگا رہا تھا۔

ٹرک ڈرائیور ادھیڑ عمر تھا اور اس کا ہیلپر نوجوان تھا۔ ٹرک میں ایل پی جی کے سلنڈر ایک ترتیب سے رکھے ہوئے تھے۔ چند لمحوں بعد ٹرک ڈرائیور اور اس کا ہیلپر ٹرک میں سوار ہوئے اور ٹرک وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اب وہاں صرف کیشیئر تھا اور اس کا ہیلپر۔

”جی سر۔ پٹرول چاہئے یا ڈیزل“..... ہیلپر نے عمران کی قریب آ کر پوچھا۔

”پٹرول۔ ٹینگی فل کر دو“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو ہیلپر نے کار کی ٹینگی کا ڈھکن اتارا اور پھر پٹرول پمپ سے اس میں پٹرول ڈالنے لگا تو عمران اس کے قریب آ گیا۔ کیشیئر ڈیزل ٹینک کے پاس کھڑا جولیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”یہ ٹرک کہاں جا رہا ہے“..... عمران نے سرسری انداز میں

ہیلپر سے پوچھا۔

”فوجی چھاؤنی میں جا رہا ہے جناب“..... ہیلپر نے عمران کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

”لیکن اس میں تو گھریلو استعمال کے سلنڈر بھرے ہوئے ہیں۔ کیا فوجی چھاؤنی میں گیس کی سپلائی نہیں ہے“..... عمران نے چمکتے ہوئے پوچھا۔

”چھاؤنی میں تو گیس پائپ لائن موجود ہے۔ یہ سلنڈر ایک پرائیویٹ کمپنی اس چھاؤنی کو سپلائی کرتی ہے۔ پھر چھاؤنی سے ان سلنڈروں کو پہاڑی مقامات پر پہنچایا جاتا ہے جہاں ملٹری یونٹوں میں گیس پائپ لائن نہیں ہے۔ لیجئے ٹینگی فل ہو گئی ہے“..... ہیلپر نے ٹینگی سے پائپ نکالتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ اچھا“..... عمران نے کہا جبکہ اس دوران کیشیئر ان کے قریب آ گیا۔ عمران نے اس سے بل لے کر ادائیگی کی اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ نعمانی عقبی نشست پر تھا جبکہ جولیا فرنٹ سیٹ پر۔

”یہ سڑک شانتی گڑھ جاتی ہے نا“..... عمران نے ہیلپر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”جی ہاں۔ کیا آپ نے شانتی گڑھ جانا ہے“..... ہیلپر کی بجائے کیشیئر نے جلدی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ ہم نے راج گڑھ جانا ہے۔ ایک شادی کی تقریب

ہے..... عمران نے انجن سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ وہ تو شانتی گڑھ سے تھوڑا آگے ہے“..... کیشیئر نے کہا تو عمران نے مزید کچھ کہے بغیر کار آگے بڑھا دی۔ سڑک پر آ کر اس نے کار کی رفتار میں اضافہ کر دیا۔ اس نے محض ہیلپر اور کیشیئر کو یہ باور کرانے کے لئے بات چیت کی تھی ان کی منزل راج گڑھ ہے ورنہ اس کا وہاں جانے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ ساری معلومات اسے پہلے سے حاصل تھیں اور اس کی منزل فوجی چھاؤنی تھی۔ کافرستانی آرمی کی یہ چھاؤنی یہاں سے تقریباً بیس کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ پندرہ کلومیٹر آگے ایک آرمی چیک پوسٹ تھی اور وہاں سے جنوب مشرق کی سمت میں تین چار کلومیٹر کے فاصلے پر فوجی چھاؤنی تھی۔ چیک پوسٹ سے آگے ایک سڑک چھاؤنی کی طرف جاتی تھی۔

”تم ٹرک کے بارے میں پمپ والوں سے کیوں پوچھ رہے تھے“..... جولیا نے کچھ فاصلے طے ہونے کے بعد عمران سے پوچھا۔

”معلومات میں اضافہ کے لئے“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ کیا فوجی چھاؤنی راج گڑھ میں ہے کہیں۔“

عقبی نشست پر بیٹھے نعمانی نے عمران کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ راج گڑھ تو چھاؤنی سے تین کلومیٹر آگے ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو پھر تم نے خواہ مخواہ پمپ والوں سے کیوں پوچھ سمجھ

کی“..... جولیا نے ناگوار لہجے میں کہا۔

”دراصل ٹرک کو دیکھ کر میرے ذہن میں آیا تھا کہ چیک پوسٹ سے بحفاظت گزرنے کے لئے اس ٹرک کا سہارا لینا چاہئے۔ البتہ تمہیں ذرا زحمت کرنا ہو گی“..... عمران نے سامنے جانے ٹرک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کی عقبی سرخ بتیاں ایک ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر نظر آ رہی تھیں۔ پھر اس نے مختصراً جولیا اور نعمانی کو اپنے پروگرام سے آگاہ کیا تو جولیا اسے گھورنے لگی۔

”کیا بک رہے ہو۔ مجھ سے ایسا نہیں ہو سکے گا۔ سمجھئے۔“ جولیا نے غراتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ اس میں کیا مشکل ہے۔ لڑکیوں کے لئے رومانٹک سین کرنا تو بہت آسان ہوتا ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر کافی تیز رفتاری سے کار چلانے لگا اس لئے جلد ہی اس نے آگے جانے والے ٹرک کو اوور ٹیک کر لیا۔ پھر تقریباً دو سو گز کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے رفتار کم کی اور کار سڑک کے کنارے روک کر بیک لائٹ سے ٹرک کو رکنے کا اشارہ کرنے کے بعد کار سے اتر آیا۔ ٹرک کی رفتار کم ہو گئی اور وہ اس کے قریب آ کر رک گیا۔ عمران آگے بڑھ کر ڈرائیور ڈور کے پاس آ گیا۔

”فرمائیے۔ خیریت تو ہے جناب“..... ٹرک ڈرائیور نے کھڑکی سے چہرہ باہر نکال کر پوچھا۔

”میرا نام بھگوان داس ہے اور میری شہر میں فلور مل ہے۔ کار

میں کوئی خرابی ہو گئی ہے۔ ہمیں اگلے پٹرول پمپ کے پاس گاڑی میں جانا ہے۔ اگر تم میری بیگم اور مجھے وہاں تک لے چلو تو تمہارا احسان ہو گا۔ میں کرایہ بھی دوں گا“..... عمران نے پریشان لہجے میں کہا۔

”لیکن یہ ٹرک آرمی ڈیوٹی پر ہے جناب۔ ہمیں کسی کو ساتھ بٹھانے کی اجازت نہیں ہے“..... ٹرک ڈرائیور نے نرم لہجے میں کہا تو عمران نے جیب سے پرس نکالا اور اس میں سے ایک بڑی بابت کا نوٹ نکال کر ڈرائیور کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ لو۔ یہ تمہارا انعام ہے۔ تم میری بیگم کو آگے بٹھا لو۔ میں پیچھے بیٹھ جاتا ہوں۔ پٹرول پمپ سے چند قدم پیچھے ہم اتر جائیں گے۔ اس طرح کسی کو علم نہ ہو سکے گا کہ تم نے ہمیں لفٹ دی تھی“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو ڈرائیور نے ایک دو لمحوں تک سوچا اور پھر نوٹ لے لیا۔ نوٹ دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا تھا۔

”انہیں بٹھاؤ یار۔ ان بے چاروں کی مدد کرنا نیکی کا کام ہے۔“ ڈرائیور نے نوٹ اپنی جیب میں رکھتے ہوئے ساتھ بیٹھے ہیلپر سے کہا۔

”ایک منٹ۔ میں اپنی بیگم کو لاتا ہوں“..... عمران نے سرٹ بھرے لہجے میں کہا اور تیزی سے کار کے پاس آ کر جولیا کو بازو آنے کا اشارہ کرتے ہوئے نعمانی سے کہا کہ وہ انجن ٹھیک کرے

اس کے پیچھے آئے۔ یہ جملہ اس نے بلند آواز میں کہا تھا تاکہ ڈرائیور اور ہیلپر بھی سن لیں۔ جولیا کار سے اتری اور عمران کے ساتھ ٹرک کے پاس آئی تو ہیلپر دروازہ کھول کر نیچے آیا اور جولیا ٹرک میں سوار ہو کر سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور جولیا کو ریشہ عطلی لٹاؤں سے دیکھ رہا تھا۔

”آئیے صاحب۔ آپ کو پیچھے بٹھا دوں“..... ہیلپر نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ یقیناً وہ عمران کو احقر سمجھ رہا تھا جو اپنی بیوی کو دو اجنبی افراد کے پاس چھوڑ کر خود ٹرک کے پیچھے حصے میں بیٹھنے والا تھا۔ عمران اس کے ہمراہ ٹرک کے عقب میں آیا اور اس میں سوار ہو گیا۔ ایل پی جی سلنڈر ترتیب سے اوپر نیچے رکھے ہوئے تھے لیکن آخر میں ان کے درمیان تھوڑی سی جگہ خالی تھی جہاں صرف کھڑے ہونے کی گنجائش تھی۔ چنانچہ عمران ان سلنڈروں سے پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔

”ٹھیک ہے استاد چلو“..... عمران نے ہیلپر سے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ ٹرک کے اگلے حصے میں سوار ہو کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جولیا ڈرائیور اور ہیلپر کے درمیان سیٹ پر بیٹھی تھی۔ دونوں افراد اس سے چوسات انچ کے فاصلے پر تھے۔ ڈرائیور نے گیز بدل کر ٹرک آگے بڑھا دیا۔ پھر ڈرائیونگ کرتے ہوئے سامنے لگے آئینے میں بار بار جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔ جولیا بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر سختی کے تاثرات تھے۔ ہیلپر بھی کن آنکھیوں سے

نے عمران کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”استاد۔ تمہارا بہت بہت شکریہ“..... عمران نے ڈرائیور سے
 مخاطب ہو کر کہا۔

”کوئی بات نہیں صاحب۔ بے شک بیگم صاحبہ چیک پوسٹ
 تک ہمارے ساتھ رہیں۔ ہو سکتا ہے آنے والی گاڑی آپ کی نہ
 ہو۔ پھر بھی تو آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا“..... ڈرائیور نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں استاد۔ تمہارا شکریہ“..... عمران نے کہا تو جولیا ٹرک سے
 نیچے اتر آئی۔ ڈرائیور نے ٹھنڈا سانس لے کر پھر عقب میں آنے
 والی گاڑی کی طرف دیکھا۔ وہ عمران کی ہی کار تھی۔ عمران کی
 ہدایت پر نعمانی ایک منٹ بعد ہی اس کے پیچھے چل دیا تھا۔ اس
 نے ٹرک کے قریب پہنچ کر کار روکی تو عمران نے فرنٹ سیٹ کا
 دروازہ کھول کر جولیا کو اشارہ کیا اور وہ آگے بڑھ کر کار میں بیٹھ
 گئی۔ ہیلپر نے ٹھنڈا سانس لیا اور پلٹ کر ٹرک کی سیٹ پر جا
 بیٹھا۔ عمران نے عقبی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے نعمانی کو ٹرک کے پیچھے
 چلنے کی ہدایت کی اور ٹرک کے روانہ ہوتے ہی نعمانی نے بھی کار
 آگے بڑھا دی۔

”نعمانی۔ ایک منٹ بعد رفتار کم کرتے جانا تاکہ ٹرک دور نکل
 جائے“..... عمران نے نعمانی سے کہا۔
 ”ٹرک کیوں رک گیا تھا عمران صاحب“..... نعمانی نے پوچھا۔

جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ تقریباً
 منٹ بعد ہی اس نے رفتار کم کرتے ہوئے ہیلپر کی طرف دیکھا
 جولیا کی نظر بچا کر اسے آنکھ سے مخصوص اشارہ کیا۔

”چھوٹے۔ بیگم صاحبہ کو کھلی سیٹ دو۔ تم پیچھے صاحب کے پاس
 بیٹھ جاؤ“..... ڈرائیور نے بریک لگاتے ہوئے ہیلپر سے کہا۔
 ”بہت بہتر استاد“..... ہیلپر نے معنی خیز انداز میں مسکرائے
 ہوئے کہا اور ٹرک رکنے پر دروازہ کھول کر نیچے اترتا تو جولیا نے
 ڈرائیور کی نیت بھانپ لی لیکن وہ خاموش رہی۔

”استاد۔ شاید ان کی گاڑی آ رہی ہے“..... ہیلپر نے پیچ
 دیکھتے ہوئے جلدی سے کہا اور اسی لمحے عمران بھی ٹرک سے کود کر
 نیچے آ گیا۔ وہ کار تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر آ رہی تھی
 اس کی ہیڈ لائٹس کے سبب اس کی پہچان نہ ہو رہی تھی۔

”لگتا ہے گاڑی ٹھیک ہو گئی ہے“..... عمران نے ہیلپر کی طرف
 دیکھ کر مسرت بھرے لہجے میں کہا تو اس کی آواز سن کر ڈرائیور۔
 بیک مرر میں پیچھے کا جائزہ لیا اور عمران کی کار کو دیکھ کر اس
 چہرے پر مایوسی پھیل گئی۔ اس دوران عمران دروازے کے پاس
 گیا تھا۔

”آؤ بیگم۔ گاڑی ٹھیک ہو گئی ہے۔ تمہیں کوئی تکلیف تو نہ
 ہوئی“..... عمران نے دروازہ کھول کر جولیا سے پوچھا۔
 ”نہیں تو۔ بلکہ مجھے تو کار سے زیادہ یہاں سکون ملا ہے۔“

”معلوم نہیں۔ جولیا کو معلوم ہوگا“..... عمران نے کہا۔

”ڈرائیور چاہتا تھا کہ ہیلپر تمہارے ساتھ پیچھے بیٹھے۔ اس کی نیت میں فتنہ تھا“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ انہوں نے کوئی غلط حرکت تو نہیں کی“..... عمران نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں۔ اگر وہ ایسی جرأت کرتے تو میں ان کے دانت توڑ دیتی۔ گولی مار دیتی انہیں“..... جولیا نے غراتے ہوئے کہا۔

”جب انہوں نے کچھ کہا ہی نہیں تو پھر کیوں غصہ کر رہی ہو۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ڈرائیور کی نیت خراب تھی۔ وہ مجھے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار کسی عورت کو دیکھا ہو“..... جولیا نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”گھروں سے دور رہنے والے ڈرائیور ایسے ہی وجود زن کو ترسے ہوئے ہوتے ہیں۔ بہر حال نیت کی خرابی پر قانون کسی کو سزا

نہیں دیتا۔ البتہ اسلامی قانون کے مطابق قدرت خود ہی انہیں اس گناہ کی سزا دے گی“..... عمران نے کہا تو نعمانی مسکرانے لگا۔

عمران کی ہدایت کے مطابق اس نے رفتار بتدریج کم کرنا شروع کر دی اور ان کا ٹرک سے فاصلہ بڑھنے لگا۔ پھر جلد ہی ایک موڑ پر

ٹرک کی عقبی روشنیاں لگا ہوں سے اوجھل ہو گئیں تو عمران نے نعمانی کو واپس چلنے کی ہدایت کی اور نعمانی رفتار کم کر کے یو ٹرن لینے

لگا۔

”اوہ۔ کیا چھاؤنی نہیں جاتا“..... جولیا نے چونکتے ہوئے

پوچھا۔

”نہیں۔ حالات خطرناک ہیں جولیا اور مجھے خواہ مخواہ مرنے کا شوق نہیں ہے“..... عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”تو ادھر آئے ہی کیوں تھے“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”مجھے کیا معلوم تھا کہ راستے میں ٹرک ڈرائیور جیسے بد معاش سے واسطہ پڑ جائے گا۔ اس کی دو منٹ میں ہی نیت خراب ہو گئی تھی۔ آگے جا کر نجانے وہ کیا کرتا“..... عمران نے معصوم سے لہجے

میں کہا تو نعمانی بے ساختہ ہنس پڑا۔ اس نے کار موڑ کر رفتار بڑھا دی تھی۔

”بکومت۔ تم نے خود ہی مجھے آگے ڈرائیور کے پاس بٹھانے کی حماقت کی تھی“..... جولیا نے عمران کی بات کا مطلب سمجھ کر غراتے ہوئے کہا۔

”حماقت نہیں مجبوری تھی کیونکہ نعمانی بھی جانتا ہے کہ میں ہمیشہ لیڈ فرسٹ کے اصول پر عمل کرتا ہوں۔ دیکھو اب بھی تمہیں اگلی

بیٹ پر بٹھایا ہے اور خود پیچھے بیٹھا تنہائی کی آگ میں جل رہا ہوں“..... عمران نے کہا تو نعمانی مسکرانے لگا۔ عمران سامنے دیکھ رہا

تھا۔ موڑے فاصلے پر اس پٹرول پمپ کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں جہاں سے انہوں نے کار میں پٹرول ڈلوایا تھا۔ پھر اچانک

چیک پوسٹ پر ان تینوں کے شناختی کارڈز چیک کئے گئے جبکہ ایک سادہ لباس والے نے چھوٹے سے ویڈیو کیمرہ نما آلے سے ان تینوں کے چہرے چیک کئے اور چند سوالات کرنے کے بعد انہیں آگے جانے کی اجازت دے دی۔ اس دوران پولیس کے ایک اہلکار نے مخصوص آلے کی مدد سے ان کی کار میں اسلحہ وغیرہ بھی چیک کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا تھا۔ شہر سے باہر جانے والی سڑک پر آخری پولیس ناکہ تھا۔ اس سے پہلے صفدر، تنویر اور صدیقی کو شہر کی مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے چھ سات پولیس ناکوں پر روکا گیا تھا اور اسی طرح انہیں چیک کیا گیا تھا۔ انہوں نے ہر جگہ ایک ہی بیان دیا تھا کہ وہ تینوں آپس میں دوست ہیں اور کاروباری ٹور پر دھرم پور جا رہے ہیں جہاں انہوں نے اپنے مسکمرز سے گندم کی خریداری کرنی ہے۔

ہی پٹرول پمپ سے کوئی گاڑی سڑک پر آئی اور اس کی ہیڈ لائٹ دکھائی دینے لگیں لیکن وہ گاڑی سڑک کے کنارے رک گئی اور اس کی ہیڈ لائٹس ساکت ہو گئیں تو یکدم عمران کی چھٹی حس پھڑکنے لگی۔ خطرے کا احساس ہوتے ہی اس کے بدن میں عجیب سی سنناٹ پھیلنے لگی۔ مزید کچھ فاصلہ کم ہوا تو اس گاڑی کی ڈپر لائٹ سے انہیں رکنے کا سگنل دیا جانے لگا۔ اس پر نعمانی اور جولیا بے اختیار چونک پڑے۔

”عمران صاحب۔ وہ گاڑی رکنے کا اشارہ کر رہی ہے۔“ نعمانی نے جلدی سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ رک جانا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔“ عمران نے بے چارگی سے کہا تو نعمانی رفتار کم کرنے لگا۔

چونکہ ان کے پاس ایک تو کسی قسم کا اسلحہ نہیں تھا۔ دوسرا انہوں نے ڈبل میک اپ کر رکھے تھے اس لئے ان پر کہیں بھی شبہ نہیں کیا گیا تھا۔ لیزر شعاعوں کی مدد سے میک اپ کی صرف ایک تہ چپک کی جاسکتی تھی لیکن دوہرے میک اپ کی وجہ سے کیرے کی سکرین پر ان کی اصل شکل نظر نہیں آسکتی تھی۔

”لو۔ یہ آخری مرحلہ بھی طے ہو گیا“..... صدیقی نے اطمینان کا گہرا سانس لیتے ہوئے کہا جو تنویر کے ساتھ عقبی سیٹ پر بیٹھا تھا۔
 ”ہاں۔ اب فوجی چوکیوں پر پوچھ گچھ کی جائے گی“..... صفدر نے کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے کہا۔

”وہاں تو زیادہ خطرہ ہو گا“..... تنویر نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔ سڑک کے دونوں طرف مضافات شروع ہو گئے تھے۔

”شاید۔ بہر حال ہمیں ہر خطرے سے نمٹ کر منزل پر پہنچنا ہے اور پھر واپس بھی آنا ہے“..... صفدر نے بے پروائی سے کہا۔ یہ سڑک پریم نگر کی طرف جاتی تھی جو کافرستان کے دارالحکومت سے تقریباً دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بڑا شہر تھا۔ دھرم پور، پریم نگر سے دس باہر کلومیٹر آگے ایک قصبہ اور گندم کی خریداری کا مرکز تھا لیکن ان کی منزل پریم نگر سے تقریباً چالیس کلومیٹر پیچھے کافرستان کا ایک میزائل پراجیکٹ تھا جو اس سڑک سے بائیں جانب واقع پہاڑی علاقے میں تھا اور وہاں تک ایک چھوٹی سڑک جاتی تھی۔ مین روڈ سے تقریباً چار کلومیٹر کے فاصلے پر پتھر والا پہاڑی علاقہ

شروع ہو جاتا تھا جبکہ مزید دو کلومیٹر آگے بلند و بالا پہاڑوں میں گہری وادی میں میزائل پراجیکٹ قائم کیا گیا تھا۔ اس اہم دفاعی پراجیکٹ کے سبب اس علاقے کو ممنوعہ ایریا قرار دیا گیا تھا اور مین روڈ سے میزائل پراجیکٹ تک ہر دو کلومیٹر کے فاصلے پر سیکورٹی چیک پوسٹ قائم کی گئی تھی۔ پراجیکٹ میں کام کرنے والے عملہ اور فوجی گاڑیوں کے سوا کسی گاڑی کو اس راستے پر آنے کی اجازت نہ تھی۔ یہ ساری معلومات عمران کو ناصر علی نے ٹرانسمیٹر پر بتائی تھیں اور عمران کے ساتھیوں نے بھی سنی تھیں۔

ناصر علی کے بیان کے مطابق اس ممنوعہ علاقے کو بلیوزون کہا جاتا تھا اور آرمی کے سیکورٹی گارڈز پراجیکٹ کے اطراف پہاڑیوں میں دن رات پٹرولنگ کرتے رہتے تھے جو وزدی کے بغیر نظر آنے والے کو پوچھ گچھ کئے بغیر ہی گولیوں سے چھلنی کر دیتے تھے۔ ان گارڈز کے علاوہ پراجیکٹ کے گرد پہاڑی چوٹیوں پر ریڈار اور اینٹی ایئر کرافٹ توپیں نصب تھیں اور کافرستانی فضائیہ یا آرمی کے طیاروں کے علاوہ کسی بھی گزرنے والے جہاز کو وارننگ دیئے بغیر ہی تباہ کر دیا جاتا تھا۔

پراجیکٹ کے اندر ہی سیکورٹی آفس تھا اور تقریباً تین سو گارڈز پراجیکٹ کی حفاظت کے لئے ہر وقت اندر موجود رہتے تھے جبکہ اتنے ہی گارڈز پراجیکٹ کے باہر ڈیوٹی دیتے تھے۔ ہر آٹھ گھنٹے بعد سیکورٹی گارڈز کی شفٹ تبدیل ہو جاتی تھی۔ البتہ چیک پوسٹوں

کیا اور آگے بڑھنے لگا۔ انہوں نے کھیت کر اس کیا اور پھر سڑک کے متوازی رخ پر کھیتوں کی آڑ میں تیزی سے قدم بڑھانے لگے۔ اس جانب کافی فاصلے پر چند روشنیاں چمک رہی تھیں جن میں ایک ریڈ لائٹ بھی تھی۔ یقیناً وہ چیک پوسٹ کی روشنیاں تھیں۔ صفدر نے اپنی گھڑی پر وقت دیکھا تو آٹھ بج چکے تھے۔ چند منٹ بعد انہیں چیک پوسٹ کی عمارت نظر آنے لگی۔ پھر کھیت ختم ہو گئے۔ چیک پوسٹ ابھی تقریباً تیس چالیس قدم دور تھی اور اس جانب عمارت کی پشت تھی جس کی چھت پر سرخ روشنی والا بلب سپارک کر رہا تھا۔

عمارت کے دائیں بائیں اور عقب کی دیواروں پر مرکزی بلب جل رہے تھے۔ کھیتوں سے آگے عمارت تک جگہ جگہ خاردار گھنٹی جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں جن کی بلندی تین چار فٹ سے زیادہ نہ تھی اس لئے کھیتوں سے ٹکلتے ہی وہ تینوں زمین پر بیٹھ گئے اور پھر چوپایوں کے انداز میں ہاتھوں پیروں کے بل چلنے لگے۔ لیکن اب وہ ٹکڑا کر اور جھاڑیوں کی آڑ لیتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ چیک پوسٹ کی عمارت زیادہ بڑی نہیں تھی اور اس کی عقبی دیوار میں دو کھڑکیاں نظر آ رہی تھیں جو ایک دوسرے سے دس بارہ فٹ کے فاصلے پر تھیں مگر بند تھیں لیکن ان کی درزوں سے عمارت کے اندر کی روشنی جھانک رہی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کھڑکیاں لکڑی کی تھیں۔

پر چوبیس گھنٹے بعد گاؤں تبدیل ہوتے تھے۔ شفٹ روزانہ رات کو رات بجے تبدیل ہوتی تھی جبکہ عمران کی ہدایت کے مطابق صفدر، صدیقی اور تنویر کو وہاں آٹھ بجے تک پہنچ جانا چاہئے تھا جہاں پراجیکٹ کو جانے والی سڑک پھوٹی تھی اور پہلی چوکی مین روڈ سے دس بارہ قدم کے فاصلے پر تھی اور وہاں باقاعدہ آہنی گیٹ قائم تھا۔ لیکن انہیں گیٹ کی طرف نہیں جانا تھا۔

صفدر نے سڑک کے کنارے ایک سنگ میل کو دیکھ کر فاصلے کا اندازہ کیا کہ پراجیکٹ کو جانے والی سڑک دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے تو اس نے ہیڈ لائٹس آف کر دیں۔ اس وقت سڑک پر آگے پیچھے کوئی دوسری گاڑی نہیں تھی۔ سڑک کے دونوں جانب گھنے درخت اور کھیتوں کے سلسلے تھے۔ تقریباً ایک کلومیٹر تک روشنیاں جلائے بغیر وہ صرف ستاروں کی مدھم روشنی میں سفر کرتے رہے۔ پھر صفدر نے بائیں جانب درختوں میں تھوڑا فاصلہ رکھ کر کار اس جانب موڑی اور وہاں سے گزر کر درختوں کے عقب میں سڑک کے متوازی چند گز جانے کے بعد کار روک دی۔ یہاں ایک جانب درخت تھے اور دوسری جانب کھیت تھے جس میں جوار کی قد آدم فصل لہلہا رہی تھی۔

”چلو اترو“..... صفدر نے انجن بند کرتے ہوئے عقب میں بیٹھے صدیقی اور تنویر سے کہا اور پھر وہ خود بھی باہر آ گیا۔ صدیقی اور تنویر کار سے اترے تو صفدر نے انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ

عمارت کے عقب میں کوئی گارڈ یا ذی روح نظر نہ آ رہا تھا۔ البتہ دائیں جانب عمارت سے چند قدم کے فاصلے پر واقع آہن گیٹ کے پاس دو مسلح گارڈ ٹہل رہے تھے اور وہ گیٹ سڑک پر تھا۔ صفدر، تنویر اور صدیقی کوئی آہٹ پیدا کئے بغیر آگے بڑھے رہے اور چند لمحوں بعد عمارت کی عقبی دیوار کے پاس پہنچ گئے جو ان سے صرف چھ سات گز کے فاصلے پر تھی۔ اس سے آگے جھاڑیاں بھی نہیں تھیں۔ صفدر نے تنویر اور صدیقی کو جھاڑیوں کی آڑ میں رہنے کا اشارہ کیا اور خود اکیلا آگے بڑھنے لگا۔ دیوار کے پاس پہنچ کر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ پھر دیوار کے ساتھ ساتھ دبے پاؤں چلا ہوا دائیں جانب واقع کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے چہرے آگے کر کے کھڑکی میں واقع ایک درز سے آنکھ لگا کر اندر جھانکا۔ عمارت کے اندر تین فوجی سپاہی وردیوں میں چٹائی پر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ سامنے والی دیوار میں واقع دروازہ کھلا تھا جس سے باہر کا منظر بھی دکھائی دے رہا تھا لیکن باہر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ صفدر نے دوسری درز سے اندر جھانکا تو پتہ چلا کہ وہ ایک کمرہ تھا۔ گویا عمارت میں دو کمرے تھے۔ چنانچہ صفدر دوسرے کمرے کا جائزہ لینے کے لئے دوسری کھڑکی کے پاس پہنچا اور وہاں بھی ایک سوراخ سے اندر جھانکا۔ اس کمرے میں ایک میز اور چار کرسیاں رکھی تھیں۔ ایک کرسی پر ایک فوجی بیٹھا تھا جو یونیفارم سے لیفٹیننٹ لگتا تھا۔ کمرے میں وہ تنہا بیٹھا اپنے آگے میز پر رکھے

رجسٹر میں کچھ لکھ رہا تھا۔ چونکہ اس کا منہ دوسرے کمرے کی مخالف سمت میں تھا اس لئے صفدر کو اس کا صرف ایک پہلو دکھائی دے رہا تھا۔ میز پر ایک ٹیلی فون سیٹ اور ٹرانسمیٹر رکھا تھا۔ سامنے والی دیوار میں واقع کھلے دروازے کے باہر ایک گارڈ کندھے سے مشین گن لٹکائے ٹہل رہا تھا۔ صفدر سمجھ گیا کہ وہاں چھ گارڈ ڈیوٹی دیتے تھے۔ ساتواں ان کا انچارج تھا۔

صفدر نے پلٹ کر تنویر اور صدیقی کی طرف دیکھا جو چند قدم کے فاصلے پر جھاڑیوں کی آڑ میں بیٹھے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ صفدر نے انہیں اشارہ کیا اور وہ جھاڑیوں سے نکل کر دبے پاؤں چلتے ہوئے اس کے قریب آ گئے۔ تب صفدر نے سرگوشی کے انداز میں انہیں اندر کی پوزیشن بتائی اور پھر اس نے جھک کر اپنے دابے جوتے کی ایڑی کو پکڑ کر گھما دیا۔ ایڑی جوتے سے اس حد تک الگ ہو گئی کہ اس کا ایک سرا اب بھی جوتے کے ساتھ اٹچ تھا۔ کھولٹی ایڑی کے اندر ڈیڑھ انچ لمبی اور چوتھائی انچ موٹی نیڈل گن رکھی ہوئی تھی جس سے ننھی سی سوئی فائر کی جاتی تھی۔ یہ سوئی عام کامن پن سے نصف چھوٹی تھی اور اس کی نوک پر ایک خاص اور سریلٹ الاثر کیمیکل لگا ہوا تھا جو ہاتھی جیسے بڑے جاندار کو بھی صرف دو سینڈ میں بے ہوش کر دیتا تھا۔ ایسی نیڈل گن کسی بھی مہم میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبروں کے پاس موجود رہتی تھیں۔

صفدر نے صدیقی اور تنویر کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور

اور اس کے اشارے پر تصویر اور صدیقی گارڈ کو اس کی وردی سے محروم کرنے لگے۔ چونکہ صدیقی کا قد کاٹھ گارڈ کے تقریباً برابر ہی تھا اس لئے اس گارڈ کی یونیفارم صدیقی کے جسم پر فٹ ثابت ہوئی اور وہ فوراً ہی گارڈ کی گن کندھے سے لٹکا کر عمارت کے فرنٹ پر آ گیا اور پھر سر جھکائے ٹہلنے والے انداز میں کمرے کے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

صنذر کی ہدایت پر تصویر نے بے ہوش گارڈ کو اٹھایا اور عمارت کے عقب میں ایک جھاڑی کے پیچھے ڈال کر واپس صنذر کے قریب آ گیا جو دیوار کی آڑ سے صدیقی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ صدیقی کمرے کے دروازے کے پاس پہنچا اور کن انکھیوں سے اندر بیٹھے انچارج کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی میز کے بائیں جانب دیوار کے پاس رکھے واٹر کولر کی طرف بڑھنے لگا جس پر ایک گلاس رکھا تھا۔ وہ واٹر کولر کے پاس پہنچا تو انچارج نے سر اٹھا کر صدیقی کی طرف سرسری انداز میں دیکھا اور دوبارہ رجسٹر پر دیکھنے لگا۔

صدیقی نے کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی جانب پشت کی اور پھر برقی سرعت لیکن خاموشی سے مشین گن کندھے سے اتاری اور پلٹ کر انچارج کی طرف لپکا۔ انچارج نے بے خیالی کے انداز میں صدیقی کی طرف دیکھا اور مشین گن کا رخ اپنی جانب دیکھ کر بے اختیار اچھل پڑا۔ حیرت سے اس کا منہ کھل گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے صدیقی مشین گن کی نال اس کے سر

عمارت کی کٹڑ کی طرف دبے پاؤں چلتے لگا۔ وہ دونوں بھی صنذر کے پیچھے چلتے گئے۔ کٹڑ پر رک کر صنذر نے آڑ سے عمارت کے پہلو کا جائزہ لیا۔ اس طرف کوئی گارڈ موجود نہیں تھا۔ چنانچہ وہ عمارت کے پہلو میں چلتے ہوئے دوسری کٹڑ پر پہنچے۔ وہاں رک کر صنذر نے چہرہ آگے کر کے عمارت کے فرنٹ کا جائزہ لیا۔ سڑک پر کوئی نہ تھا اور چوکی انچارج کے کمرے کے باہر ٹھہلا ہوا گارڈ دروازے کے سامنے سے ہٹ کر اس کٹڑ کی طرف آ رہا تھا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی پتلون کے سامنے والے بٹن کھول رہا تھا۔ گویا وہ رفع حاجت کے لئے اس طرف آ رہا تھا۔ صنذر نے فوراً ہی آڑ سے ہاتھ نکال کر ہاتھ میں موجود تلکی کا رخ اس گارڈ کی طرف کیا جو صرف دو قدم کے فاصلے پر آ چکا تھا۔

صنذر نے تلکی کے پہلو میں نصب چھوٹا سا بٹن پریس کیا اور تلکی کے سوراخ سے ایک سوئی نکل کر برقی سرعت سے اس گارڈ کی گردن میں غائب ہو گئی۔ اس نے بے اختیار ایک ہاتھ بلند کر کے اپنی گردن کو کھجایا مگر دوسرے ہی لمحے وہ گرنے ہی والا تھا کہ صنذر نے یکدم آڑ سے نکل کر اسے بازوؤں میں دبوج لیا۔ گارڈ کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں اور اس پر بے ہوش طاری ہو چکی تھی۔ عمارت کی دوسری جانب کھڑے دونوں گارڈ گیٹ کی دوسری طرف دیکھ رہے تھے۔

صنذر تیزی سے بے ہوش گارڈ کو گھسیٹا ہوا دیوار کی آڑ میں آبا

سے شکر کا ریواور نکال کر صفدر کے حوالے کر دیا۔

”ٹھیک ہے۔ تم دروازے پر ٹھہرو۔ میں مسٹر شکر سے بات کرتا ہوں“..... صفدر نے آہستہ سے صدیقی کو ہدایت کرتے ہوئے کہا اور ریواور کی نال شکر کے سینے سے لگا دی۔ صدیقی دروازے کی طرف بڑھا اور باہر نکل کر گیٹ پر کھڑے گاؤڑز کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو گیا۔ تنویر اور صفدر کی طرف خوفزدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے شکر کے ہونٹ بولنے کے لئے پھڑپھڑا رہے تھے مگر اسے بولنے کی جرأت نہیں ہو رہی تھی۔

”مسٹر شکر۔ اگر تمہیں اپنی زندگی عزیز ہے تو مجھے میرے چند سوالوں کے درست جواب دے دو ورنہ ٹھیک پانچ منٹ بعد اس جیک پوسٹ کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا جائے گا جو ہم نے عمارت کے اطراف میں لگا دیے ہیں۔ پھر نہ تم بچ سکو گے اور نہ تمہارے تحت۔ خود سے کوئی بات پوچھنے کی کوشش مت کرنا۔ ہمارا مقصد صرف معلومات کا حصول ہے۔ کیا تم تیار ہو“..... صفدر نے انتہائی بردہجے میں شکر سے کہا تو اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات گہرے ہو گئے۔

”پوچھو“..... شکر نے ہکلاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ تب صفدر اس سے مطلوبہ معلومات کے لئے سوالات کرنے لگا۔ شکر خوفزدہ لہجے میں جوابات دیتا رہا۔ چند لمحوں بعد سوالات ختم ہو گئے۔

”ٹھیک ہے۔ اب دروازے میں چلو اور گیٹ پر موجود گاؤڑز کو

سے لگا چکا تھا۔

”خبردار۔ منہ سے ذرا سی بھی آواز مت نکالنا ورنہ کھوپڑی اڑا دوں گا“..... صدیقی نے آہستہ سے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا تو انچارج کا چہرہ خوف سے سیاہ پڑ گیا۔ صدیقی کے دوسرے حکم پر ہاتھ بلند کر کے کرسی سے اٹھ گیا تو صدیقی نے اس کے عقب میں آ کر مشین گن اس کی پشت سے لگائی اور اس کے ہولسٹر میں نظر آنے والا ریواور نکال لیا۔ ریواور جیب میں ڈال کر اس نے واچ ٹرانسمیٹر کا ونڈیشن باہر کھینچ کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا اور پھر ایک لمبے بعد ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”چلو۔ کوئی آواز پیدا کئے بغیر کھڑکی کھولو“..... صدیقی نے کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو انچارج عقبی دیوار کی طرف مڑ گیا۔ کھڑکی کے پاس پہنچ کر اس نے کھڑکی کا بولٹ لچے کیا اور کھڑکی کھول دی لیکن باہر کھڑے صفدر اور تنویر کو دیکھ کر حیرت سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

”چلو۔ اب دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جاؤ۔ شور کرنے کی کوشش کی تو مارے جاؤ گے“..... صدیقی نے سرگوشی کے انداز میں حکم دیتے ہوئے کہا تو انچارج پیچھے ہٹا اور کھڑکی کے پہلو میں دیوار سے پشت لگا کر صدیقی کی طرف خوفزدہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ اس کے سینے پر لیفٹیننٹ شکر کے نام کا بیج لگا ہوا تھا۔ صفدر اور تنویر خاموشی سے اندر آئے اور کھڑکی بند کر دی۔ صدیقی نے بیبا

اندر آنے کا حکم دو..... صفدر نے سخت لہجے میں کہا تو شکر دروازے کی طرف بڑھا اور صفدر نے اس کی پشت سے ریوالور لگاتے ہوئے اسے ہاتھ نیچے کرنے کا حکم دیا۔

”صرف چہرہ باہر نکال کر گارڈز کو مخاطب کرنا۔ انہیں کسی قسم کے خطرے کا اشارہ کرنے کی کوشش کی تو پشت میں سوراخ کر دوں گا“..... صفدر نے دھمکی دیتے ہوئے کہا تو شکر نے ہاتھ گرا دیئے۔

صفدر کے اشارے پر صدیقی اندر آ گیا۔ شکر دروازے میں رکا اور پھر اس نے چہرہ باہر نکال کر گیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے وہاں کھڑے گارڈز کو پکارا اور انہیں اندر آنے کا حکم دے کر چہرہ پیچھے ہٹا لیا تو صفدر نے اسے میز کے پاس جانے کا حکم دیا۔ میز کے پاس آ کر شکر رکا تو صفدر نے اشارے پر صدیقی دروازے کے ساتھ دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا اور مشین گن ہاتھوں میں لے لی۔ باہر سے دونوں گارڈز کے بھاری قدموں کی آٹھیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ تنویر دروازے کی دوسری جانب دیوار سے پشت لگائے کھڑا تھا۔ صفدر، شکر کی پشت سے ریوالور لگائے اس کے عقب میں کھڑا تھا اور اس کے حکم پر شکر نے دروازے کی طرف رخ کر لیا تھا۔

چند لمحوں بعد دونوں گارڈز کمرے میں داخل ہوئے مگر شکر کے پیچھے کھڑے اجنبی کو دیکھ کر وہ دروازے کے پاس ہی رک گئے۔ تب صفدر نے ریوالور کی نال شکر کی کپٹی سے لگا دی۔

”اپنے انچارج کی زندگی چاہتے ہو تو ہاتھ بلند کر لو“..... صفدر نے آہستہ سے سخت لہجے میں گارڈز سے کہا تو وہ بے اختیار اچھل پڑے۔ اسی لمحے صدیقی نے آگے بڑھ کر ایک گارڈ کی پشت سے مشین گن لگا دی۔ گارڈ نے چونکتے ہوئے چہرہ موڑ کر صدیقی کی طرف دیکھا۔

”حکم کی تعمیل کرو ورنہ بھون ڈالوں گا“..... صدیقی نے آہستہ سے غراتے ہوئے کہا تو ان دونوں نے خوفزدہ ہو کر ہاتھ بلند کر لئے۔ تب تنویر نے قریب آ کر باری باری ان کے کندھوں سے مشین گنیں اتاریں اور انہیں دائیں جانب کی دیوار کے پاس کھڑے ہونے کا حکم دیا تو وہ خوفزدہ قدموں سے چلتے ہوئے دیوار کے پاس رکے اور پلٹ کر صفدر اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگے۔ تنویر نے دروازہ بند کر کے اندر سے بولٹ چڑھایا اور پھر صفدر گارڈز سے ان کے نام پوچھنے لگا جبکہ صدیقی اور تنویر ان کے لب و لہجے کو ذہن نشین کرتے رہے۔

اس کے بعد صفدر نے ان تینوں کو نیڈل گن سے فائر کر کے بے ہوش کر دیا۔ نصف گھنٹہ بعد صفدر، شکر کی جگہ لے چکا تھا جبکہ صدیقی اور تنویر گارڈز کے میک اپ میں نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے تینوں فوجیوں کی دردیاں بھی پہن لی تھیں جو بے ہوش پڑے تھے اور صبح سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتے تھے۔ صفدر نے کمرے سے باہر آ کر صدیقی اور تنویر کو گیٹ پر بھیجا اور پھر باری باری شکر

اور دونوں گارڈز کے بے ہوش جسم چیک پوسٹ کی عقبی جھاڑیوں میں چھپانے کے بعد واپس آیا تو پونے نو بج چکے تھے۔

شکر سے حاصل کردہ معلومات کے مطابق پراجیکٹ کی طرف نو بجے فوجی ٹرک آتا تھا جو نئے گارڈز اور انچارج کو یہاں لاتا تھا اور یہاں موجود عملہ کو لے کر واپس پراجیکٹ کی طرف جاتا تھا۔ صفدر سوچ رہا تھا کہ اس گارڈ کی کمی کو کیسے پورا کیا جائے جسے انہوں نے سب سے پہلے ہوش کیا تھا۔ ظاہر ہے اسے نہ پا کر دوسرے کمرے میں موجود تینوں گارڈز چونک جاتے اور پھر ٹرک ڈرائیور یا پراجیکٹ کا سیکورٹی چیف بھی ان سے ایک آدمی کی کمی کے بارے میں پوچھ گچھ کرتا۔ یہی سوچتے ہوئے صفدر دوسرے کمرے کی طرف بڑھا اور دروازے سے اندر جھانکا تو اندر بیٹھے گارڈ تاش کھیل رہے تھے۔ صفدر سمجھ گیا کہ وہ تینوں اپنی باری پر ڈیوٹی دے چکے ہیں۔ صفدر، شکر سے ان تینوں کے نام معلوم کر چکا تھا۔

”جیون۔ تم لوگ کھیل بند کر کے فوراً باہر آؤ“..... صفدر نے ایک قدم بائیں جانب ہٹ کر بلند آواز میں حکم دیتے ہوئے کہا۔ وہ شکر کے لب و لہجے میں بولا تھا۔ چنانچہ وہ تینوں فوراً ہی اٹھ کر باہر آ گئے۔ صفدر سامنے کی جانب رخ کئے کھڑا تھا۔

”لیس سر“..... ان میں سے ایک نے مودبانہ لہجے میں صفدر سے کہا۔

”گارڈی کے آنے کا وقت قریب ہے۔ ذرا سامنے والے

درختوں کی طرف جا کر ناگر کو دیکھو۔ وہ رفع حاجت کرنے اس طرف گیا تھا لیکن واپس نہیں آیا۔ جلدی جاؤ“..... صفدر نے گارڈز کی طرف دیکھے بغیر راستے کی دوسری جانب ہاتھ دراز کرتے ہوئے حکم دیا۔

”کتنی عرصے سے گیا ہوا ہے سر“..... دوسرے گارڈ نے چونکتے ہوئے کہا۔

”پانچ منٹ ہو چکے ہیں جبکہ گاڑی آنے میں دس منٹ وہ گئے ہیں۔ اسے اچھی طرح تلاش کرو اور دور تک دیکھو لیکن گاڑی پہنچ جائے تو فوراً لوٹ آنا“..... صفدر نے انہیں تاکید کرتے ہوئے کہا تو وہ تینوں تیزی سے سڑک کر اس کر کے دوسری جانب بڑھتے چلے گئے۔ اس جانب درختوں کے جھنڈ تھے جو دور تک نظر آ رہے تھے۔ جوں جوں وہ تینوں گارڈ درختوں میں غائب ہوئے صفدر دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ میز پر رکھے فون کی کھنٹی بج اٹھی تو صفدر تیزی سے میز کے پاس آ گیا۔

”ہیلو۔ لیفٹیننٹ شکر بات کر رہا ہوں“..... صفدر نے رسیور اٹھا کر شکر کی آواز میں کہا۔

”میں لانس ٹائیک پٹیل بول رہا ہوں سر۔ کیا آپ لوگ تیار ہو چکے ہیں“..... دوسری طرف سے انجن کی گھر گھر اہٹ سے کس آواز سنائی دی۔

”ہاں پٹیل۔ کیا تم چل پڑے ہو“..... صفدر نے پوچھا۔ وہ سمجھ

قریب آنے کا اشارہ کیا۔

”وہ کس طرف گیا تھا۔ کہیں بھگوڑا تو نہیں ہو گیا“..... رادھو رام نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”کیا معلوم۔ لو۔ تینوں گارڈز واپس آ گئے ہیں جو اسے تلاش کرنے گئے تھے۔ شاید ناگر نہیں ملا“..... صفدر نے گارڈز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو رادھو رام بھی پلٹ کر آنے والے گارڈز کی طرف دیکھنے لگا۔ گارڈز سڑک کر اس کر کے ان کے قریب آ گئے۔

”ناگر نہیں ملا سر۔ نجانے کہاں چلا گیا ہے“..... ان میں سے ایک نے صفدر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آفس میں اس کی رپورٹ کروں گا۔ تم لوگ گاڑی میں بیٹھو“..... صفدر نے سخت لہجے میں کہا اور وہ تینوں پلٹ کر ٹرک کی طرف بڑھ گئے۔ تنویر اور صدیقی بھی قریب آ گئے جبکہ نئے آنے والے دو گارڈز اپنے انچارج رادھو رام کے اشارے پر گیٹ پر چلے گئے۔

”آخر وہ کبخت کہاں چلا گیا“..... رادھو رام نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ خبیث صبح سے سوچ و فکر میں غرق تھا۔ شاید بھاگنے کا منصوبہ بناتا رہا تھا۔ بہر حال وہ آ جائے تو تم چیف کو اطلاع دے دینا۔ وہ خود ہی اس کے لئے سزا تجویز کریں گے“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور رادھو رام سے مصافحہ کر کے تنویر اور صدیقی

چکا تھا کہ ٹرک کا ڈرائیور موبائل فون پر بات کر رہا ہے۔

”لیس سر۔ بس پانچ منٹ میں پہنچ جاؤں گا“..... پٹیل نے مودبانہ لہجے میں کہا تو صفدر نے فون بند کر دیا۔ وہ مطمئن تھا کہ ٹرک ڈرائیور اور شکر کے ماتحتوں کو اس کے لب و لہجے پر شک نہیں ہوا تھا۔ پھر تقریباً پانچ منٹ بعد ہی باہر سے ٹرک کی قریب آتی آواز ابھری تو صفدر اٹھا اور کمرے سے باہر آ گیا۔ پراجیکٹ کی طرف سے آنے والے ٹرک کی ہیڈ لائٹس تھوڑے فاصلے پر چمک رہی تھیں۔ صفدر سامنے والے درختوں کی طرف دیکھنے لگا۔ تینوں گارڈز ابھی واپس نہیں آئے تھے۔ جلد ہی ٹرک اس کے سامنے آ رکا اور اس کے پچھلے حصے میں سوار چھ گارڈز نیچے اتر آئے جبکہ فرنٹ سیٹ سے نیا چوکی انچارج اتر آ اور صفدر کی طرف بڑھا۔ شکر کے بیان کے مطابق اس کا نام لیفٹیننٹ رادھو رام تھا۔ گیٹ کے پاس کھڑے صدیقی اور تنویر ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ رادھو رام نے قریب آ کر صفدر سے مصافحہ کرتے ہوئے خیریت دریافت کی۔ صفدر نے جواباً شکر کے لب و لہجے میں بات کی۔

”ٹھیک ہوں۔ میرا ایک ماتحت ناگر رفع حاجت کے لئے گیا تھا۔ معلوم نہیں ابھی تک وہ کیوں واپس نہیں آیا“..... صفدر نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تو رادھو رام کے چہرے پر حیرت نمودار ہوئی۔ اسی لمحے سڑک کی دوسری طرف سے تینوں گارڈز واپس آتے دکھائی دیئے تو صفدر نے صدیقی اور تنویر کو ہاتھ سے

ہوں گے اور نئی شکلوں میں دونوں ہوٹلوں سے رخصت ہوئے ہوں
 گے۔ یقیناً ان کے پاس مزید شناختی کارڈز بھی ہوں گے“..... کرنل
 راجیش نے دلائل دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن ہمارے آدمی ان کے میک اپ کیوں چیک نہیں کر
 سکے۔ کیا ان کے پاس فیس چیکر نہیں ہیں“..... جنرل راجیش نے
 غصے سے کہا۔

”چیف۔ آپ کو معلوم ہے کہ فیس چیکر میک اپ کی صرف ایک
 تہہ میں پوشیدہ شکل کی نشاندہی کرتا ہے لیکن اگر ایک میک اپ کے
 اوپر دوسرا میک اپ کر لیا جائے تو فیس چیکر میں اصل صورت نظر
 نہیں آتی۔ یقیناً عمران اور اس کے ساتھی ڈبل میک اپ کی وجہ
 سے بچے ہوئے ہیں ورنہ شہر میں ہر چیکنگ سپاٹ پر ہمارے آدمی
 بھی موجود ہیں اور ہوٹلوں میں بھی فیس چیکر سے لوگوں کو چیک کیا
 جا رہا ہے لیکن ابھی تک کسی نے کامیابی کی اطلاع نہیں دی اس
 لئے مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ عمران اور اس کے ساتھی اپنے نامعلوم
 مشن کی تکمیل کے لئے شہر سے باہر جا چکے ہیں“..... کرنل راجیش
 نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”پھر۔ اب کیا کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارے ملک کو کوئی
 بڑا نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں۔ پرائم فشر بھی ہماری
 کارکردگی پر بے حد برہم ہیں بلکہ انہوں نے تو یہ کہہ دیا ہے کہ اب
 گریٹ پلان پر عمل نہ کیا جائے“..... جنرل پران نے تشویش

بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”کرنل راجیش۔ تمہارے آدمیوں نے عمران کے سلسلے میں کیا
 کیا“..... جنرل پران نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”سب اس کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں چیف۔ میں خود بھی
 اس سلسلے میں باہر تھا۔ ابھی آیا ہوں“..... کرنل راجیش نے مؤدبانہ
 لہجے میں کہا اور جنرل پران کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”اور وہ چھ مشتبہ مسافر جو ہوٹلوں سے غائب ہوئے ہیں کیا ان
 میں سے کسی کا پتہ چلا“..... جنرل پران نے اسے گھورتے ہوئے
 پوچھا۔

”نوسر۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ لوگ یہاں نہیں ہیں“..... کرنل
 راجیش نے اپنا اندازہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو“..... جنرل پران نے بے اختیار
 چونک کر پوچھا۔

”چیف۔ اگر وہ مسافر عمران کے ساتھی اور پاکیشیا سیکرٹ سروس
 کے ممبرز تھے تو ان کے یہاں آنے کا کوئی اہم مقصد ہو سکتا ہے۔
 ان میں ایک عورت بھی تھی جبکہ عمران کے ساتھ بھی ایک عورت تھی
 اور یقیناً وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ڈپٹی چیف جولی تھی۔ وہ لوگ
 جعلی شناختی کارڈز اور میک اپ سے شکلیں بدل کر ہوٹلوں میں
 ٹھہرے تھے اور ہوٹل والوں نے انہیں ہوٹل سے باہر جاتے نہیں
 دیکھا۔ اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے نئے میک اپ کر لئے

بھرے لہجے میں کہا۔

”چیف۔ آپ پنڈت مہاراج سے بات کریں۔ وہ ضرور بتا سکیں گے کہ عمران اور اس کے ساتھی شہر میں ہیں یا شہر سے باہر۔ میرا خیال ہے وہ اب تک اپنا جاپ مکمل کر چکے ہوں گے۔“ کرنل راجیش نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”یہی کرنا پڑے گا۔“..... جنرل پران نے سر جھٹکتے ہوئے کہا اور ٹرانسمیٹر پر پنڈت کالی داس کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کر کے اسے آن کر دیا۔

”ہیلو مہاراج۔ میں جنرل پران بول رہا ہوں۔ اور۔“..... جنرل پران نے کہا۔

”ہاں جنرل پران۔ کالی داس بول رہا ہوں۔ کہو۔ اور۔“ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے پنڈت کالی داس کی مخصوص آواز سنائی دی۔ ”مہاراج۔ عمران اور اس کے ساتھی ہمیں کہیں نہیں ملے اور نہ ہی عمران کی گاڑی کا کوئی سراغ ملا ہے۔ آپ مہربانی کر کے معلوم کریں کہ عمران اس وقت کہاں ہے تاکہ ہم اس تک پہنچ سکیں۔ اور۔“..... جنرل پران نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا تو پنڈت کالی داس نے دو منٹ انتظار کرنے کی ہدایت کی اور وہ دونوں بے تابانہ سے اس کے دوبارہ بولنے کا انتظار کرنے لگے۔

”جنرل پران۔ میری غلام روح نے بتایا ہے کہ عمران اپنی ساتھی عورت کے ساتھ سرخ رنگ کی ایک گاڑی میں شہر سے باہر

ہے۔ ان دونوں کے ساتھ ایک اور آدمی بھی ہے جو کار چلا رہا ہے۔ اور۔“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے پنڈت کالی داس کی آواز سنائی دی تو وہ دونوں اچھل پڑے۔

”اوہ۔ شہر سے باہر۔ کس طرف مہاراج۔ کتنی دور ہیں وہ اور کہاں جا رہے ہیں۔ اور۔“..... جنرل پران نے جلدی سے پوچھا۔ ”وہ تینوں راج گڑھ جانے والی سڑک پر جا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر میں میرا جاپ پورا ہونے والا ہے اس لئے تم پریشان مت ہو۔ اور۔“..... پنڈت کالی داس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرنل راجیش اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”جلدی جاؤ کرنل راجیش۔ اس طرف آرمی چھاؤنی بھی ہے۔ ہو سکتا ہے عمران ادھر ہی جا رہا ہو۔“..... جنرل پران نے ٹرانسمیٹر آف کر کے چیختی ہوئی آواز میں کہا اور کرنل راجیش پلٹ کر تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔ چند لمحوں بعد وہ اپنی کار میں بیٹھا راج گڑھ کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا۔ عقبی نشست پر اس کے تین ماتحت بیٹھے تھے جبکہ فرنٹ سیٹ پر ایک سینئر ممبر کیپٹن دھرمندر بیٹھا تھا۔ وہ سب مسلح تھے اور کیپٹن دھرمندر کے ہاتھ میں کیمرو نما آلہ فیس چیکر بھی موجود تھا۔ عقب میں بیٹھے تینوں افراد بے حد نومند اور ہٹے کٹے تھے۔ البتہ دھرمندر دراز قامت اور چھریرے بدن کا مالک تھا۔ عمر کے لحاظ سے وہ کرنل راجیش کا ہم عمر لگتا تھا البتہ دوسرے افراد نوجوان تھے۔

”باس۔ ہم کہاں جا رہے ہیں“..... شہری حدود سے باہر آئے
 ہی کیپٹن دھرمندر نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔
 ”عمران اور اس کے دو ساتھیوں کو گرفتار کرنے“..... کرنل
 راجیش نے سامنے سڑک کو گھورتے ہوئے کہا تو اس کے ماتحت
 چونک پڑے۔

”اوہ۔ کیا عمران اور اس کے ساتھی شہر سے باہر چھپے ہوئے
 ہیں“..... کیپٹن دھرمندر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”ہاں۔ پتہ چلا ہے کہ وہ راج گڑھ کی طرف ایک کار میں جا
 رہے ہیں“..... کرنل راجیش نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”باس۔ راج گڑھ وہ کس مقصد سے جا رہے ہیں“..... عقب
 میں بیٹھے ایک ماتحت نے پوچھا جس کے جڑے ابھرے ہوئے
 تھے۔

”عقل استعمال کرو راجیو۔ ان کی منزل راج گڑھ نہیں ہو سکتی۔
 مجھے یقین ہے کہ وہ فوجی چھاؤنی تک جانا چاہتے ہیں اور وہ اسی
 سڑک پر ہے“..... کرنل راجیش نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”باس۔ کہیں وہ چھاؤنی کو ٹارگٹ تو نہیں بنانا چاہتے“۔ کیپٹن
 دھرمندر نے چوکتے ہوئے کہا۔

”یقیناً ان کا یہی مقصد ہوگا“..... کرنل راجیش نے جواب دیا۔
 ”اوہ۔ باس آپ وہاں کی سیکورٹی کو الرٹ کر دیں“..... پیچھے
 بیٹھے راجیو نے جلدی سے کہا۔

”دھرمندر۔ تم ٹرانسمیٹر پر کرشن سے رابطہ قائم کر کے اسے
 ہدایت کرو کہ پولیس کی ایک موبائل گاڑی لے کر اس طرف آئے۔
 آٹھ دس آدمی ہونے چاہئیں“..... کرنل راجیش نے کیپٹن دھرمندر
 سے کہا تو دھرمندر نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا
 ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر کرشن کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کر کے اسے کال
 کرنے لگا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ دھرمندر کالنگ۔ اوور“..... کیپٹن دھرمندر نے
 ٹرانسمیٹر منہ کے قریب کر کے کہا۔

”لیں۔ کرشن رسیونگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے
 کرشن کی آواز سنائی دی تو دھرمندر اسے ہدایات دینے لگا۔

”بہتر۔ کیا کوئی خاص مشن ہے۔ اوور“..... دوسری طرف سے
 کرشن نے ہدایات سن کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔ تمہیں جو کہا گیا ہے اس پر فوری عمل کرو۔ اوور“۔ کرنل
 راجیش نے دھرمندر کے بولنے سے پہلے غراتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔ اوور“..... کرشن نے مؤدبانہ
 لہجے میں کہا۔

”اور ہاں۔ فوجی چھاؤنی کی طرف جانے والی سڑک کے موڑ پر
 جو چیک پوسٹ ہے اس کا فون نمبر معلوم کر کے مجھے فوراً کال کرو۔
 مجھے ان سے رابطہ قائم کرنا ہے۔ اوور اینڈ آل“..... کرنل راجیش
 نے سخت لہجے میں کہا تو دھرمندر نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس کے

تقریباً تین منٹ بعد دھرمندر کے ہاتھ میں موجود ٹرانسمیٹر سے سکتل موصول ہوا تو دھرمندر نے جلدی سے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔
 ”ہیلو۔ ہیلو۔ کرشن کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے کرشن کی آواز سنائی دی۔

”لیں۔ دھرمندر ریسیونگ یو۔ اوور“..... دھرمندر نے کہا تو دوسری طرف سے کرشن نے چیک پوسٹ کا فون نمبر بتایا تو دھرمندر نے اور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر کرنل راجیش کی طرف دیکھنے لگا۔

”ٹھیک ہے۔ نمبر ملا کر مجھے فون دو“..... کرنل راجیش نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔ کافی فاصلے پر کسی پٹرول پمپ کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ دھرمندر نے ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھا ہوا فون نکالا اور چیک پوسٹ کے نمبر پر پریس کر کے لاؤڈر کا بٹن آن کر دیا جبکہ فون کا ماؤتھ پیس راجیش کو دے دیا۔

”لیں۔ چیک پوسٹ ون سے کیپٹن امر بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد فون کے لاؤڈر سے آواز سنائی دی۔

”کرنل راجیش فرام کافرستانی سیکرٹ سروس بات کر رہا ہوں۔“ کرنل راجیش نے باوقار لہجے میں کہا۔

”لیں سر۔ حکم فرمائیں سر“..... دوسری طرف سے کیپٹن امر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”سرخ رنگ کی ایک کار جس میں ایک عورت سمیت دو افراد

سوار ہیں وہ کار چیک پوسٹ پر پہنچی ہے یا نہیں“..... کرنل راجیش نے پوچھا۔

”نوسر۔ ابھی تک تو کوئی کار یہاں نہیں پہنچی۔ کیا اس گاڑی نے چھاؤنی جانا تھا“..... کیپٹن امر نے چونکتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”شاید۔ بہر حال ہو سکتا ہے وہ پہنچنے والی ہو۔ جیسے ہی وہ پہنچے اسے روک کر اس میں سوار تینوں افراد کو گرفتار کر لیا جائے۔ اگر وہ ہمارے کی کوشش کریں تو انہیں گولی مار دی جائے کیونکہ وہ پاکیشیائی ایجنٹ ہیں اور کسی خطرناک ارادے سے چھاؤنی کی طرف آ رہے ہیں۔ ہم ان کی گرفتاری کے لئے اس طرف آ رہے ہیں“..... کرنل راجیش نے سخت لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی“..... کیپٹن امر نے کہا تو کرنل راجیش نے ماؤتھ پیس دھرمندر کی طرف بڑھایا اور اس نے فون آف کر کے ماؤتھ پیس لے کر اس پر رکھ دیا۔ پٹرول پمپ قریب آ چکا تھا۔

”باس۔ اس پٹرول پمپ سے معلوم کرنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے پٹرول پمپ والوں نے عمران کی کار کو دیکھا ہو“..... کیپٹن دھرمندر نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ یہاں سے پتہ چل جائے گا کہ عمران کی گاڑی کتنی دیر پہلے یہاں سے گزری ہے“..... کرنل راجیش نے سر ہلاتے ہوئے

”باس۔ اس گاڑی والے سے معلوم کریں۔ پتہ چل جائے گا کہ عمران کی کار کتنے فاصلے پر ہے“..... کیپٹن دھرمندر نے جلدی سے کہا تو کرنل راجیش نے سر ہلایا اور مین روڈ پر آ کر سائیڈ میں کار روک دی۔ سامنے سے آنے والی گاڑی ابھی دور تھی۔ پھر جونہی فاصلہ کم ہوا کرنل راجیش ڈپر لائٹ سے اس گاڑی کو روکنے کا اشارہ کرنے لگا۔ کار قریب آتی چلی گئی اور پھر اس کی رفتار کم ہو گئی۔ مزید فاصلہ کم ہوا تو کار میں ڈرائیور کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ایک خاتون دکھائی دی۔

”اوہ۔ یہ وہی کار لگتی ہے باس۔ عقب میں بھی کوئی آدمی بیٹھا ہے“..... کیپٹن دھرمندر نے بے اختیار اچھلتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ تم تینوں اتر کر اس گاڑی کو کور کر لو۔ ہری اپ“۔ کرنل راجیش نے چیخ کر عقب میں بیٹھے ساتھیوں سے کہا تو وہ تینوں اپنی جیبوں سے مشین پستل نکالتے ہوئے دروازہ کھول کر کار سے اتر گئے۔ کیپٹن دھرمندر بھی کار سے نکل آیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں فیس چیکر اور دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ ان چاروں نے آنے والی کار کی جانب اسلحہ تان لیا۔ دو ساتھی سڑک کی دوسری جانب کھڑے تھے اور ایک دھرمندر کے پاس سڑک کے وسط میں۔

آنے والی کار ان سے چند قدم دور رک گئی اور اس کی ہیڈ لائٹس بجھا دی گئیں تو کرنل راجیش کو اپنی کار کی ہیڈ لائٹس میں اس گاڑی کا رنگ نظر آیا۔ وہ سرخ رنگ کی ہی کار تھی لیکن اسے حیرت

کہا اور رفتار کم کرتے ہوئے گاڑی پٹرول پمپ کی طرف موڑ دی۔ پھر پٹرول پمپ پر کھڑے ہیلپر اور کیشیئر کے قریب کار روک دی۔

”نیس سر۔ کتنا ڈالنا ہے“..... ہیلپر نے آکل پائپ سنبھالے ہوئے کرنل راجیش سے پوچھا۔

”نہیں۔ پٹرول نہیں چاہئے۔ ادھر آؤ“..... کرنل راجیش نے سخت لہجے میں کہا تو ہیلپر اس کے قریب آ گیا۔

”کیا تم نے ایک سرخ کار کو راج گڑھ کی طرف دیکھا ہے جس میں ایک عورت اور دو مرد سوار تھے“..... کرنل راجیش نے پوچھا۔

”اوہ۔ نیس سر۔ وہ کار چند منٹ پہلے ادھر گئی ہے اور انہوں نے شانتی گڑھ جانا تھا اس لئے انہوں نے ٹیکسی فل کرائی تھی۔ کہا آپ ان کے ساتھی ہیں“..... ہیلپر نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ کیا انہوں نے اپنی منزل شانتی گڑھ بتائی تھی“..... کرنل راجیش نے جلدی سے پوچھا۔

”نہیں سر۔ انہوں نے تو شادی میں شرکت کے لئے راج گڑھ جانا تھا۔ مجھ سے انہوں نے پوچھا تھا کہ کیا یہ سڑک شانتی گڑھ جاتی ہے تو میں نے بتا دیا۔ میرا خیال ہے ابھی وہ راج گڑھ نہ پہنچے ہوں گے“..... ہیلپر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو کرنل راجیش نے سر جھٹکا اور کار آگے بڑھا دی۔ اسی لمحے راج گڑھ کی طرف سے آتی کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس دکھائی دیں۔

ہوئی کہ وہ اتنی جلدی واپس کیوں آ گئی۔ وہ دروازہ کھول کر کار سے اترا اور جیب سے ریوالور نکال کر سرخ کار کے قریب آ گیا۔ ”تم تینوں ہاتھ بلند کر کے باہر آ جاؤ۔ بھاگنے کی کوشش کی تو چھانی کر دیئے جاؤ گے“..... کرنل راجیش نے عورت پر ریوالور تان کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”اتر دیجیے۔ بڑے بھائی کا حکم مانو“..... عقبی سیٹ پر بیٹھے ادیتر عمر شخص نے ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے کہا جو کہ عمران تھا۔ ”تم بھی اترؤ“..... کرنل راجیش نے اسے گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔ اس کے ماتحت کار کے قریب کھڑے تھے۔

”نہیں بڑے بھائی۔ میں ہمیشہ لیڈیز فرسٹ پر عمل کرتا ہوں اس لئے پہلے تمہاری بہن اترے گی“..... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا تو کرنل راجیش نے غصے سے جڑے بھیج لے جبکہ اس کے ماتحتوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ جولیا دروازہ کھول کر باہر آئی تو عمران بھی کار سے اترا اور اس نے ہاتھ بلند کر لئے۔ فوراً ہی ایک آدی نے آگے بڑھ کر اس کی پشت سے مشین پٹل لگا دیا۔

”کیا تم نے نہیں سنا یا تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کروں۔“ کرنل راجیش نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے صدیقی کو گھورتے ہوئے کہا۔

”بے چارہ بہرہ ہے نا۔ سوراخ کرنا ہے تو اس کے کان میں

کر دتا کہ تمہاری آواز اندر پہنچ سکے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو کرنل راجیش نے عمران کی طرف قہر آلود نگاہوں سے دیکھا جبکہ صدیقی دروازہ کھول کر کار سے باہر آیا اور کرنل راجیش کے ایک ساتھی نے اسے مشین پٹل سے کور کر لیا۔ دھرمندر باری باری فیس چیکر سے ان تینوں کے چہرے چیک کر رہا تھا۔

”کیا تم عمران ہو“..... کرنل راجیش نے غور سے صدیقی کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا۔ ”نہیں۔ یہ عمران نہیں شیطان ہے“..... عمران اپنے جلدی سے کہا۔

”تم اپنی چونچ بند رکھو۔ تم میں سے عمران کون ہے“..... کرنل راجیش نے عمران کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ یہ نام تو مسلمانوں کا ہے۔ میرا نام تو بھگوان داس اور میرے ڈرائیور کا نام دیو راج ہے۔ کیا میں اپنی بیگم کا نام بھی بتاؤں جناب“..... عمران نے جواب دیا تو کرنل راجیش کے ذہن میں ہلکا سا جھماکہ ہوا۔

”اس کا نام میں جانتا ہوں مسٹر عمران“..... کرنل راجیش نے کلام مسکراتے ہوئے زہریلے لہجے میں کہا۔

”اس میں فخر کرنے کی کیا بات ہے۔ ایک بھائی اپنی بہن کا نام کیسے بھول سکتا ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”رہنے دو دھرمندر۔ یہ وہی ہیں لیکن دوہرے میک اپ میں

”اچھا تو سنو۔ میرا نام کرنل راجیش ہے اور میرا تعلق کافرستانی سیکرٹ سروس سے ہے جس سے بچنے کے لئے تم نے میک اپ کر رکھا ہے۔ اور سنو۔ اگر تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تو مارے جاؤ گے“..... کرنل راجیش نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے کرنل۔ میرا نام بھگوان داس ہے اور میری بیگم کا نام تو تم پہلے ہی جانتے ہو“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ یہ تمہاری ساتھی جو لیا ہے“..... کرنل راجیش نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ آہستہ۔ بیگم کو بدنام مت کرو ورنہ ابھی سینڈل اتار کر میری مرمت شروع کر دے گی“..... عمران نے بوکھلا کر کہا۔

”شٹ اپ۔ تمہارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں“..... کرنل راجیش نے سخت لہجے میں کہا۔

”وہ راج گڑھ جا چکے ہیں۔ شادی میں شرکت کرنے اور تم یہاں ہمارا دماغ چاٹ رہے ہو۔ تم سے کس گدھے نے کہا ہے کہ میں عمران ہوں اور تم ہمیں کیوں گھیرے کھڑے ہو۔ کہیں بیٹھ کر باتیں کر لو۔ دیکھو۔ میری بیگم تھک گئی ہے“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اب تو ہیڈ کوارٹر پہنچ کر باتیں ہوں گی“..... کرنل راجیش نے

ہیں“..... کرنل راجیش نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا تو دھرمندر نے میک اپ چیکر اپنی جیب میں رکھ لیا۔

”تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو“..... عمران نے کرنل راجیش سے پوچھا۔

”تم راج گڑھ کیوں نہیں گئے اور واپس کیوں آ گئے ہو“۔ کرنل راجیش نے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”بیگم کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اس لئے شادی میں جانے کا ارادہ بدل دیا۔ تم چاہو تو ہماری جگہ شادی میں شرکت کرنے پلے جاؤ اور لطف اٹھاؤ۔ واپسی پر ہمارے کھانے کے لئے مٹھائی لے آنا“..... عمران نے اطمینان سے کہا۔

”سر۔ انہیں لے چلیں“..... ایک ماتحت نے کرنل راجیش سے پوچھا۔

”نہیں۔ نہیں۔ مجھے تو بیگم کو لے کر ہسپتال جانا ہے“..... عمران نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اب تمہیں ہسپتال جانے کی ضرورت نہیں ہے مسٹر عمران۔ تم تینوں کا علاج لاک اپ میں ہو گا“..... کرنل راجیش نے غرائے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن اپنا تعارف تو کرا دو۔ میں اجنبی لوگوں کا احسان اٹھانا پسند نہیں کرتا“..... عمران نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔

”بب۔ بدروحیں۔ کیوں مجھے ڈرا رہے ہو کرل“..... عمران نے خوف سے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ایکینگ نہیں چلے گی عمران۔ تم نے ہمارے کئی آدمی ہلاک کر ڈالے ہیں آج۔ ان سب کا تم سے انتقام لیا جائے گا۔ پنڈت کالی داس نے تو ہنومان دیوتا کو تمہارے خون سے غسل دینے کا عہد کر رکھا ہے“..... کرل راجیش نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

”ارے ہنومان جی پر تو میں خود قربان ہونا چاہتا ہوں کرل۔“
 نکالو چاقو اور میرا سارا خون نچوڑ کر پنڈت کالی گھاس کو روانہ کر دو۔
 چاہو تو تم بھی میرے خون میں ڈبکی لگا لو“..... عمران نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا لیکن کرل راجیش چونکہ موبائل گاڑی کی طرف متوجہ تھا اس لئے اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پولیس موبائل ان سے چند گز کے فاصلے پر رکی اور فرنٹ سے ایک سادہ لباس والا نوجوان شخص اتر کر آگے بڑھا۔ اس نے کرل کو سلام کیا۔ موبائل گاڑی کے عقبی حصے سے آٹھ پولیس اہلکار اترے۔ ان میں ایک انسپکٹر تھا۔

”کرشن۔ کیا پولیس کے پاس جھکڑیاں ہیں“..... کرل راجیش نے سادہ لباس والے سے پوچھا تو کرشن نے پلٹ کر سوالیہ انداز میں انسپکٹر کی طرف دیکھا اور انسپکٹر نے انکار میں سر ہلا دیا۔

”ٹھیک ہے کرشن۔ انہیں موبائل گاڑی میں بٹھاؤ۔ یہ عمران،

جڑے پھینچے ہوئے کہا اور اسی لمحے شہر کی طرف سے آنے والی کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس چمکنے لگیں۔ اس گاڑی کی چھت پر جلتی بجھتی سرخ روشنی سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ پولیس کی گاڑی تھی۔

”باس۔ کرشن آ گیا ہے“..... دھرمندر نے کرل راجیش سے مخاطب ہو کر کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”ٹھیک ہے۔ انہیں پولیس موبائل میں بٹھاؤ اور تم تینوں بھی ان کے ساتھ بیٹھو۔ اگر گاڑی میں جھکڑیاں ہوں تو انہیں ڈال دو اور اگر یہ ذرا بھی غلط حرکت یا تم سے بات چیت کرنے کی کوشش کریں تو انہیں گولی مار دینا“..... کرل راجیش نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”بات کرنا تو جرم نہیں ہے کرل۔ اگر گولی مارنی ہی ہے تو یہیں مار دو۔ بھگوان داس صرف بھگوان سے ڈرتا ہے“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم بھگوان داس نہیں ہو بلکہ تم عمران ہو“..... کرل راجیش نے سخت لہجے میں کہا۔

”تمہیں کس گدھے نے بتایا ہے کہ میں عمران ہوں“..... عمران نے بیزار سے لہجے میں کہا۔ آتے ڈالی موبائل گاڑی قریب آتی جا رہی تھی۔

”پنڈت کالی داس نے اور اس کی غلام روحیں کبھی غلط نہیں بتاتیں“..... کرل راجیش نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا تو عمران کی

جولیا اور ان کا ساتھی ہے۔ تم اور دھرمندر ان کے ساتھ بیٹھنا۔ اگر یہ کوئی گڑبڑ کریں یا فرار ہونے کی کوشش کریں تو میری اجازت کے بغیر ہی انہیں گولیوں سے اڑا دینا“..... کرنل راجیش نے سخت لہجے میں کہا تو کرشن نے پولیس والوں کو اشارہ کیا اور ان سب نے اپنی مشین گنیں عمران، جولیا اور صدیقی کی طرف سیدھی کر لیں۔

”ان کی تلاشی لو“..... کرنل راجیش نے عمران اور صدیقی کے پیچھے کھڑے ماتحتوں کو حکم دیا۔

”تلاشی لینے کی کیا ضرورت ہے۔ کچھ پیسے چاہئیں تو حکم کرو۔ ابھی چیک کاٹ دیتا ہوں“..... عمران نے چپکتے ہوئے لہجے میں کہا تو اس کی جرأت پر کرنل راجیش ادا اس کے ساتھی حیران رہ گئے۔

”شٹ اپ۔ خاموش کھڑے رہو ورنہ زبان کاٹ ڈالوں گا تمہاری“..... کرنل راجیش نے غراتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ لیکن یاد رکھو۔ اگر تمہارے آدمی نے میری جیب سے ایک روپیہ بھی چوری کیا تو تم سے ایک کروڑ وصول کروں گا۔ میں بہت کاروباری آدمی ہوں“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کرنل راجیش کو دھمکی دیتے ہوئے کہا تو اس کے انداز میں حماقت محسوس کر کے سب لوگ بے ساختہ مسکرا دیئے جبکہ کرنل راجیش، جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔ جولیا خاموش کھڑی انہیں دیکھ رہی تھی۔

”کرشن۔ اس کے پرس کی تلاشی لو اور پھر لباس چیک کرنا۔“

کرنل راجیش نے کرشن کی طرف دیکھ کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”کرنل۔ تم جیسے بے غیرت کو کس خبیث نے کرنل بنایا ہے کہ تم اپنی بہن کی خود تلاشی لینے کی بجائے ایک غیر آدمی کو حکم دے رہے ہو۔ میری بیگم یہ ہرگز برداشت نہیں کرے گی“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تو سب لوگ چونک کر کرنل راجیش کی طرف دیکھنے لگے۔

”باس۔ کیا یہ خاتون آپ کی بہن ہے“..... کرشن نے حیرت بھرے لہجے میں کرنل راجیش سے پوچھا تو کرنل راجیش کا چہرہ غصے سے گزرا رہ گیا۔

”شٹ اپ۔ یہ جولیا ہے عمران کی ساتھی“..... کرنل راجیش نے طلق کے بل چیختے ہوئے کرشن سے کہا تو کرشن یکدم سہم گیا۔ سب لوگ کرشن کی طرف متوجہ ہو گئے اور ٹھیک اسی لمحے فضا پے در پے ہولناک دھماکوں سے گونجنے لگی۔

بیٹھے تھے جبکہ باقی تینوں گارڈ ان سے چند فٹ آگے بیٹھے تھے۔ ستاروں کی مدھم روشنی میں اتنے فاصلے سے ان کی شکلیں واضح نظر نہ آ رہی تھیں۔ آخری چیک پوسٹ سے گزرنے کے چند سیکنڈ بعد اچانک تصویر کے وائچ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا تو وہ سنبھل گیا۔ وائچ ٹرانسمیٹر کا مخصوص ہندسہ پارک کر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد سگنل بند ہو گیا۔ یہ طے شدہ سگنل تھا جو صفدر کی طرف سے دیا گیا تھا۔ چنانچہ تصویر نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے صدیقی کو اشارہ کیا اور اس نے بھی اپنی جیب میں رکھی نیڈل گن نکال کر ہاتھ میں پکڑ لی۔ پھر دونوں نے غیر محسوس انداز میں اپنی اپنی نیڈل گن کا رخ آگے بیٹھے گارڈز کی طرف کیا اور نیڈل گن کا بٹن پریس کر دیا۔ نیڈل گن سے نکلنے والی سوئی آگے بڑھنے لگی تو صدیقی نے گارڈز کی گردنوں میں داخل ہو گئیں اور انہوں نے بے اختیار اپنے ہاتھ گردنوں پر رکھے لیکن دوسرے ہی لمحے ایک دوسرے سے ٹکراتے ٹرک کے فرش پر ڈھیر ہو گئے۔

تیسرے گارڈ نے انہیں سنبھالنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے تصویر نے اس پر بھی بے ہوش کرنے والی سوئی فائر کر دی۔ وہ گارڈ اپنی گردن ٹوٹا ہوا سیدھا ہوا اور پھر بے ہوش ہو کر اپنے ساتھیوں کے اوپر گر گیا۔ ان کے بے ہوش ہوتے ہی تصویر اور صدیقی نے نیڈل گنز اپنی جیبوں میں ڈالیں اور اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر باری باری انہوں نے ان گارڈز کو اٹھایا اور ٹرک کے پہلو سے نیچے اٹکا کر

چند منٹ بعد پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا۔ ایک چیک پوسٹ سے وہ بلا روک ٹوک گزر چکے تھے اور اب سامنے دوسری چیک پوسٹ کی روشنی نظر آ رہی تھی۔ ٹرک اس چوکی کے قریب پہنچا تو وہاں کھڑے دو گارڈز نے بانس کی رکاوٹ ہٹا دی اور ٹرک وہاں سے گزر گیا۔ اب سڑک سیدھی نہیں تھی بلکہ بلند و بالا چٹانوں کے ارد گرد گھومتی جا رہی تھی۔ بار بار موڑ آنے کے سبب ٹرک ڈرائیور ٹیل نے رفتار کم کر دی تھی۔ سامنے کی جانب کافی دور چٹانوں کے افق پر روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یقیناً وہ روشنیاں پراجیکٹ کی تھیں۔ ابھی ٹرک نے ایک اور چیک پوسٹ سے گزرتا تھا۔ اس کے بعد کوئی چیک پوسٹ نہیں تھی۔ چند منٹ بعد ٹرک آخری چیک پوسٹ پر پہنچا اور وہاں بھی بانس کی رکاوٹ ہٹا کر راستہ کھول دیا گیا۔ تصویر اور صدیقی عقب میں ٹرک کے دروازے کے بالکل قریب

آہستہ سے چھوڑ دیا۔ البتہ انہوں نے گارڈز کو سڑک کے تین مختلف موڑوں پر گرایا تھا۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا صفدر بیک مرر میں ان گارڈز کو گرتے دیکھتا رہا تھا کیونکہ تنویر اور صدیقی نے اسی سائڈ سے گارڈز کو گرایا تھا۔

جبکہ ڈرائیور ٹیل اس کارروائی سے بے خبر پوری توجہ سے سامنے دیکھتے ہوئے ڈرائیونگ کرتا رہا۔ دو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ٹرک بلند و بالا پہاڑوں کے درمیان وادی میں پہنچا جہاں میزائل پراجیکٹ قائم تھا۔ وہاں پراجیکٹ کے احاطے کے گرد خاردار تاروں کی بازتھی اور سڑک کی سیدھ میں ایک آہنی جنگل والا گیٹ تھا جس کے اندر باہر دوحہ گارڈز کھڑے نظر آ رہے تھے۔ اندر گیٹ سے تقریباً پچاس فٹ کے فاصلے پر بڑی بڑی عمارتیں تھیں۔ تینوں عمارتوں کے درمیان دوسری جانب جانے کے لئے راستے تھے۔ ہر دو عمارتوں کے درمیان راستے کی چوڑائی بیس فٹ کے قریب تھی۔ احاطے کے گرد باڑ میں دس دس فٹ کے فاصلے پر بجلی کے پول تھے جن پر مرکزی لائٹس روشن تھیں اور ہر پول کے نیچے ایک ایک گارڈ کھڑا تھا جبکہ آس پاس کی پہاڑیوں پر ہلکارہ شکن توپیں نصب تھیں۔ ان پہاڑوں پر نصب سرچ لائٹس گردش کر رہی تھیں۔ پراجیکٹ کی عمارت پر بھی سر لائٹس روشن تھیں۔ اس طرح احاطے کا کوئی حصہ تاریک نہیں تھا۔

پراجیکٹ کا پاور ہاؤس احاطے کے پائین کونے میں تھا اور صفدر

پہلا ٹارگٹ وہی تھا جبکہ سیکورٹی آفس کی عمارت احاطے کے پائین کونے میں تھی۔ یہ ساری معلومات صفدر نے چوکی انچارج لے حاصل کی تھیں جس کے میک اپ میں وہ ٹرک میں بیٹھا۔ ٹیل نے راستے میں اس سے کوئی بات نہیں کی تھی اور اس کی ہڈائیونگ پر ہی رہی تھی۔ ٹرک احاطے کے گیٹ پر رکا تو گیٹ کھڑے گارڈز نے گیٹ کھول دیا اور ٹرک اندر داخل ہو کر دائیں نب مڑ گیا۔ اس کا رخ سیکورٹی آفس کی عمارتوں کی جانب تھا۔ ان عمارتوں کے باہر تین ٹرک اور چار پانچ جیپیں پہلے سے موجود تھیں۔ گیٹ سے سیکورٹی آفس کا فاصلہ ڈیڑھ سو گز سے کم نہیں تھا۔ ایکٹ کی عمارتوں کے باہر چند گارڈز ٹیل رہے تھے۔ شکر کے ان کے مطابق پراجیکٹ میں صبح آٹھ بجے سے شام چھ بجے تک ام ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی اس وقت وہاں ورکرز کی آمد و رفت اور ٹیل پہل نظر نہیں آ رہی تھی۔

ٹیل نے وہاں پہلے سے کھڑے ٹرکوں کے درمیان خالی جگہ پر ایک روکا اور انجن بند کیا ہی تھا کہ صفدر نے پھرتی سے ریوالور نکال لاس کی کینٹی پر ریوالور کا دستہ مار دیا۔ ٹیل کے حلق سے بے اختیار تیز کراہ نکلی اور اس کا سر اسٹیرنگ پر جھٹکا چلا گیا۔ صفدر نے اسے کندھے سے تھام لیا کہ وہ سیٹ سے نیچے نہ گر جائے۔ ملتا بے ہوش ہو چکا تھا۔ صفدر نے اسے دوسری طرف دروازے سے نکالیا اور پھر ادھر ادھر دیکھا۔ دونوں طرف کھڑے ٹرکوں کے

بچے ٹرک روکا اور پھر ٹرک سے اترا تو تنویر اور صدیقی بھی نیچے اتر آئے۔ صفدر ان کے ساتھ آگے بڑا اور دونوں گارڈز کے پاس آ کر رک گیا۔ گارڈز نے اسے فوراً سیلوٹ کیا۔

”چلو۔ تمہاری جگہ اب یہ دونوں ڈیوٹی دیں گے۔ تمہیں چیف نے طلب کیا ہے۔ فوراً جاؤ“..... صفدر نے شکر کی آواز میں دونوں گارڈز کو حکم دیا تو دونوں گارڈز چونکے اور پھر کچھ کہے بغیر سیکورٹی انس کی طرف بڑھ گئے۔

”جلدی سے اپنا کام مکمل کر کے ٹرک میں بیٹھو“..... گارڈز کے ہاتھ قدم دور جانے کے بعد صفدر نے صدیقی اور تنویر سے کہا تو وہ دونوں پادرواؤس کے گیٹ کی طرف بڑھے اور اندر چلے گئے۔ صفدر پلٹ کر ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔ پراجیکٹ کے اس پہلو پر دوسری جانب جانے کا راستہ تھا۔ چند لمحوں بعد صدیقی اور تنویر پادرواؤس سے نکلے اور تیزی سے چلتے ہوئے ٹرک کے عقبی حصے میں سوار ہوئے تو صفدر نے ٹرک آگے بڑھایا اور پراجیکٹ کی حالت کے پہلو میں آ کر ٹرک روک دیا۔ اس نے انجن بند کیا اور نیچے اتر آیا۔ تھوڑے فاصلے پر خاردار تاروں کی باڑ کے پاس کھڑے محافظ ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ تنویر اور صدیقی بھی ٹرک سے اترے اور صفدر کے پاس پہنچے تو صفدر آگے بڑھنے لگا۔ حالت کے پہلو سے گزر کر وہ تینوں دوسری طرف پہنچے تو اس طرف ایک وسیع رن وے تھا جس پر دو ہیلی کاپٹر کھڑے تھے۔ اس

سبب انہیں کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ چند قدم آگے سیکورٹی آفس کی عمارت تھی جس کا برآمدہ بائیں جانب تھا اور وہاں صرف ایک گارا ٹھیل رہا تھا جسے صفدر نے دور سے ہی دیکھ لیا تھا لیکن اب دروازے میں ٹرک حائل ہونے کے سبب وہ گارڈز نظر نہ آ رہا تھا۔

صفدر تیزی سے دروازہ کھول کر نیچے آیا اور ٹرک کے عقب کی طرف بڑھا۔ ٹرک کے عقبی حصے میں بیٹھے تنویر اور صدیقی کے پار رک کر اس نے آہستہ آواز میں ہدایات دیں اور پھر پلٹ کر واپس ٹرک کے اگلے حصے میں سوار ہوا اور ڈرائیور کو گھسیٹ کر فرنٹ سید پر دراز کر کے خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ انجن سٹارٹ کر کے اس نے ٹرک کو ریورس گیر میں پیچھے ہٹایا۔ ٹرکوں کے درمیان سے نکل کر اس نے یوٹرن لیا اور اس کا رخ احاطے کے دوسرے کونے کی طرف کر دیا۔ پھر ہیڈ لائٹس جلانے بغیر وہ نارمل رفتار سے ٹرک دوڑانے لگا۔

وہ احاطے کے گیٹ کے سامنے سے گزرا تو گیٹ پر کھڑے محافظوں نے اس کی طرف دیکھا لیکن اس وقت صفدر نے چہرہ الا کی مخالف سمت میں موڑا ہوا تھا تاکہ گارڈز ڈرائیور کی جگہ ات دیکھ کر شبہ نہ کر سکیں۔ تقریباً تین سو گز کا فاصلہ طے کر کے وہ پادرواؤس کے قریب پہنچا جہاں چند بڑے بڑے جزیئر بجلی پیدا کرتے تھے۔ وہاں سے پورے پراجیکٹ کو بجلی کی سپلائی ہوتی تھی۔ پادرواؤس کے باہر دو گارڈ ٹھیل رہے تھے۔ صفدر نے ان سے چند قدم

برآمدے میں داخل ہو گئے۔ صفدر گارڈز کے پاس کھڑا رہا۔ اس نے سرسری انداز میں اپنی گھڑی پر وقت دیکھا۔ ٹھیک اسی لمحے فضا خطرے کے سائرُن سے گونجنے لگی۔ صفدر سمجھ گیا کہ پاور ہاؤس والے گارڈز نے سیکورٹی آفس پہنچ کر بتا دیا ہو گا کہ انہیں وہاں بھیجا گیا ہے یا پھر کسی اور وجہ سے خطرے کا سائرُن بجایا گیا تھا۔ ان میں پہلی وجہ یہ تھی کہ ڈیوٹی سے واپس آنے پر شکر نے سیکورٹی آفس میں رپورٹ کرنا تھی لیکن صفدر نے ایسا نہیں کیا تھا۔ پھر خلاف ضابطہ ٹرک کو پاور ہاؤس کی طرف جاتے دیکھا گیا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی تھی کہ سیکورٹی آفس میں کسی سکرین پر ٹرک کی آمد اور ان کی نقل و حرکت کو مانیٹر کیا جا رہا ہو۔ سائرُن کی آواز سن کر دونوں گارڈز بے چین ہو گئے۔ باؤنڈری کی خاردار تاروں کے پاس ڈیوٹی دینے والے محافظوں میں بھی افراتفری پھیل گئی اور پھر صفدر نے تنویر اور صدیقی کو عمارت سے باہر آتے دیکھا۔

”جلدی کرو۔ ہمیں سیکورٹی آفس پہنچنا ہے“..... صفدر نے بلند آواز میں چیخ کر کہا۔

”سر۔ خطرے کا سائرُن کیوں بجایا گیا ہے“..... وہاں کھڑے ایک گارڈز نے پریشان سی آواز میں صفدر سے پوچھا۔

”اسی مشتبہ شخص کی وجہ سے۔ تم فوراً پاور ہاؤس کی طرف جاؤ“..... صفدر نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو دونوں گارڈز یکدم پاور ہاؤس کی جانب دوڑ پڑے۔

جانب بھی عمارتوں کے برآمدے تھے اور ہر عمارت کے باہر دو گھانے کھڑے تھے۔ پہلی کا پٹرز کے قریب کوئی محافظ موجود نہ تھا۔ پہلی کا پٹرز کی دوسری جانب بیس تیس فٹ دور باؤنڈری وال کے پول کے پاس محافظ پہرہ دے رہے تھے۔ صفدر، تنویر اور صدیقی کے ساتھ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا پہلی عمارت کے باہر کھڑے گارڈز کے پاس پہنچا تو دونوں گارڈز نے اسے سلام کیا۔

”ابھی ابھی کوئی مشکوک آدمی تو اندر نہیں گیا“..... صفدر نے گارڈز سے سخت لہجے میں پوچھا۔

”نہیں جناب۔ ہم نے کسی کو نہیں دیکھا“..... ایک گارڈز نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”جاؤ۔ تم اندر کا چکر لگا کر جلدی سے واپس آؤ“..... صفدر نے پلٹ کر تنویر اور صدیقی کو حکم دیا اور وہ تیزی سے برآمدے میں داخل ہو گئے۔ صفدر گارڈز کے قریب ٹھہرنے لگا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ تقریباً ایک منٹ بعد صدیقی اور تنویر واپس باہر آ گئے۔ دوسری عمارت کے برآمدے کے باہر کھڑے دو گارڈز انہیں آتے دیکھ کر مستعد ہو گئے۔

”اندر کوئی مشتبہ شخص تو نہیں گیا“..... صفدر نے قریب پہنچ کر گارڈز سے پوچھا۔

”نوسر۔ اندر کوئی نہیں گیا“..... ان میں سے ایک گارڈز نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو صفدر کے اشارے پر صدیقی اور عمار

”آؤ۔ وقت کم رہ گیا ہے“..... صدر نے تیزی سے عمارت کی طرف دوڑ لگاتے ہوئے تصویر اور صدیقی سے کہا اور وہ بھی اس کے پیچھے بھاگنے لگے۔ وہ تیسری عمارت کے پاس پہنچے ہی تھے کہ سائرن بند ہو گیا اور گاڑیوں کے دوڑنے کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ شاید دو تین جیمپیں پاور ہاؤس کی طرف دوڑ رہی تھیں۔

”جلدی کرو۔ پاور ہاؤس پہنچو“..... صدر نے برآمدے کے باہر کھڑے گاڑی کے پاس رکتے ہوئے چیخ کر کہا تو دونوں گاڑیوں کو کھلا کر پاور ہاؤس کی طرف دوڑ پڑے۔

”جلدی سے کام پورا کر کے ہیلی کاپٹر کی طرف آؤ۔ میں ایک ہیلی کاپٹر پر قبضہ کرتا ہوں“..... صدر نے صدیقی اور تصویر سے کہا اور وہ دوڑتے ہوئے برآمدے میں داخل ہو گئے۔ صدر پلٹ کر ایک ہیلی کاپٹر کی طرف لپکا۔ ٹھیک اسی لمحے در پے در دو دھماکے ہوئے اور ہر طرف تاریکی پھیل گئی۔ یہ دھماکے ان ٹائم بموں کے تھے جو صدیقی اور تصویر پاور ہاؤس میں کہیں فٹ کر آئے تھے۔ دھماکوں کے فوراً بعد پاور ہاؤس کی طرف سے آگ کے شعلے فضا میں بلند ہونے لگے اور اس کے ساتھ ہی چیخ و پکار اور محافظوں کے دوڑنے کی آوازیں بلند ہونے لگیں لیکن صدر نے قدم نہ روکے اور دوڑتا ہوا ایک ہیلی کاپٹر کے پاس جا پہنچا۔ خاردار تاروں کے پاس پہرہ دینے والے محافظ پاور ہاؤس کی جانب دوڑ رہے تھے۔ اندھیرے میں کسی کی توجہ صدر پر نہ تھی۔ صدر نے دروازہ کھولا اور

پلٹ سیٹ سنبھال لی۔ اس نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر انجن سٹارٹ کیا اور دوسرا دروازہ کھول دیا۔ اسی لمحے تصویر اور صدیقی دوڑتے ہوئے عمارت سے باہر آئے اور ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑنے لگے۔ قریب آ کر وہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئے ہی تھے کہ پاور ہاؤس کے قریب والی پہلی عمارت میں پے در پے دھماکے ہونے لگے اور صدر نے سپیڈ لیور کو حرکت دے کر ہیلی کاپٹر کو زمین سے اٹھالیا۔ ہیلی کاپٹر ابھی پچاس ساٹھ فٹ کی بلندی پر ہی پہنچا تھا کہ دوسری عمارت میں بھی دھماکے ہونے لگے اور دونوں عمارتوں سے اٹھنے والے شعلے آسمان کی طرف بلند ہونے لگے۔

تصویر اور صدیقی نے نیچے جھانکا تو عمارتوں کے فرنٹ کی جانب عجیب افراتفری کا سماں تھا۔ گاڑیوں کا احاطے کے گیٹ کی جانب بھاگے جا رہے تھے۔ کچھ لوگ ٹرکوں اور جیپوں کی طرف دوڑ رہے تھے جس طرف سیکورٹی آفس کی عمارتیں تھیں۔ ان عمارتوں سے بھی کئی افراد نکل کر بھاگ رہے تھے حالانکہ پراجیکٹ کی تیسری عمارت ابھی محفوظ تھی لیکن کسی آدمی کا رخ اس عمارت کی جانب نہ تھا۔ صدر نے مزید کچھ بلندی پر پہنچ کر ہیلی کاپٹر کا رخ دارالحکومت کی طرف جانے والی اس سڑک کی طرف کر دیا جہاں انہوں نے اپنی کار چھوڑی تھی۔ جنوبی ہیلی کاپٹر وادی کی فضا سے باہر پہنچا تیسری عمارت میں بھی دھماکے ہونے لگے اور فضا گرد و غبار اور دھوئیں سے آلودہ ہو گئی۔ اسی لمحے ایک پہاڑی پر نصب طیارہ شکن

توپ گرجنے لگی لیکن ہیلی کاپٹر توپ کی ریج سے دور آ چکا تھا۔
 صفدر نے ہیلی کاپٹر کا رخ شمال کی طرف کر دیا تھا کیونکہ سڑک کے اوپر پرواز کرنے میں اندیشہ تھا کہ ہیلی کاپٹر کی سمت کی نشاندہی ہو جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ ابتدائی دھماکوں پر ہی سیکورٹی آفس والوں نے اپنے ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دے دی ہو اور اس صورت میں امدادی ہیلی کاپٹر سے راستے میں ٹکراؤ ہو سکتا تھا۔ ان کے عقب میں مسلسل دھماکوں کی آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں جس کا مطلب تھا کہ پراجیکٹ کی عمارتوں میں موجود میزائل اور بارود پھٹ کر مزید تباہی پھیلا رہا ہے۔

جلد ہی ہیلی کاپٹر پہاڑی علاقے سے نکل آیا۔ چند لمحوں بعد وہ پریم نگر جانے والی سڑک کی دوسری جانب پہنچے اور پھر صفدر نے ہیلی کاپٹر کا رخ دارالحکومت کی جانب کر کے اس کی رفتار اور بلندی کو کم کرنا شروع کر دیا۔ اس کی نگاہیں سڑک کی دوسری جانب کا جائزہ لے رہی تھیں۔ جلد ہی اس نے اس جگہ کا اندازہ لگا لیا جہاں انہوں نے اپنی کار چھوڑی تھی۔ صفدر نے ہیلی کاپٹر کو مزید نیچے لے جاتے ہوئے تنویر اور صدیقی کو اپنے پروگرام سے مطلع کیا۔

”تم دونوں کھیتوں میں کود کر سڑک کی دوسری جانب اپنی گاڑی کی طرف جاؤ اور گاڑی لے کر سڑک پر پہنچو۔ میں ہیلی کاپٹر سے جان چھڑا کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا“..... صفدر نے کہا تو تنویر اور صدیقی ہیلی کاپٹر چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ صفدر نے ہیلی

کاپٹر کی بلندی کو مزید کم کیا اور ہیلی کاپٹر کا فریم نیچے واقع جوار کی قد آور فصل سے چند فٹ کی بلندی پر پہنچا تو اس کے اشارے پر تنویر اور صدیقی نے دروازہ کھول کر باہر چلا گئے لگا دیں۔ ان کے کودتے ہی صفدر نے دروازہ بند کیا اور ہیلی کاپٹر کو بلند کرنے لگا۔ تقریباً پچاس ساٹھ فٹ کی بلندی پر پہنچ کر اس نے ہیلی کاپٹر کا رخ بدلا اور سڑک کی مخالف سمت میں موڑ کر اس نے لیور کھینچ کر ہیلی کاپٹر کو معلق کر دیا اور پھر تیزی سے پائلٹ سیٹ سے منسلک پیراشوٹ اتار کر پشت پر باندھا اور ہیڈ ماسک اتار کر رکھ دیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور لیور کو حرکت دی تو ہیلی کاپٹر تیزی سے آگے بڑھا اور صفدر نے کھلے دروازے سے باہر چلا گیا لگاتے ہی پیراشوٹ کا بٹن پریس کر دیا۔ ہیلی کاپٹر اڑتا ہوا تیزی سے آگے بڑھ گیا اور صفدر فضا سے نیچے گرنے لگا لیکن ابھی وہ زمین سے تیس چالیس فٹ اوپر ہی تھا کہ پیراشوٹ کھل گیا اور وہ آرام سے نیچے اترنے لگا۔

چند لمحوں بعد سڑک سے تقریباً سو قدم دور ایک بے فصل کھیت میں صفدر کے پاؤں زمین سے ٹکرائے اور وہ گر پڑا لیکن وہ کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے پیراشوٹ جسم سے الگ کیا اور پلیٹ کر سڑک کی سمت دوڑنے لگا۔ اگلے کھیت کے منجانب پودوں سے گزرتے ہوئے اس نے پیراشوٹ پودوں میں چھوڑ دیا اور اس کھیت سے نکل کر اگلے کھیت میں گھس گیا۔ اسی لمحے اس

کے عقب سے ایک زور دار دھماکے کی آواز بلند ہوئی۔ صفدر نے دوڑتے ہوئے چہرہ گھما کر پیچھے دیکھا تو کافی دور واقع درختوں کے پاس شعلے بلند ہو رہے تھے۔ اس کے انداز کے مطابق یہی کاہڑ ایک ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر درختوں سے جا ٹکرایا تھا اور دھماکے کے ساتھ ہی اس میں آگ بھڑک اٹھی تھی۔ صفدر نے اطمینان کا گہرا سانس لیا کہ اب ان کی تلاش میں آنے والے اسی جگہ پہنچیں گے۔ وہ کھیتوں سے گزرتا ہوا سڑک پر پہنچا تو وہاں تنویر اور صدیقی کار میں بیٹھے اس کے منتظر تھے۔ صفدر عقبی سیٹ پر بیٹھا اور تنویر ٹھہر کی طرف کار دوڑانے لگا۔

دھماکوں کی آوازیں کافی دور سے آ رہی تھیں۔ کرنل راجیش اور اس کے تمام ساتھیوں نے بیک وقت دھماکوں کی سمت دیکھا تو اس جانب افق شعلوں سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس طرف فوجی چھاؤنی تھی اور دھماکوں کی آوازیں اسی سمت سے آ رہی تھیں۔ عمران سب کی توجہ ہٹتے ہی یکدم عقب میں کھڑے شخص کی طرف گھوما اور اس کے ہاتھ سے مشین پمپل چھین کر پولیس والوں پر اندھا دھند فائرنگ کرنے لگا۔ اسی لمحے نعمانی جو پہلے ہی موقع کا منتظر تھا اس نے اپنے عقب میں کھڑے کرنل راجیش کے ماتحت کی طرف پلٹ کر ایک ہاتھ اس کے مشین پمپل پر ڈالا اور دوسرے ہاتھ کا گھونسا اس کے جڑے پر مار دیا۔ مشین پمپل نعمانی کے ہاتھ میں آ گیا اور وہ آدنی کراہتا ہوا اپنی کار سے جا ٹکرایا۔ نعمانی نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر پلٹ کر دھرمندر پر فائر کر دیا۔

مران، کرنل راجیش کی طرف بڑھا تو کرنل راجیش کا جسم ساکت ہو چکا تھا۔ پھر عمران نے اس آدمی کی طرف دیکھا جس سے اس نے مشین پسل چھینا تھا۔ وہ سڑک پر منہ کے بل پڑا تھا اور یوں ماکت تھا جیسے مر چکا ہو لیکن عمران جانتا تھا کہ وہ موت سے بچنے کے لئے ایکٹنگ کر رہا ہے۔ چنانچہ عمران نے اس پر بھی فائر کیا اور وہ آدمی موت کی آغوش میں پہنچ گیا۔

”جلدی نکل چلو“..... عمران نے جولیا اور نعمانی سے مخاطب ہو کر کہا اور اپنی کار کی طرف لپکا تو جولیا اور نعمانی تیزی سے کار میں بیٹھے اور عمران نے انجن سٹارٹ کر کے کار آگے بڑھا دی۔ چھاؤنی کی طرف سے مسلسل دھماکوں کی آوازیں آرہی تھیں اور یہ عمران کا ہی کارنامہ تھا جس نے ایل پی جی سلنڈر لے جانے والے ٹرک میں ان سلنڈروں درمیان دو ٹائم بم نصب کر دیئے تھے۔ اس نے ان ٹائم بموں پر اندازے کے مطابق ایسا ٹائم ایڈجسٹ کیا تھا کہ اس وقت ٹرک چھاؤنی کے سنور کے پاس پہنچ چکا ہوتا اور مسلسل دھماکوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ٹائم بم سنور کے قریب ہی بلاسٹ ہوئے تھے اور گیس کے سلنڈر بموں کی طرح پھٹ کر وہاں تباہی پھیلا رہے تھے۔

اگرچہ اس بات کا کوئی ثبوت نہ تھا کہ یہ کارروائی عمران اور اس کے ساتھیوں کا کارنامہ ہے لیکن شہر کی طرف سے امدادی گاڑیوں کی آمد یقینی تھی اور کوئی گاڑی بھی انہیں روک کر پوچھ گچھ کر سکتی تھی

جولیا کے پیچھے کھڑے تیسرے شخص نے فوراً ہی اپنا مشین پسل جولیا کی پشت سے ہٹا کر نعمانی کی طرف سیدھا کیا ہی تھا کہ جولیا نے یکدم اچھل کر اس کا پسل والا ہاتھ اوپر کی جانب اٹھایا اور گوم کر اس کی ناک پر مکا مار دیا۔ اس آدمی کے ہاتھ سے مشین پسل گر گیا اور وہ درد سے بلبلاتا ہوا پیچھے ہٹا ہی تھا کہ جولیا نے پھرتی سے اس کا مشین پسل اٹھایا اور پلٹ کر کرنل راجیش کے ماتحت کرنل پر فائر کھول دیا۔ اسی لمحے کرنل راجیش نے جولیا پر فائر کر دیا لیکن جولیا اسی وقت گوم گئی اور گولی اس شخص کے سینے میں جا لگی جس سے جولیا نے مشین پسل چھینا تھا۔

عمران کی فائرنگ سے پولیس انسپکٹر اور اس کے تمام ماتحت چھلنی ہو کر چیختے ہوئے گر گئے تھے۔ عمران نے تیزی سے رخ بدلا اور کرنل راجیش پر فائر کھول دیا جو جولیا پر دوسرا فائر کرنے لگا تھا۔ عمران کے مشین پسل کی گولیوں سے کرنل راجیش کا ریوالور والا ہاتھ اور بازو چھلنی ہو گیا اور وہ چیختا ہوا سڑک پر گر گیا۔

صرف ایک منٹ میں پولیس پارٹی سمیت کرنل راجیش کے پانچ ساتھی لقمہ اجل بن چکے تھے۔ کرنل راجیش کا پورا بازو گولیوں سے چھلنی ہو گیا تھا اور وہ سڑک پر پڑا تڑپتا ہوا چیخ رہا تھا۔ فارغ ہو کر عمران نے ادھر ادھر دیکھا۔ پٹرول پمپ کے دونوں ملازم غائب تھے جو چند لمحے پہلے پٹرول پمپ کے پاس کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ شاید وہ فائرنگ شروع ہوتے ہی وہاں سے بھاگ گئے تھے۔

لجے میں کہا۔

”نہیں۔ مسلمان کی حیثیت سے ہمارا ایمان ہے کہ ہر انسان عزرائیل کے ہاتھوں مرتا ہے اور ہر انسان کی موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ چنانچہ پولیس اور کافرستانی سیکرٹ سروس والوں کی موت کا وقت آ پہنچا تھا اور قدرت نے عزرائیل کو بھیج دیا۔ ثابت ہوا کہ ہم بے گناہ ہیں اور قصور عزرائیل کے علاوہ خود مرنے والوں کا بھی ہے“..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ مرنے والوں کا کیا قصور تھا؟“..... جولیا نے حیرت لہجے میں پوچھا۔

”بقول کنفیوٹس، گیدڑ کی جب موت آتی ہے تو وہ شہر کا رخ کرتا ہے اور مرنے والوں کا قصور تھا کہ انہوں نے شہر کا رخ کرنے کی بجائے ہماری طرف رخ کیا تھا“..... عمران نے جلدی سے کہا تو جولیا نے منہ بنا لیا جبکہ نعمانی ہنس پڑا۔

”آپ درست کہتے ہیں۔ لیکن پولیس کی گاڑیوں کے سائرن مٹی گونج رہے ہیں۔ وہ ہمیں ضرور روکیں گی“..... نعمانی نے کہا۔

”اچھا۔ تو ان کے روکنے سے پہلے ہم خود ہی رک جاتے ہیں۔“ عمران نے بائیں جانب دیکھتے ہوئے کہا اور کار سڑک کے وسط میں ال طرح روک دی کہ کوئی دوسری گاڑی وہاں سے نہ گزر سکتی تھی۔

”چلو اترو۔ ہری اپ“..... عمران نے انجن بند کرتے ہوئے بولا اور نعمانی سے کہا اور جیب سے ایک ٹائم بم نکال لیا۔ سامنے

کیونکہ وہ اسی طرف سے آ رہے تھے جس طرف چھاؤنی تھی اس لئے عمران جلد سے جلد یہ سڑک چھوڑ دینا چاہتا تھا تاکہ کبھی چکر میں پڑے بغیر اپنے ٹھکانے پر پہنچا جاسکے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پٹرول پمپ سے اتنی دیر نکل آئے کہ اب دھماکوں کی آوازیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔

کچھ فاصلہ طے کرنے پر شہر کی جانب سے افق پر کچھ روشنیاں نمودار ہوئیں اور ہلکی ہلکی مخصوص آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ روشنیاں تیزی سے قریب آتی جا رہی تھیں جو دراصل ہیلی کاپٹرز کی تھیں۔ تقریباً آٹھ دس ہیلی کاپٹرز تیزی سے اڑے چلے آ رہے تھے۔ وہ سڑک کے بائیں جانب تھے اور ان کا رخ چھاؤنی کی طرف ہی تھا۔ جلد ہی ہیلی کاپٹر قریب آ پہنچے اور ان کے بائیں جانب سے گزرتے چلے گئے۔ عمران نے پہلے ہی ہیڈ لائٹس سمیت کار کی تمام بتیاں بجھا رکھی تھیں۔ ہیلی کاپٹرز کے گزرنے کے چند لمحوں بعد ہی فائر بریگیڈ اور ایسولینس گاڑیوں کے سائرن فضا میں گونجنے لگے۔

”اوہ۔ اب کیا ہوگا“..... فرنٹ سیٹ پر بیٹھی جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”ڈرتی کیوں ہو۔ چھاؤنی ہم نے تو تباہ نہیں کی“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن پولیس اور کافرستانی سیکرٹ سروس والے۔ انہیں تو ہم نے ہلاک کیا ہے“..... عقب میں بیٹھے نعمانی نے تشویش بھرے

کچھ فاصلے پر ایک موڑ تھا اور شہر کی طرف سے آنے والی گاڑیاں ابھی موڑ کی دوسری جانب تھیں۔ ان کی روشنیاں راستے میں واقع درختوں کے عقب میں جلتی جھکتی نظر آ رہی تھیں۔ عمران نے ان گاڑیوں کا اپنی کار کے پاس آمد کے وقت کا اندازہ لگایا اور ٹائم بم پر وقت ایڈجسٹ کر کے اپنی کار کی فرنٹ سیٹ کے نیچے ڈال دیا۔ جولیا اور نعمانی کار سے اتر چکے تھے۔ عمران نے کار سے اتر کر دروازہ لاک کیا اور ان دونوں کے ساتھ بائیں جانب کے درختوں میں گھس گیا۔ درختوں کی دوسری جانب کھیت تھی اور کافی دور شہر کی روشنیاں ٹٹٹا رہی تھیں لیکن عمران نے فی الحال سڑک کی مخالف سمت ہی بڑھنا مناسب سمجھا۔ چنانچہ وہ تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ یہاں اکثر کھیتوں میں تمباکو کی کاشت تھی اور تمباکو کے پودے گھنے ہونے کے باوجود اتنے بلند نہ تھے کہ ان کے سروں تک پہنچتے جبکہ تھوڑی دور قد آدم فصلوں والے کھیت معلوم ہوتے تھے۔ عمران جلد سے جلد ان کھیتوں تک پہنچ جانا چاہتا تھا تاکہ سڑک سے نہ دیکھا جاسکے۔ کھیتوں کی ناہموار پگڈنڈیوں پر چلنے میں جولیا کو دشواری پیش آ رہی تھی مگر وہ پھر بھی عمران کے قریب رہنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے عقب میں نعمانی تھا۔ ابھی وہ سڑک سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر پہنچے تھے کہ شہر سے آنے والی گاڑیوں کے ہارن سنائی دینے لگے۔ عمران نے رکے بغیر گردن موڑ کر سڑک کی طرف دیکھا تو سڑک پر گاڑیاں رکتی

بارہی تھیں اور ان کی ہیڈ لائٹس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کی خدادادیں کے لگ بھگ تھیں۔ عمران نے گھڑی پر وقت دیکھا اور ٹیک اسی لمحے ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا اور پھر چیخ و پکار سے نضا گونجنے لگی۔ جولیا نے پلٹ کر دیکھا تو سڑک سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ گاڑیوں کے سائرین مسلسل بج رہے تھے۔ البتہ سڑک کے کنارے موجود درختوں کی وجہ سے وہاں کا منظر نظر نہ آ رہا تھا۔ صرف شعلے دکھائی دے رہے تھے۔ عمران نے اپنی رفتار میں اضافہ کر دیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ گھنے کھیتوں کے درمیان پہنچ گئے۔ اس وقت وہ سڑک سے تقریباً چھ سات سو گز کے فاصلے پر تھے مگر اس کے باوجود عمران نے قدم نہ روکے۔

”عمران صاحب۔ کیا شہر کی طرف نہیں جانا“..... جولیا کے عقب میں چلتے ہوئے نعمانی نے آہستہ سے عمران کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

”شہر میں کیا رکھا ہے۔ دیکھو کیسے سرسبز و شاداب کھیت ہیں۔ ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہے۔ پودے لہلہا رہے ہیں۔ پرندے چہچہا رہے ہیں اور اوپر ستارے جگمگا رہے ہیں۔ دل کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک مل رہی ہے اور وہ بھی بغیر پیسوں کے“..... عمران نے روکے بغیر شوخ لہجے میں کہا تو نعمانی کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”میرا خیال ہے کہ آپ یہیں جھونپڑا بنا کر زندگی گزارنے کے

موڈ میں ہیں“..... نعمانی نے کہا۔
 ”ہاں۔ دل تو یہی چاہتا ہے لیکن جولیا نہیں مانے گی“..... عمران
 نے بے چارگی سے کہا۔

”بکومت۔ آہستہ چلو“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”بے فکر رہو۔ یہ سڑک نہیں ہے کہ تیز رفتاری کے باعث کوئی
 حادثہ ہو جائے گا“..... عمران نے ہنس کر کہا تو جولیا دانت پیس کر
 رہ گئی اور نعمانی ہنسنے لگا۔ دوسرے کھیت سے گزرنے کے بعد عمران
 نے رفتار کم کر دی۔ کچھ فاصلے پر ایک باغ کے آثار دکھائی دے
 رہے تھے۔ وہ تینوں مغرب کی جانب بڑھ رہے تھے جبکہ شہر کی
 روشنیاں شمال کی جانب تھیں۔ عمران کے اندازے کے مطابق وہ
 روشنیاں شہر سے باہر کسی آبادی کی تھیں جو تقریباً دو کلومیٹر کے
 فاصلے پر نظر آ رہی تھیں جبکہ شہری آبادی کا فاصلہ پانچ کلومیٹر کے
 قریب تھا۔ عمران نے فیصلہ کر لیا کہ باغ کی دوسری جانب پہنچ کر
 وہ رخ بدلے گا اور شہر کی سمت میں سفر کرے گا۔ سڑک پر رکی
 گاڑیوں کے سائرن اب بھی سنائی دے رہے تھے لیکن یہاں تک
 ان کی آواز زیادہ نہیں پہنچ رہی تھی۔

مزید پانچ منٹ چلنے کے بعد وہ باغ کے قریب پہنچ گئے۔ باغ
 کافی گھٹا اور دائیں سے بائیں تقریباً ایک کلومیٹر طویل نظر آ رہا
 تھا۔ باغ کی کوئی چار دیواری نہیں تھی اس لئے عمران نے پٹل
 ٹارچ نکال کر روشن کی اور باغ میں داخل ہو گیا۔ تقریباً پندرہ بیس

قدم چل کر وہ باغ کے گنجان حصے میں پہنچ گئے۔ تب عمران کو کوئی
 خیال آیا اور وہ رک گیا۔ جولیا اور نعمانی نے بھی قدم روک لئے۔
 جولیا ہانپ رہی تھی کیونکہ انہوں نے تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کا فاصلہ
 رکنے بغیر مسلسل چلتے ہوئے طے کیا تھا۔

”عمران صاحب۔ کیا یہاں شاپ ہے“..... نعمانی نے عمران کو
 چھیڑنے والے انداز میں پوچھا۔

”شاپ تو گاڑیاں کرتی ہیں۔ مجھے ایک کال کرنی ہے“۔ عمران
 نے مسکراتے ہوئے کہا اور واچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ دراصل اب
 تک اسے دو مرتبہ واچ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا تھا۔ پہلی مرتبہ
 اس وقت جب پٹرول پمپ پر کھڑی کرٹل راجیش کی گاڑی سے
 انہیں رکنے کا اشارہ کیا گیا تھا اور دوسری مرتبہ سڑک پر ان کی گاڑی
 میں دھماکہ ہوا تھا لیکن دونوں مرتبہ عمران نے کال رسیو نہ کی تھی۔
 البتہ یہ اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ کال کرنے والا ناصر علی ہو سکتا
 ہے۔ صفدر اور تنویر وغیرہ کی کال اس لئے نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ لوگ
 وہاں سے کم از کم سو کلومیٹر دور تھے اور واچ ٹرانسمیٹر کی رینج صرف
 پانچ کلومیٹر تھی۔

”ہیلو ناصر۔ عمران کاننگ۔ اوور“..... عمران نے ٹرانسمیٹر پر
 ناصر کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے کے بعد اسے کال کرتے ہوئے
 کہا۔

”یس سر۔ ناصر علی انڈنگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد ناصر علی

سنی تھی۔ اور“..... ناصر علی نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ میں نے کرشن سمیت کرنل راجیش اور اس کے ماتحتوں کو جہنم پہنچا دیا ہے۔ بہر حال اب تمہیں فوری طور پر ایک کام کرنا ہے۔ تمہاری گاڑی تو تباہ ہو گئی ہے اور اس وقت ہم لوگ شہر سے تقریباً پانچ چھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ ابھی چند منٹ بعد اس سڑک کے دونوں اطراف میں ہماری وسیع پیمانے پر تلاش شروع ہونے والی ہے۔ تم گاڑی لے کر شہر سے باہر واقع نہر کے پاس پہنچو۔ ہم بھی اس طرف بڑھتے ہیں۔ نہر کے پار ہمارا انتظار کرنا۔ اور“..... عمران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ مجھے نہر تک پہنچنے میں تقریباً نصف گھنٹہ لگے گا۔ اور“..... ناصر علی نے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ ہم کون سا ہوا کے گھوڑے پر سوار ہیں۔ ہمیں بھی تقریباً اتنا ہی وقت لگے گا نہر پر پہنچنے میں۔ میں نہر کے پاس پہنچ کر تمہیں کال کر لوں گا۔ بہر حال تم محتاط ہو کر اس طرف آنا۔ اور اینڈ آل“..... عمران نے کہا اور پھر اسے مزید چند ہدایات دے کر اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ ٹرانسمیٹر آف کرنے کے بعد عمران، جولیا اور نعمانی کو چلنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھنے لگا۔ باغ کافی وسیع لگتا تھا۔ نجانے اس کی چوڑائی کتنی تھی اس لئے عمران نے تقریباً سو قدم چلنے کے بعد رخ بدلا اور شہر کی جانب بڑھنے لگا لیکن ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ اچانک ہی

کی آواز سنائی دی۔

”سناؤ۔ مصروفیت کے سبب میں تمہاری کال رسیو نہ کر سکا۔ ویسے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم کیا اطلاع دینا چاہتے ہو۔ اور“۔ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ کون سی اطلاع جناب۔ اور“..... ناصر علی نے چونکے ہوئے پوچھا۔

”کرشن کی پولیس والوں کے ہمراہ شانتی گڑھ کی طرف روانگی کی۔ غالباً کرشن کو کرنل راجیش نے کال کر کے اس سڑک پر پہنچنے کی ہدایت کی تھی اور دوسری مرتبہ تم کرشن کے کرنل راجیش کے پاس پہنچنے کی اطلاع دینا چاہتے تھے۔ اور“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”حیرت ہے۔ واقعی میں یہی اطلاع دینا چاہتا تھا لیکن رابطہ قائم نہ ہو سکا تھا۔ لیکن آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ میں نے کیا اطلاع دینے کے لئے کال کی تھی۔ اور“..... دوسری طرف سے ناصر علی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مگر دو پیش پر نظر ہو تو پتہ چل جاتا ہے۔ اور کوئی خاص بات۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ کرشن کی طرف سے مسلسل خاموشی ہے۔ اس کی آواز نہیں آ رہی۔ شاید اس نے وہ کوٹ اتار دیا ہے جس میں ڈاکٹار فون کی پن پوسٹ تھی۔ آخر مرتبہ میں نے فائرنگ اور کرشن کی بجائے

کوئی سیاہ سی چیز عمران کے تارچ والے ہاتھ سے آنکرائی اور عمران کے ہاتھ سے تارچ زمین پر گر کر بجھ گئی۔ عمران نے یکدم قدم روکے اور اسی لمحے ان کے ارد گرد عجیب سی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ یوں لگتا تھا جیسے بہت سے افراد ان کے گرد گھیرا ڈالے جچ رہے ہوں۔ ان خوفناک آوازوں کو سنتے ہی جولیا اور نعمانی کو پہلے تو حیرت کا جھٹکا لگا کیونکہ یہ آوازیں عورتوں اور مردوں کی تھیں اور صرف چند فنٹ کے فاصلے سے ابھر رہی تھیں لیکن تاریکی میں وہ لوگ نظر نہ آ رہے تھے۔ عمران بھی اپنی جگہ ساکت کھڑا پارا اور آوازوں کو سن رہا تھا۔ جولیا پر خوف طاری ہونے لگا تھا۔

”یہ۔ یہ کیسی آوازیں ہیں عمران“..... جولیا کے منہ سے سرسرا ہوتی آواز نکلی۔

”معلوم نہیں۔ لگتا ہے پنڈت کالی داس نے کوئی چکر چلایا ہے“..... عمران نے آہستہ سے کہا تو جولیا چوکی اور اس کے بدن میں سنسناہٹ سی پھیلتی چلی گئی۔ اس نے ٹٹولنے کے انداز میں ہاتھ آگے بڑھایا اور عمران کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔

”سک۔ کیا بدرواحیں جیج رہی ہیں“..... جولیا نے خوف سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”گھبراؤ مت۔ اگر یہ بدرواحیں ہیں تو بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تم سے بڑی نہیں ہیں“..... عمران نے کہا تو اچانک

ی وہ پراسرار آوازیں یوں یکدم بند ہو گئیں جیسے بٹن پریس کر کے ریڈیو بند کر دیا گیا ہو۔ اگلے ہی لمحے وہاں ابدی سناٹا محسوس ہونے لگا۔ جولیا نے اطمینان کا سانس لینا چاہا لیکن اسی لمحے کسی نادیدہ قوت نے جولیا کا عمران کے کندھے پر رکھا ہاتھ پکڑ کر جھٹکے سے پیچھے ہٹایا اور جولیا کے حلق سے بے ساختہ کھٹی کھٹی سی چیخ نکل گئی۔

”اوہ۔ کیا ہوا جولیا“..... عمران نے تیزی سے جولیا کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوچھا لیکن اس کا ہاتھ ہوا میں گھوم کر رہ گیا۔ جولیا اس جگہ موجود نہیں تھی۔

”عمران صاحب۔ مس جولیا کو کیا ہوا“..... تاریکی میں نعمانی کی گہرائی ہوئی آواز سنائی دی لیکن دوسرے ہی لمحے کسی نادیدہ قوت نے نعمانی کو کمر سے پکڑ کر پیچھے کھینچا اور نعمانی کے منہ سے خوفزدہ کی چیخ نکل گئی۔ اسے یوں لگا جیسے کسی ڈھانچے کے استخوانی ہاتھ نے اس کی کمر کو جکڑ رکھا ہو۔ اس کے ہاتھ سے مشین پسل گر گیا اور خوف کی شدت سے اس کے حواس رخصت ہوتے چلے گئے۔

”کیا ہوا نعمانی۔ تم کہاں ہو“..... عمران نے اندھیرے میں آگے بڑھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی دونوں ہاتھ پھیلا کر نعمانی کو ٹھونکنے کی کوشش کی لیکن اس کے ہاتھ ایک درخت کے تنے سے گرا گئے۔ نعمانی کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر عمران ہٹپٹا کر راک گیا۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ جولیا اور نعمانی پر کسی مادرائی مخلوق نے حملہ کیا ہے یا شاید دہشت کے مارے ان کی زبانیں بند ہو چکی

ہیں۔ اندھیرا اس قدر گہرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہ دے رہا تھا۔ روشنی کے لئے اس کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ ایک ٹارچ تھی تو وہ بھی کسی عیدہ مخلوق نے جھپٹا مار کر گرا دی تھی اور تاریکی میں ٹارچ کو تلاش کرنا ممکن نہیں تھا۔

”بب۔ بب۔ بچاؤ۔ بچاؤ۔ عمران۔ عمران“..... دفعتاً جو لپا کی ہکلاتی ہوئی دہشت زدہ آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ وہ آواز بائیں سمت سے دس پندرہ قدم کے فاصلے سے ابھری تھی۔ عمران نے سمت کا تعین کر کے اس طرف دوڑ لگائی لیکن دوسرے قدم پر ہی وہ کسی درخت کے تنے سے ٹکرایا اور لڑکھڑاتا ہوا زمین پر گرنا چلا گیا۔

مصفور، تنویر اور صدیقی، ناصر علی کے بنگلے پر ڈرائیونگ روم میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ وہ چند منٹ پہلے یہاں پہنچے تھے۔ ہیلی کاپٹر کی تباہی کے بعد کار میں شہر کی طرف آتے ہوئے انہیں فضا میں کئی ہیلی کاپٹر میزائل پراجیکٹ کی طرف جاتے دکھائی دیئے تھے۔ اس کے چند منٹ بعد آرمی کے کئی ٹرک، جیپیں، ایسبولینس اور فائر بریگیڈ کی گاڑیوں کا ایک قافلہ پراجیکٹ کی سمت گیا تھا لیکن انہیں کسی نے نہ روکا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اول تو یہ عام سڑک تھی اور اس پر دھرم پور اور پریم نگر کی طرف آنے جانے والی گاڑیاں سفر کرتی رہتی تھیں۔ دوسرا انہوں نے کار میں روانہ ہوتے ہی بیٹھے بیٹھے فوجی وردیاں اتار دی تھیں جن کے نیچے ان کے وہی لباس موجود تھے جن میں وہ اس طرف گئے تھے۔ انہیں نہ روکنے اور پوچھ کچھ نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پراجیکٹ کی تباہی

کے گودام کے دروازے پر رکا اور جیسے ہی آرمی کے جوان ٹرک سے سلنڈر اتارنے لگے۔ اچانک ٹرک میں پے در پے خوفناک دھماکے ہوئے اور لیکویڈ گیس میں لگی ہوئی آگ نے پھیل کر گودام میں رکھے گولہ بارود کے ذخیرے کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا جس سے گودام اور گودام کے باہر موجود آرمی کے نوجوان لقمہ اجل بن گئے۔

گودام کے دونوں جانب اور آگے پیچھے واقع عمارتیں بھی تباہ ہو گئیں اور دوسری عمارتوں کو بھی نقصان پہنچا۔ اس حادثے میں سو سے زیادہ فوجی مارے گئے اور گودام کے قریب واقع پاور ہاؤس بھی تباہ ہو گیا۔ امدادی ٹیمیں حادثے کی اطلاع ملنے پر دارالحکومت سے چھاؤنی کی طرف روانہ ہوئیں مگر ٹھہرے آٹھ دس کلومیٹر دور سڑک پر کھڑی ایک کار کے پاس پہنچتے ہی اس کار میں خوفناک دھماکہ ہوا اور اس کے قریب پہنچنے والی کئی گاڑیاں بھی تباہ ہو گئیں۔

دوسری خبر میں بتایا گیا تھا کہ جائے حادثہ سے چند کلومیٹر آگے ایک پٹرول پمپ کے پاس ایک مشتبہ گاڑی کو روکنے اور اس میں سوار افراد کو گرفتار کرنے کی کوشش میں ایک خفیہ ادارے کے پانچ اور پولیس کے سات اہلکاروں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ پمپ کے ایک ملازم نے شہر میں پولیس ہیڈ کوارٹر کو فون پر اس واقعہ کی اطلاع دیتے ہوئے بتایا کہ مجرم اس قتل و غارت کے بعد اپنی گاڑی میں شہر کی طرف فرار ہوئے جن میں دو مرد اور ایک عورت شامل

معمولی بات نہ تھی اور آرمی والے جو ایمرجنسی میں اور تیزی سے اس طرف جا رہے تھے انہیں شاید یہ یقین نہیں ہو سکتا تھا کہ پراجیکٹ میں وسیع پیمانے پر تباہی مچانے والے مجرم اتنے بے باک بھی ہو سکتے ہیں کہ چھپنے کی بجائے سرعام اور بڑے اطمینان سے شہر کا رخ کریں گے اور آرمی کو دیکھ کر بھی فرار ہونے کی کوشش نہ کریں گے۔ اسی طرح شہر میں پہلی چیک پوسٹ پر بھی انہیں کوئی دشواری پیش نہ آئی جہاں پولیس والوں کو جاتے وقت انہوں نے بتایا تھا کہ وہ دھرم پور گندم کی خریداری کرنے جا رہے ہیں۔ واپسی پر بھی چونکہ ہر چیک پوسٹ پر وہی پولیس والے تھے اس لئے وہ کامیابی سے اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے تھے۔

ناصر علی کے ملازم رحمت نے صفدر کے پوچھنے پر بتایا تھا کہ ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ان کے باقی ساتھی بھی رخصت ہو گئے تھے تو وہ لوگ مطمئن ہو گئے تھے اور غسل کر کے انہوں نے نئے لباس پہن لئے تھے۔ چائے پینے کے دوران اچانک صفدر کو خیال آیا کہ شاید پراجیکٹ کی تباہی کی خبر ریڈیو، ٹی وی پر دی جا رہی ہو۔ یہ دیکھنے کے لئے اس نے اٹھ کر ٹیلی ویژن آن کر دیا لیکن یہ دیکھ کر سب کو حیرت ہوئی کہ نیوز لیٹن میں پراجیکٹ کی بجائے فوجی چھاؤنی کی تباہی کی خبر دی جا رہی تھی۔ وہ دلچسپی سے نیوز لیٹن سننے لگے۔ پہلی خبر میں بتایا گیا تھا کہ شہر سے باہر شانتی گڑھ روڈ پر فوج کے لئے ایل پی جی سلنڈر لانے والا ٹرک چھاؤنی

کی طرف آ رہے ہوں گے“..... صدیقی نے کہا۔

”واقعات سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ مشن مکمل کر کے واپس آ رہے تھے کہ کافرستانی سیکرٹ سروس اور پولیس نے انہیں پٹرول پمپ پر گرفتار کرنے کی کوشش کی اور انہوں نے سب کو ہلاک کر ڈالا لیکن راستے میں پولیس اور فوج کی گاڑیوں کو دیکھ کر انہوں نے خطرے سے بچنے کے لئے اپنی کار میں ٹائم بم ڈالا اور کار سے اتر کر کسی طرف روانہ ہو گئے“..... صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تم عمران صاحب کو کال کر کے پوزیشن معلوم کر لو۔ ہو سکتا ہے انہیں ہماری مدد کی ضرورت ہو“..... صدیقی نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ انہیں ضرورت ہوتی تو وہ خود ہی کال کر لیتے“۔ تنویر نے جلدی سے کہا اور اسی لمحے فون کی کھنٹی بج اٹھی۔

”ہیلو“..... صفدر نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔
”ناصر علی بول رہا ہوں جناب“..... دوسری طرف سے ناصر علی کی آواز سنائی دی۔

”یس۔ صفدر بول رہا ہوں“..... صفدر نے مطمئن ہو کر کہا اور لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا تاکہ اس کے ساتھی بھی بات چیت سن سکیں۔

”کیا عمران صاحب آپ کے پاس پہنچ گئے ہیں“..... ناصر علی

تھی۔ خفیہ ادارے کا ایک ممبر کرنل راجیش بری طرح زخمی ہوا اور اسے فوری طور پر ہسپتال پہنچا دیا گیا جہاں ڈاکٹر اس کی جان بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

نیوز بلیٹن سن کر صفدر، تنویر اور صدیقی سمجھ گئے کہ یہ کارنامہ عمران، جولیا اور نعمانی نے انجام دیا ہے کیونکہ عمران نے روانگی سے پہلے انہیں بتایا تھا کہ وہ فوجی چھاؤنی کو نشانہ بنائے گا۔ البتہ صفدر کو اب یہ فکر تھی کہ وہ تینوں ابھی تک واپس کیوں نہیں آئے۔ نیوز بلیٹن میں بتایا گیا تھا یہ واقعہ ایک گھنٹہ پہلے پیش آیا تھا۔ اتنی دیر میں عمران، جولیا اور نعمانی کو یہاں پہنچ جانا چاہئے تھا کیونکہ شہر سے وہ جگہ آٹھ دس کلومیٹر کے فاصلے پر بتائی گئی تھی جہاں سڑک پر کھڑی ایک کار نے تباہی مچائی تھی اور صفدر کو یقین تھا کہ وہ کار عمران کی ہی ہوگی۔

”میزائل پراجیکٹ کے بارے میں کوئی خبر نہیں بتائی گئی“۔ تنویر نے چند لمحوں بعد صفدر اور صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”شاید تھوڑی دیر بعد خبر آ جائے۔ ابھی تو پراجیکٹ میں آگ لگی ہوئی ہوگی“..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نجانے ہمارے ساتھی کس حال میں ہیں۔ عمران صاحب نے اپنے بارے میں کوئی اطلاع بھی نہیں دی“..... صفدر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا تو صدیقی بھی پریشان ہو گیا۔

”اگر تباہ ہونے والی گاڑی انہی کی تھی تو وہ تینوں پیدل ہی شہر

نے پوچھا۔

”نہیں تو۔ ہمیں یہاں آئے پندرہ منٹ گزر چکے ہیں۔ کیا کوئی خاص اطلاع دینی ہے تم نے؟“..... صفدر نے پوچھا۔

”نہیں۔ نصف گھنٹہ سے زائد وقت گزر چکا ہے جب انہوں نے مجھے کال کر کے حکم دیا تھا کہ ان کی گاڑی تباہ ہو چکی ہے اور میں گاڑی لے کر شہر سے باہر نہر کے پاس پہنچوں۔ میں دس منٹ پہلے یہاں پہنچ چکا ہوں لیکن وہ لوگ ابھی تک نہیں آئے جبکہ عمران صاحب نے کہا تھا کہ وہ نصف گھنٹہ میں نہر تک پہنچ جائیں گے۔ میں پانچ منٹ میں تین چار مرتبہ انہیں کال کر چکا ہوں لیکن ان سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا۔ اسی لئے میں نے آپ کو فون کیا ہے“..... دوسری طرف سے ناصر علی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو صفدر، صدیقی اور تنویر پریشان ہو گئے۔

”اوہ۔ کیا انہوں نے اپنی پوزیشن کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ کہاں یا کتنے فاصلے پر ہیں؟“..... صفدر نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔

”جی ہاں۔ وہ شہر سے تقریباً پانچ چھ کلومیٹر کے فاصلے پر تھے۔ عمران صاحب نے کہا تھا کہ چند منٹ تک سڑک کے دونوں جانب وسیع پیمانے پر ان کی تلاش شروع ہونے والی ہے اس لئے میں نہر پر پہنچ کر ان کا انتظار کروں اور وہ خود مجھے کال کریں گے لیکن انہوں نے کال نہیں کی۔ انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ انہوں نے کرنل راجیش اور اس کے چار پانچ ماتحتوں کو ختم کر ڈالا ہے۔“ ناصر

علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم ان کی تلاش میں روانہ ہو رہے ہیں۔“ صفدر نے ایک لمحے میں فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں جناب۔ اس وقت آپ لوگوں کا باہر نکلنا اور خاص طور پر اس طرف آنا نہایت خطرناک ثابت ہو گا۔ تمام فورسز کی اس علاقے میں نقل و حرکت شروع ہو چکی ہے۔ پکڑ دھکڑ کی جا رہی ہے۔ میں خود بھی بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ اس سڑک کو سیل کر دیا گیا ہے اور صرف آرمی اور اٹلی جنس والوں کی امدادی گاڑیاں آ جا رہی ہیں“..... ناصر علی نے جلدی سے کہا۔

”تو پھر۔ ہمارے ساتھیوں کا کیسے پتہ چلے گا؟“..... صفدر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”میں خود نہر کے پار جا کر انہیں تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے اس دوران عمران صاحب سے رابطہ قائم ہو جائے یا ان کی گرفتاری کی خبر مل جائے۔ اگر وہ گرفتار ہو چکے ہیں تو یقیناً وہ دانستہ و اج ٹرانسمیٹر استعمال کرنے سے گریز کر رہے ہوں گے۔“ ناصر علی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تمہاری تجویز مناسب ہے۔ میں تمہاری کال کا منتظر رہوں گا۔ کیا تم موبائل فون سے بات کر رہے ہو؟“..... صفدر نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ لیکن احتیاطاً آئندہ واج ٹرانسمیٹر پر کال کروں گا۔“

ل فکر اور اس کے دو ساتھی گارڈز چوکی کے عقب میں بے ہوش
ہے ہیں۔ یقیناً ان کے بھیس میں پراجیکٹ کی طرف جانے
لے افراد نکلے ہیں۔ چیف نے فوراً پراجیکٹ کے گیٹ پر پہرہ
بچے والے گارڈز کو فون کیا تو گیٹ گارڈز نے بتایا کہ شکر کے
راہ صرف دو گارڈز واپس آئے ہیں۔ چیف نے فوراً حقیقت
طلم کرنے کے لئے اپنے ماتحتوں کو احکامات دیئے اور اسی لمحے
ایکٹ کے پاور ہاؤس میں دھماکے ہوئے جس سے پورا پراجیکٹ
دبیرے میں ڈوب گیا۔

جزیرہ تباہ ہوئے اور ان میں آگ لگ گئی۔ پھر دو منٹ بعد
ایکٹ کی تینوں عمارتیں دھماکوں سے یکے بعد دیگرے تباہ ہو گئیں
مگر ایک ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر فرار ہو گئے۔ لیکن وہ ہیلی کاپٹر
مگر روڈ کی دوسری جانب درختوں سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا۔ امدادی
ہل پراجیکٹ پر پہنچ چکی ہیں۔ اس تباہی کے نتیجے میں ستر سے
باد گارڈز ہلاک ہوئے جبکہ عمارتوں کے تہہ خانوں میں سوئے
لئے سائنس دانوں اور دوسرے عملہ سمیت ساٹھ افراد بھی مارے
گئے۔ فوج کی ایک ٹیم تباہ ہونے والے ہیلی کاپٹر کا جائزہ لینے کے
لئے روانہ ہو چکی ہے۔ توقع ہے کہ ہیلی کاپٹر میں فرار ہونے والے
لئے بھی ہیلی کاپٹر کی تباہی میں ہلاک ہو گئے ہوں گے۔

نیز بیٹن میں دوسری خبر فوجی چھاؤنی کے حوالے سے تھی۔ اس
لئے مزید اضافہ یہ تھا کہ کرنل راجیش کی جان بچا لی گئی ہے اور

ناصر علی نے کہا تو صفدر نے اوکے کہہ کر فون بند کیا اور اپنے
ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ صدیقی اور تنویر بھی پریشان نظر آ رہے
تھے۔ صفدر نے یونہی ٹی وی کی طرف دیکھا تو وہاں اناؤنسر نیز
بیٹن کا اعلان کر رہا تھا۔ صفدر نے ریموٹ کنٹرول اٹھایا اور ٹی وی
کی آواز تیز کر دی۔ نیز بیٹن شروع ہو گیا لیکن اب میزائل
پراجیکٹ کی تباہی کی خبر نشر کی جا رہی تھی۔

نیز بیٹن میں بتایا گیا کہ دو گھنٹے پہلے ملک کے ایک اہم دفاعی
مرکز اور میزائل پراجیکٹ کو ٹائم بموں سے تباہ کر دیا گیا۔ تفصیل
میں زندہ بچ جانے والے سیکورٹی چیف کا بیان شامل تھا۔ اس بیان
کے مطابق دھماکوں سے قبل مین روڈ پر واقع چیک پوسٹ پر سیکورٹی
شاف کی ڈیوٹی تبدیل ہوئی تو چوکی انچارج شکر اپنے پانچ ماتحتوں
کے ہمراہ بلیوزون کی طرف روانہ ہوا۔ اس کا ایک گارڈ گم ہو گیا تھا
جس کی اطلاع اس نے نئے انچارج رادھو رام کو دی۔ شکر کے
جانے کے چند منٹ بعد رادھو رام کے ایک ماتحت نے گمشدہ گارڈ
کے علاوہ شکر کے مزید ایک گارڈ کو چوکی کے عقب میں واقع
جھاڑیوں سے دریافت کیا۔ وہ دونوں گارڈز شکر کے ہمراہ پراجیکٹ
کی طرف گئے تھے لیکن وہی گارڈز جھاڑیوں میں بے ہوش پڑے
تھے اور تینوں گارڈز کے جسموں سے ان کی وردیاں بھی غائب
تھیں۔ پھر شکر بھی بے ہوشی کی حالت میں بے لباس انہی جھاڑیوں
میں ملا تو رادھو رام نے فوراً فون پر سیکورٹی چیف کو اطلاع دی کہ

مجرموں کی تلاش کے لئے شانتی نگر روڈ کے دونوں جانب دسچے پیمانے پر آپریشن شروع کر دیا گیا ہے لیکن ابھی تک مجرم ہاتھ نہیں آئے۔ اس خبر کو سن کر صفدر، تنویر اور صدیقی کو قدرے اطمینان تو ہو گیا لیکن وہ سوچ رہے تھے کہ عمران، جولیا اور نعمانی کہاں چلے گئے۔ اب انہیں ناصر علی کی رپورٹ کا انتظار تھا لیکن ایک گھنٹہ گزر گیا تو ان کی بے چینی بڑھنے لگی۔ مزید چند منٹ بعد صفدر کے واچ ٹرانسمیٹر پر سنگٹل موصول ہوا تو اس نے فوراً ہی واچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ ناصر علی کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے ناصر علی کی آواز سنائی دی۔

”نہیں۔ صفدر انڈنگ یو۔ اوور“..... صفدر نے جلدی سے کہا۔

”ابھی تک عمران صاحب اور ان کے دونوں ساتھیوں کا پتہ نہیں چلا۔ البتہ نہر سے کچھ فاصلے پر ایک باغ میں مجھے ایک ٹنل ٹارچ ملی ہے اور ایک مشین پمپل۔ ٹنل ٹارچ کو میں نے پہچان لیا ہے۔ یہ ٹارچ میں نے اس کار کے ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھی تھی جو عمران صاحب لے گئے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ عمران صاحب اس باغ میں آئے تھے۔ مزید کوئی سراغ نہیں ملا۔ اوور“۔

ناصر علی نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”ہو سکتا ہے گرفتاری سے بچنے کے لئے وہ باغ سے آگے نکل گئے ہوں۔ کیا وہاں کسی ہنگامہ کے آثار نظر آئے ہیں۔ اوور“۔

صفدر نے پوچھا۔

”نہیں جناب۔ ملنے والا مشین پمپل غالباً کافرستانی سیکٹر میں والوں کا ہے جن سے ان لوگوں کا پٹرول پمپ کے قریب کراؤ ہوا تھا۔ اس کے چیمبر میں پوری گولیاں نہیں ہیں۔ میں نے ارد گرد کے درختوں کے تنوں کا بھی جائزہ لیا ہے لیکن کہیں بھی گولی کا نشان نظر نہیں آیا جس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کا کسی سے یہاں کراؤ نہیں ہوا۔ اوور“..... ناصر علی نے وثوق بھرے لہجے میں کہا۔

”شاید ایسا ہی ہو کیونکہ ابھی نیوز بیٹن میں ان کی گرفتاری کی کوئی خبر نہیں آئی اور بتایا گیا ہے کہ ان کی تلاش کے لئے سڑک کے اطراف میں وسیع پیمانے پر آپریشن جاری ہے۔ بہر حال اب تم اپنا خیال رکھو اور فوراً اس علاقے سے نکل جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی سمیت میں پھنس جاؤ۔ ہمارے ساتھیوں کی تلاش میں یقیناً دور تک آپریشن کیا جائے گا۔ اوور“..... صفدر نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

”بہت بہتر۔ لیکن مجھے ایک طویل چکر کاٹ کر شہر میں پہنچنا ہو گا۔ سڑک تو بلاک ہو چکی ہے۔ اوور“..... ناصر علی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کسی محفوظ ٹھکانے پر پہنچ کر مجھے اطلاع دے دینا۔ اپنا حفاظت کا خیال رکھنا۔ اوور اینڈ آل“..... صفدر نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”اب کیا کیا جائے۔ عمران صاحب کی خیریت کا کیسے پتہ چلے گا“۔

صدیقی نے گہرا سانس لیتے ہوئے پریشان سے لہجے میں کہا۔
 ”جب تک ان لوگوں کی گرفتاری کی خبر نہیں آتی سمجھ لو وہ محفوظ
 ہیں“..... صفدر نے سرسری انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا لیکن اندر
 سے وہ بھی مطمئن نہ تھا۔

”محفوظ ہیں تو وہ ناصر علی کی کال کیوں رسیو نہیں کر رہے۔ خود
 بھی کیوں کال نہیں کر رہے“..... تنویر نے فکرمند لہجے میں کہا۔
 ”ہاں۔ انہیں اپنی خیریت کی اطلاع تو دینی چاہئے“..... صدیقی
 نے کہا۔

”ہو سکتا ہے وہ گرفتاری سے بچنے کے لئے اپنی دور کھل گئے
 ہوں جو وائچ ٹرانسمیٹر کی ریج سے باہر ہو“..... صفدر نے ایک خیال
 کے تحت کہا۔

”اگر وہ پیدل ہیں تو دو گھنٹوں میں پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر
 کیسے پہنچ سکتے ہیں“..... تنویر نے چوتکتے ہوئے کہا۔

”میں نے صرف امکان ظاہر کیا ہے۔ ویسے عمران صاحب سے
 یہ بھی بعید نہیں۔ ہو سکتا ہے انہیں کوئی کارمل گئی ہو“..... صفدر نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

”مسئلہ تو پھر بھی یہی ہے کہ انہوں نے ہم سے رابطہ قائم کیوں
 نہیں کیا یا کال کیوں رسیو نہیں کی“..... صدیقی نے الجھے ہوئے
 لہجے میں کہا۔ صفدر نے کچھ کہنا چاہی لیکن اسی لمحے اس کے دماغ
 ٹرانسمیٹر پر سنگٹل موصول ہوا تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔

دارالحکومت میں ایمر جنسی لگا دی گئی تھی۔ صرف ڈیڑھ گھنٹے کے
 اندر فوجی چھاؤنی اور میزائل پراجیکٹ کے بلیوزوں میں جو قیامت
 خیز تباہی پھیلی تھی اس نے ایوان اقتدار ہی نہیں بلکہ پورے
 کافرستان کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ میزائل پراجیکٹ کی تباہی سے جو
 اربوں روپے کا نقصان ہوا اسے تو برداشت کیا جاسکتا تھا لیکن
 دونوں حادثوں میں کم از کم تین سو افراد کا مارے جانا حکومت کی
 برداشت سے باہر تھا۔ خاص طور پر سیکرٹ سروس پر تو زلزلہ کی سی
 کیفیت طاری تھی۔ جزل پران کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ
 پاکیشیائی ایجنٹ اس قسم کی کوئی کارروائی کریں گے اور اس کے
 ماتحت عمران کو گرفتار کرنے کی بجائے اسی کے ہاتھوں مارے جائیں
 گے۔

جزل پران اپنے آفس میں غم و غصہ کی شدت سے ٹڑھال

کے لئے خصوصی بلٹن نشر کر رہے تھے۔ دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور جنرل پران یکدم رک گیا۔ اس نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر فون کا رسیور اٹھا لیا کہ شاید کوئی خوشخبری ہو۔

”نہیں۔ جنرل پران سپیکنگ“..... جنرل پران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”ہی اے ٹو پرائم منسٹر۔ پرائم منسٹر صاحب سے بات کیجئے سر“۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو جنرل پران بے اختیار چوٹک پڑا۔

”ہیلو جنرل پران“..... چند لمحوں بعد کافرستانی پرائم منسٹر کی آواز سنائی دی۔

”نہیں سر۔ حکم فرمائیے“..... جنرل پران نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے جنرل۔ اس قدر تباہی کا ذمہ دار کون ہے۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے سخت لہجے میں کہا۔

”سر۔ مجھے یہ پاکیشیائی ایجنٹوں کی شرارت لگتی ہے“..... جنرل پران کو اور تو کچھ نہ سوجھا تو اس نے بوکھلا کر کہا۔

”کیا۔ یہ شرارت ہے۔ ایک دو گھنٹوں میں ہمارا اتنا قیمتی اور عظیم پراجیکٹ اور چھاؤنی تباہ ہو گئی۔ چار پانچ سو آدمی مارے گئے اور آپ کو یہ محض شرارت لگتی ہے“..... پرائم منسٹر نے چیخنے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ سوری سر۔ میرا مطلب تھا کہ یہ تباہی پاکیشیا سیکرٹ

قدموں سے ٹھٹکتا ہوا عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جن کے ہاتھوں اس کے چار بہترین ساتھی موت کی آغوش میں جا پہنچے تھے۔ اگر پٹرول پمپ کا سٹیز مین فوری طور پر پولیس کو اس واقعہ کی اطلاع نہ دیتا تو یقیناً کرنل راجیش بھی ہلاک ہو چکا ہوتا جس کے ہاتھ اور بازو میں گولیاں لگی تھیں اور ہسپتال میں اس کے بازو سے گولیاں نکال کر اسے مرنے سے بچا لیا گیا تھا۔ کافرستانی سیکرٹ سروس کے کئی ممبرز اس وقت ہسپتال میں کرنل راجیش کے پاس موجود تھے اور جنرل پران کو وقفہ وقفہ سے کرنل راجیش کی حالت سے مطلع کر رہے تھے۔

اگرچہ ابھی تک میزائل پراجیکٹ تباہ کرنے والوں کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں آئی تھی لیکن جنرل پران کو یقین تھا کہ وہاں بھی پاکیشیائی ایجنٹوں نے کارروائی کی ہوگی۔ اس کے ماتحت ایک جانب تو آرمی کے ساتھ عمران اور اس کے دو ساتھیوں کو تلاش کر رہے تھے اور کچھ میزائل پراجیکٹ تباہ کرنے والوں کا سراغ لگانے میں مصروف تھے۔ باقی فورس شہر میں پاکیشیائی ایجنٹوں کو تلاش کرنے میں مصروف تھی۔ پورے شہر میں ہنگامی صورت حال کے سبب دکانیں، مارکیٹس نو بجے ہی بند ہو گئی تھیں۔ جگہ جگہ پولیس کی چیکنگ اور تاکہ بند یوں کے سبب سڑکیں سنسان ہو چکی تھیں اور صرف قانون نافذ کرنے والے اداروں کی گاڑیاں گشت کر رہی تھیں۔ تمام ٹی وی چینلز عوام کو تازہ ترین خبروں سے آگاہ کرنے

زار ہو گئے“..... جنرل پران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”عمران اور اس کے ساتھی فوجی چھاؤنی تباہ کر کے آرہے تھے
وہ انہیں فوراً ہی کیوں نہیں گولی مار دی گئی“..... پرائم منسٹر نے سخت
لہجے میں کہا۔

”نہیں سر۔ وہ چھاؤنی نہیں گئے۔ چھاؤنی کو جانے والے
راستے پر واقع چیک پوسٹوں سے میرے آدمی نے تصدیق کر لی
ہے کہ پاکیشیائی ایجنٹ اس طرف نہیں آئے تھے اور پٹرول پمپ
کے عملے نے بھی یہی بتایا ہے کہ وہاں جس وقت میرے آدمیوں
نے عمران اور اس کے دونوں ساتھیوں کو ہینڈز اپ کر رکھا تھا۔ اسی
وقت چھاؤنی کی طرف سے دھماکوں کی آوازیں آئی تھیں۔ پنڈت
کالی داس کی اطلاع اور دھماکوں کے وقت میں صرف تیس چالیس
منٹ کا فرق ہے۔ اگر دشمن ایجنٹ چھاؤنی تک جاتے اور واپس
آتے تو اس میں انہیں کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ لگتا“..... جنرل پران نے
وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”تو پھر چھاؤنی کی تباہی پاکیشیائی ایجنٹوں کی کارروائی کیسے سمجھی
گئی ہے“..... پرائم منسٹر نے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ابھی تک حتمی بات سامنے نہیں آئی سر۔ کیونکہ آرمی کے بیان
کے مطابق شہر سے چھاؤنی کے لئے ایل پی جی سلنڈر لانے والا
ٹرک وہاں مین گودام کے گیٹ پر پہنچا تو چند لمحوں بعد ہی ٹرک میں
دھماکے ہوئے اور لیکویڈ گیس نے آگ میں تبدیل ہو کر گودام میں

سروس کے ایجنٹوں نے پھیلائی ہے۔ میرے چھ ماتحت بھی ہلاک کر
دیئے گئے ہیں جبکہ کرنل راجیش شدید زخمی ہوا ہے“..... جنرل پران
نے بدستور بوکلاہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

”میں پوچھتا ہوں کہ آپ لوگوں نے پاکیشیائی ایجنٹوں کو اتنی
مہلت ہی کیوں دی کہ وہ ہمیں اتنا عظیم نقصان پہنچنے میں کامیاب
ہو گئے۔ آپ نے اس سے پہلے ہی انہیں کیوں نہیں گرفتار کیا“۔
پرائم منسٹر نے گرجتے ہوئے کہا۔

”سر۔ ہم نے اپنی کوششوں میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کی۔
جنرل پران نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

”لیکن آپ نے تو دعویٰ کیا تھا کہ آپ شام تک پاکیشیائی
ایجنٹوں کو گرفتار کر لیں گے“..... پرائم منسٹر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”سوری سر۔ مجھے پنڈت کالی داس نے یقین دلایا تھا کہ وہ
شام کے بعد مجھے عمران کے بارے میں خوشخبری دیں گے۔ پھر
پنڈت کالی داس نے اطلاع دی کہ عمران ایک عورت اور ایک مرد
ساتھی کے ساتھ شانتی گڑھ جانے والی سڑک پر سفر کر رہا ہے اور
تھوڑی دیر بعد عمران ان کی گرفت میں آ جائے گا۔ تب ہی میں
نے کرنل راجیش کو اس سڑک پر عمران کی طرف بھیجا تھا لیکن عمران
اور اس کے ساتھیوں نے کرنل راجیش کی گرفت میں آتے ہی
ہنگامہ شروع کر دیا۔ پولیس کے چھ سات اہلکاروں سمیت انہوں
نے ہمارے پانچ افراد بھی ہلاک کر دیئے اور وہاں سے شہر کی طرف

گرفتاری کی کوئی خبر نہیں آئی“..... جنرل پران نے جواب دیا۔
 ”آپ نے پنڈت کالی داس سے دوبارہ رجوع نہیں کیا۔“
 پرائم منسٹر نے پوچھا۔

”پنڈت کالی داس نے کہا تھا کہ وہ خود ہی مجھے اطلاع دیں گے۔ اب میں ان سے رابطہ قائم کرتا ہوں“..... جنرل پران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ معلوم کریں۔ صبح سے پہلے ہر صورت میں دشمن ایجنٹوں کو گرفتار کر لیا جائے ورنہ اس تمام تباہی کا ذمہ دار آپ کو ٹھہرایا جائے گا اور آپ کو قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔ ڈیش آل“..... پرائم منسٹر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جنرل پران نے رسیور کریڈل پر رکھا اور ٹشو پیپر کے باکس میں سے ایک ٹشو پیپر نکال کر اپنی پیشانی پر آیا پسینہ صاف کرنے لگا۔ پھر اس نے میز پر رکھا ٹرانسمیٹر آن کیا اور اس پر پنڈت کالی داس کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔ ٹھیک اسی لمحے فون کی کھنٹی بج اٹھی۔

”لیں۔ جنرل پران سیلنگ“..... جنرل پران نے رسیور اٹھا کر اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”اٹیل بول رہا ہوں جناب“..... دوسری طرف سے اس کے ایک ماتحت کی آواز سنائی دی۔

”لیں۔ کیا پوزیشن ہے راجیش کی۔ کیسی حالت ہے“..... جنرل

موجود گولہ بارود کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ چنانچہ دھماکوں کا لانتباہی سلسلہ شروع ہو گیا لیکن میرا اعزاز ہے کہ عمران نے اس سڑک پر ایل پی جی سلنڈر لے جانے والے ٹرک میں طاقتور ٹائم بم نصب کر دیئے ہوں گے اس لئے مجھے عمران پر یقین کی حد تک شبہ ہے کہ اس تباہی میں اسی کا ہاتھ ہے۔ ایک طرف اس نے دو ساتھیوں کی مدد سے چھاؤنی کو ٹارگٹ بنایا اور اس کے باقی تین ساتھیوں نے میزائل پراجیکٹ کو جس کی تفصیل ٹی وی کے نیوز چینل میں بتائی گئی تھی“..... جنرل پران نے پورے وثوق سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر شہر میں عمران کو گرفتار کیوں نہیں کیا گیا“..... پرائم منسٹر نے تشویش آمیز لہجے میں پوچھا۔

”سر۔ عمران اور اس کے ساتھی شہر نہیں پہنچے۔ شہر سے چھاؤنی کی طرف جانے والی گاڑیوں کو آتے دیکھ کر انہوں نے اپنی کار سڑک کے وسط میں کھڑی کر کے اس میں ٹائم بم نصب کیا اور کار سے اتر کر پیدل ہی فرار ہو گئے۔ جب امدادی گاڑیاں اس سپاٹ پر پہنچیں اور راستے میں کھڑی کار کو ہٹانے کی کوشش کی جا رہی تھی تو اس وقت کار میں دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں آری کے دس بارہ جوان مارے گئے اور چند گاڑیاں بھی تباہ ہو گئیں۔ بعد میں جب پٹرول پمپ کے عملہ نے پولیس کو اطلاع دی تو تب عمران اور اس کے ساتھیوں کی تلاش شروع کر دی گئی لیکن ابھی تک ان کی

پران نے پوچھا۔

”انہیں ہوش آ گیا ہے چیف۔ خون کافی ضائع ہو جانے کے سبب انہیں خون کی چار بوتلیں لگائی گئی ہیں“..... انیل نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا وہ بول سکتا ہے“..... جنرل پران نے اطمینان کا گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”لیس چیف۔ باس نے مجھ سے صورت حال دریافت کی ہے۔“ انیل نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں چند منٹ بعد اس سے بات کرتا ہوں تمہارے فون پر“..... جنرل پران نے کہا اور رسیور رکھ کر ٹرانسمیٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جس پر وہ پنڈت کالی داس کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کر چکا تھا۔

”ہیلو مہاراج۔ جنرل پران بول رہا ہوں۔ اور“..... جنرل پران نے کہا۔

”ہاں جنرل پران۔ میں تمہاری آواز سن رہا ہوں۔ اور“۔ چند لمحوں بعد پنڈت کالی داس نے کہا۔

”مہاراج۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے ہماری فوج کے چار پانچ سو آدمی ہلاک کر دیئے ہیں۔ انہوں نے ہمارے میزائل پراجیکٹ اور چھاؤنی کو تباہ کر کے ملک کو اربوں روپے کا نقصان پہنچایا اور فرار ہو گئے۔ میرے محکمہ کے پانچ چھ افراد کو بھی انہوں

نے قتل کر دیا ہے۔ اگر آپ عمران کو قابو کر لیتے تو ہمیں اتنا عظیم نقصان نہ پہنچتا۔ ابھی پرائم منسٹر صاحب نے بھی دریافت کیا ہے کہ مہاراج نے عمران کو پکڑنے یا قتل کرنے میں ہماری مدد کیوں نہیں کی حالانکہ آپ نے کہا تھا کہ آپ چند گھنٹوں میں عمران کو گرفت میں لے لیں گے۔ اور“..... جنرل پران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”میں نے غلط نہیں کہا تھا جنرل پران۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں نے جھوٹ بولا تھا۔ اور“..... پنڈت کالی داس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں مہاراج۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ مسئلہ ملکی سلامتی کا ہے۔ پاکیشیائی ایجنٹوں نے ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے جبکہ کافرستان صرف ہمارا ہی نہیں آپ کا بھی دلش ہے اور آپ جیسے مہا پنڈت کی موجودگی میں ہمارے دھرم کے دشمن آزادی سے قتل و غارت کرتے پھر رہے ہیں۔ اگر آپ نے فوراً ہی عمران اور اس کے ساتھیوں سے ہمیں نجات نہ دلائی اور انہیں ہمیشہ کے لئے ختم نہ کیا تو وہ ہمارے دلش کو نیست و نابود کر دیں گے۔ اور“۔ جنرل پران نے انتہائی عاجزانہ لہجے میں کہا۔

”سنو جنرل پران۔ میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ مکمل ہو گیا ہے۔ اس وقت وہ اپرا دمی عمران اور اس کے دونوں ساتھی میری گرفت میں ہیں اور میں تمہیں یہ خوشخبری دینے ہی والا تھا کہ تم

نے خود رابطہ قائم کر لیا۔ اور..... دوسری طرف سے پنڈت کالی داس نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ کیا واقعی مہاراج۔ اور..... جنرل پران نے حیرت کی شدت سے چیخے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ وہ میری قید میں کسی حقیر کیڑے کی مانند بے بس اور لاچار پڑے ہیں جنہیں میں چاہوں تو ابھی اپنے بندوں تلے مسل دوں۔ لیکن میں نے عمران کے خون سے اشان کرنے کا عزم کر رکھا ہے اور عمران کو ہنومان جی کی بھینٹ چڑھانے کا عہد کیا ہوا ہے۔ اور..... پنڈت کالی داس نے اچھائی حقیر آمیز لہجے میں کہا۔

”مہاراج۔ مہاراج۔ آپ نے بڑا عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ پوری قوم کو آپ پر فخر ہے۔ آپ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ اور..... جنرل پران نے خوشی کی شدت سے چیخے ہوئے کہا۔

”میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا جنرل پران۔ وہ مورکھ عمران ہمارے دیوتاؤں کا اور ہمارے دھرم کا دشمن ہے۔ اس نابکار کو قابو کر کے میں نے اپنا فرض انجام دیا ہے۔ اور..... پنڈت کالی داس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”مہاراج۔ آپ ہم پر ایک اور مہربانی کریں کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہمارے حوالے کر دیں۔ ہم انہیں سرعام پھانسی دیں گے تاکہ عوام کو یقین آ جائے کہ کافرستان کا سب سے بڑا دشمن مارا گیا ہے۔ اور..... جنرل پران نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

”نہیں جنرل پران۔ میں نے عمران کو جس طرح قتل کرنے کا مزم کر رکھا ہے اسی طرح عمران کو ختم کروں گا۔ اور..... پنڈت کالی داس نے کہا۔

”مہاراج۔ آپ درست فرما رہے ہیں لیکن عوام کو کیسے پتہ چلے گا کہ عمران مارا گیا ہے۔ پرائم منسٹر صاحب نے مجھے دھمکی دے دی ہے کہ اگر صبح تک عمران کو گرفتار کر کے اسے سزا نہ دی گئی تو وہ مجھے سزا دیں گے اور اس عہدہ سے بھی برطرف کر دیں گے۔ اگر آپ نے عمران کو اپنے مندر میں سزا دی تو تب بھی مجھے جھوٹا سمجھا جائے گا۔ اور..... جنرل پران نے بڑی عاجزی سے کہا۔

”سنو جنرل پران۔ عمران کو اسی مندر میں ہنومان جی کے قدموں میں ذبح کیا جائے گا۔ تم چاہو تو یہاں آ جاؤ۔ کل شام نیا چاند طلوع ہوتے ہی عمران کو ہنومان جی کی بھینٹ چڑھا دیا جائے گا۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم سارے عمل کی تصویریں بنا لینا اور پھر عوام اور حکمرانوں کو وہ تصویریں دکھا دینا تاکہ انہیں عمران کے مرنے کا یقین آ جائے۔ اور..... پنڈت کالی داس نے حتیٰ لہجے میں کہا۔

”بہت بہتر مہاراج۔ یہ ٹھیک رہے گا۔ میں پرائم منسٹر صاحب اور دوسرے حکومتی اراکین کو ساتھ لاؤں گا۔ اور..... جنرل پران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں جنرل۔ سب کو ساتھ لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس

مقدس مندر میں اتنے لوگوں کا آنا تماشا بن جائے گا اور دیوتا خدا ہو جائیں گے۔ البتہ تم اپنے چند ماتحتوں کو ساتھ لا سکتے ہو۔ اور اینڈ آل..... پنڈت کالی داس نے سختی سے تاکید کرتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جنرل پران نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ وہ بے حد مسرت اور اطمینان محسوس کر رہا تھا۔ اسے خیال آیا تھا کہ پرائم منسٹر صاحب کو بھی یہ خوشخبری سنا دینی چاہئے۔ چنانچہ اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور پرائم منسٹر ہاؤس کے نمبر پر پس کرنے لگا۔

عمران کو ہوش آیا تو اسے اپنے ارد گرد گہری تاریکی محسوس ہوئی۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں تو پھر بھی اندھیرا ہی رہا۔ آہستہ آہستہ اس کے حواس بحال ہونے لگے اور اس نے محسوس کیا کہ وہ پتھر ملی زمین پر ہے۔ اس نے اپنے جسم کو حرکت دی اور آہستہ آہستہ اٹھ بیٹھا۔ اس نے دونوں جانب ہاتھ پھیلائے اور پھر ہاتھوں کو نیچے آس پاس کی جگہ پر پھیرا تو اسے اندازہ ہوا کہ وہ ناہموار سنگی فرش پر موجود تھا۔ اس کے ساتھ ہی اسے یاد آ گیا کہ ایک باغ میں اندھیرے کے سبب وہ درخت کے تنے سے گرا کر گرا تھا اور اس کے بعد کیا ہوا تھا اسے کوئی خبر نہ رہی تھی۔ باغ کا واقعہ یاد آتے ہی اسے جولیا اور نعمانی کی فکر ہوئی۔ جولیا نے دہشت بھرے لہجے میں اسے پکارا تھا اور وہ اس کی مدد کے لئے پکارا تھا جس کے نتیجے میں وہ ایک درخت سے گرا گیا تھا۔

ہر سات فٹ کا فاصلہ تھا۔ گویا باقی سستوں میں غار کا دہانہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ ایک طرف بڑھنے لگا۔ ابھی اس نے تیسرا قدم ہی اٹھایا تھا کہ اس کا پاؤں کسی نرم و گداز چیز سے ٹکرایا اور دوسرے ہی لمحے غار ایک خوفناک چیخ سے گونج اٹھی۔ چیخ کی عورت کی تھی اور عمران کا پاؤں ٹکرانے سے اسے شدید اذیت پہنچی تھی۔ عمران نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نیچے دیکھنے کی کوشش کی لیکن تاریکی میں کچھ نظر نہ آیا۔ چند لمحوں بعد اس کی چیخ کی لگاتار معدوم ہو گئی تو وہ جھکا اور فرش پر ہاتھ سے اس عورت کو پٹنے کی کوشش کی لیکن اس کا ہاتھ کسی انسانی جسم سے ٹکرانے کی بجائے کسی تریبوز جیسی گول چیز سے ٹکرایا اور اس نے وہ چیز اٹھالی۔ اس چیز پر اس نے ہاتھ پھیر کر اس کی مابیت کا جائزہ لیا تو اس کے جسم میں خوف آمیز سنسنی پھیلی چلی گئی۔ وہ ایک استخوانی انسانی کھوپڑی تھی۔ دوسرے ہی لمحے عمران نے کھوپڑی گھما کر اگے پھینک دی لیکن اس کا نتیجہ غیر متوقع نکلا۔

کھوپڑی فرش پر جا گری تھی اور اس قدر زور دار دھماکہ ہوا تھا کہ کوئی پنڈ گریڈ پھٹا ہو۔ اس کے ساتھ ہی غار میں عجیب سی نفاک آوازیں گونجنے لگیں۔ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے بیسیوں لڑکیاں اور مرد کسی کی موت پر رو رہے ہوں۔ وہ آوازیں اسی طرف سے آرہی تھیں جس طرف کھوپڑی گری تھی۔ عمران کو حیرت کے ساتھ ساتھ خوف بھی محسوس ہونے لگا۔

چند لمحوں تک عمران سوچتا رہا کہ یہ جگہ کہاں ہے جبکہ وہ باغ میں بے ہوش ہوا تھا۔ باغ میں پراسرار طور پر اچانک اس کے ہاتھ سے ٹارچ گر کر بجھ گئی تھی اور اندھیرا ہوتے ہی وہاں عورتوں، مردوں کی خوفناک آوازیں ابھرنے لگی تھیں۔ ان آوازوں نے جولیا اور نعمانی کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ اندھیرے میں عورتوں اور مردوں کے نظریہ آنے کے سبب ہی اسے اندازہ ہوا تھا کہ چیخنے والی نادیہ اور مادرائی تو تیں تھیں اور یقیناً پنڈت کالی داس نے اپنی غلام بدروحوں کو انہیں دہشت زدہ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ گویا بے ہوشی کے دوران اسے یہاں لایا گیا تھا۔

یہ اندازہ ہوتے ہی عمران اٹھ کھڑا ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکل گئی۔ اس کا سراو پر کسی پتھریلی چیز سے ٹکرایا تھا۔ اس نے سنبھل کر دونوں ہاتھ بلند کئے تو محسوس ہوا کہ سر پر کوئی پتھریلی چھت ہے جو فرش سے تقریباً پانچ فٹ بلند تھی۔ پھر اس نے پیش قدمی کرتے ہوئے آہستہ آہستہ قدم بڑھائے لیکن بازو دراز کر لئے۔ دو قدم چلنے کے بعد اس کے ہاتھ دیوار سے ٹکرائے تو وہ رک گیا۔ اس نے دیوار پر ہاتھ پھیرا تو وہ بھی ناہموار اور پتھریلی تھی۔

عمران نے ایک اندازہ قائم کیا اور پلٹ کر دیوار کی مخالف سمت بڑھا تو اس طرف بھی دیوار تھی۔ اس کا اندازہ تھا کہ وہ کسی غار میں ہے اور یہ اندازہ درست ثابت ہوا۔ دونوں جانب کی دیواروں میں

”اس نابکار نے میرے شوہر کو مار ڈالا ہے۔ کچڑ لو اس قاتل درندے کو“..... دفعتاً کسی عورت کی چیختی ہوئی آواز بلند ہوئی اور پھر یوں لگا جیسے پتھر پٹی زمین پر بہت سے افراد دوڑ رہے ہوں۔ عمران بوکھلا گیا۔ اس نے دیوار سے پشت لگاتے ہوئے اپنی پتلون کے اندر ہاتھ ڈالا جس میں ران کے ساتھ پلاسٹک کی تھیلی بندھی تھی۔ اس نے تھیلی کھول کر اس میں رکھا سگریٹ لائٹر نکال لیا۔ دوڑنے کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ عمران نے تیزی سے لائٹر روشن کیا اور سامنے دیکھا تو غار میں کوئی نہ تھا۔ چند قدم کے فاصلے پر وہ انسانی کھوپڑی فرش پر پڑی تھی اور وہ صحیح و سالم تھی۔ کھوپڑی سے آگے غار میں مکمل تاریکی تھی اور غار کا دہانہ نظر نہ آ رہا تھا۔ عمران نے پلٹ کر پیچھے دیکھا تو اس طرف بھی اسے کچھ فاصلے تک روشنی نظر آئی اور اس سے آگے تاریکی تھی۔

لائٹر جلنے ہی دوڑنے کی آوازیں بند ہو گئی تھیں اور اب غار میں سناٹا تھا جس کے سبب عمران کو اپنے دل کی دھڑکن سنائی دے رہی تھی۔ عمران نے چند لمحوں تک غور کیا کہ اندھیرے میں سنائی دینے والی آوازیں کہاں گئیں۔ فرش پر وہ جسم بھی نظر نہ آ رہا تھا جس سے پھر ٹکرانے پر خوفناک چیخ بلند ہوئی تھی۔ تجربہ کے طور پر اس نے لائٹر بجھا دیا اور دوسرے ہی لمحے پھر وہی خوفناک انسانی آوازیں سنائی دینے لگیں اور عمران کو محسوس ہو رہا تھا کہ وہ نادیدہ عورتیں اور مرد اس سے صرف تین چار فٹ کے فاصلے پر موجود

ہیں۔ اس نے دوبارہ لائٹر جلایا تو روشنی پھیلتے ہی نادیدہ آوازیں بھگت بند ہو گئیں۔ تب عمران لائٹر کی روشنی میں آگے بڑھنے لگا۔ فرش پر پڑی انسانی مردہ کھوپڑی کے پاس رک کر اس نے پوری قوت سے اسے ٹھوکر ماری اور کھوپڑی اچھل کر غار کے تاریک حصے میں جا گری لیکن اس کے گرنے کی اس مرتبہ ذرا بھی آواز نہ آئی تھی۔ عمران حیران ہوتا ہوا آگے بڑھتا رہا لیکن غار شیطان کی آنت کی مانند طویل ہوتا جا رہا تھا۔ نجانے وہ پراسرار غار کتنا لمبا تھا۔ عمران یہی سوچتا ہوا رے کے بغیر آگے بڑھ رہا تھا۔ اپنے اندازے کے مطابق وہ کم از کم سو قدم کا فاصلہ طے کر چکا تھا لیکن غار ختم ہونے کا نام ہی نہ لے رہا تھا۔

مزید ساٹھ ستر قدم چلنے کے بعد عمران رک گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ غار بھی مادرائی ہے ورنہ اب تک اس کا اختتام ہو چکا ہوتا۔ اس نے لائٹر بجھا دیا کہ کہیں اس کی گیس ختم نہ ہو جائے لیکن اسے حیرت ہوئی کہ حسب توقع لائٹر بجھنے پر نادیدہ عورتوں اور مردوں کی آوازیں بلند نہیں ہوئی تھیں اور غار میں مکمل خاموشی کا راج تھا۔ عمران کو اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ پنڈت کالی داس نے اپنی شیطانی قوتوں کی مدد سے اسے اغوا کر کے یہاں غار میں قید کر دیا تھا۔ اگرچہ عمران کو ان قوتوں سے ابھی تک کوئی جسمانی نقصان نہیں پہنچا تھا اور یہ بات اسے روحانی عامل سید عابد علی شاہ نے بھی بتا دی تھی کہ پنڈت کالی داس کی شیطانی قوتیں اور غلام

کالی داس کے مندر کے علاقے میں تھا تو کافرستان کے دارالحکومت
نے دو تین سو کلومیٹر دور تھا۔ اتنے طویل فاصلے پر واج ٹرانسمیٹر بے
کار تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے لباس میں پوشیدہ لاٹک ریج ٹرانسمیٹر
گالا اور اس پر ناصر علی کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کی۔

”ہیلو ناصر۔ عمران کالنگ۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”ایس عمران صاحب۔ ناصر علی انڈنگ یو۔ آپ کہاں ہیں سر۔
اور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ناصر علی کی آواز سنائی دی۔

”ارے۔ اتنی دیر بعد پوچھ رہے ہو۔ پہلے کہاں پھنسے رہے ہو۔
اور“..... عمران نے پوچھا۔

”سوری سر۔ میں تو کافی دیر سے آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔ کئی
مرتبہ آپ کو واج ٹرانسمیٹر پر ٹرائی کر چکا ہوں لیکن آپ نے کال
رسیو نہیں کی۔ آپ کے ساتھی بھی آپ کے لئے بہت پریشان
ہیں۔ اور“..... ناصر علی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اب تم کہاں ہو۔ اسی نہر کے پاس۔ اور“..... عمران نے
پوچھا۔

”نہر پر تو میں آپ کی ہدایت کے مطابق نصف گھنٹے میں پہنچ
گیا تھا۔ پھر آپ سے رابطہ قائم نہ ہو سکا تو پھر میں نے آپ کے
ہاتھیوں کو فون کر کے صورت حال بتائی۔ وہ آپ کو تلاش کرنے
کے لئے اس طرف آنا چاہتے تھے لیکن میں نے انہیں روک دیا
کیونکہ شانتی گڑھ روڈ سیل کر دی گئی ہے اور اس پر پولیس اور فوج

روحیں عمران کو نہ تو دہشت زدہ کر سکتی ہیں اور نہ ہی کوئی نقصان
پہنچا سکتی ہیں لیکن اس وقت عمران کو جولیا اور نعمانی کی فکر دامن گیر
تھی۔ نجانے وہ دونوں بھی کالی داس کے چنگل میں تھے یا مادرائی
تو تیں صرف اسے یہاں لائی تھیں۔

دفعتاً اسے یاد آیا کہ اس نے فارن ایجنٹ ناصر علی کو نہر پر پہنچنے
کی ہدایت کی تھی۔ یہ خیال آتے ہی اس نے واج ٹرانسمیٹر پر نظر
ڈالی تو اسے حیرت کا جھٹکا لگا کہ ابھی رات کے گیارہ بجے تھے۔
گویا وہ تقریباً دو گھنٹے بے ہوش رہا تھا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر آن
کر دیا۔

”ہیلو ناصر۔ عمران کالنگ۔ اور“..... عمران نے ناصر علی کو کال
کرتے ہوئے کہا لیکن کئی لمحوں گزر گئے اور کوئی جواب نہ ملا۔ وہ
تقریباً نصف منٹ تک کال کرتا رہا لیکن رابطہ قائم نہ ہوا۔ تب اس
نے ٹرانسمیٹر پر نعمانی کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور اسے کال کرنے
لگا۔

”ہیلو نعمانی۔ عمران کالنگ۔ اور“..... عمران کی آواز غار میں
گونج رہی تھی لیکن اسے مایوسی ہوئی۔ نعمانی کی طرف سے بھی کوئی
جواب نہ ملا تو اس نے جولیا سے بات کرنے کی کوشش کی مگر وہاں
سے بھی کوئی جواب موصول نہ ہوا تو اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔
اس کا ذہن حیرت سے کام کر رہا تھا۔ اگر نعمانی اور جولیا اسی باغ
میں تھے تو یقیناً یہ غار وہاں سے کافی فاصلے پر تھا اور اگر غار پنڈت

دی پر چھاؤنی اور میزائل پراجیکٹ کی تباہی کی خبریں آ رہی ہیں۔
 اور..... ناصر علی نے جواب دیا۔

”گڈ۔ اب کافرستان کے حکمرانوں کو پتہ چل گیا ہو گا کہ
 پاکیشیا کے خلاف سازش کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اور..... عمران نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ اب کہاں ہیں سر۔ اور..... ناصر علی نے پوچھا۔
 ”واج ٹرانسمیٹر کی ریخ سے باہر ہوں۔ شاید پنڈت کالی داس
 کے مندر کے آس پاس کسی غار میں ہوں۔ فی الحال یہاں سے
 نکلنے کا راستہ نہیں مل رہا۔ تم کب تک شہر پہنچ جاؤ گے۔ اور..... عمران
 نے پوچھا۔

”چونکہ سڑک کا راستہ بند ہے اس لئے میں پیدل ہی دیہی
 علاقے میں سفر کر رہا ہوں۔ اب میں رخ بدل کر شہر کی طرف
 جاؤں گا۔ دو تین گھنٹے لگ جائیں گے کیونکہ اب میں جنوب کی
 بجائے مشرق کی جانب سے شہر میں داخل ہوں گا۔ اور..... ناصر
 علی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ وہاں پہنچ کر میرے ساتھیوں کو تسلی دینا بلکہ ابھی
 کال کر کے انہیں پوزیشن بتا دینا۔ فی الحال وہ ریست کریں۔
 ضرورت پڑی تو میں ٹرانسمیٹر پر ان سے بات کر لوں گا۔ تم
 کافرستانی سکیورٹی سروس والوں کی نقل و حرکت کے بارے میں
 معلوم کرو اور مجھے رپورٹ دو۔ اور..... عمران نے ہدایات دیتے

کا قبضہ ہے۔ سڑک کے دونوں اطراف آپ لوگوں کی تلاش کے
 لئے آپریشن شروع ہے۔ پھر میں آپ کی تلاش میں نہر کی دوسری
 جانب گیا۔ باغ چیک کرنے کے بعد اب میں واپس جا رہا ہوں۔
 اور..... ناصر علی نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”کتنے آم ملے ہیں باغ سے۔ اور..... عمران نے پوچھا۔
 ”صرف ایک مشین پسل اور آپ کی پسل ٹارچ۔ اور..... ناصر
 علی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کیونکہ وہ عمران کی بات کا
 مطلب سمجھ گیا تھا۔

”کیا جولیا اور نعمانی نہیں ملے۔ اور..... عمران نے پوچھا۔
 ”میں تو اب وہاں سے کافی دور ایک گاؤں کے پاس ہوں۔
 آپ کے دونوں ساتھی باغ میں نہیں ہیں۔ کیا وہ آپ کے ساتھ
 نہیں تھے۔ اور..... دوسری طرف سے ناصر علی نے جواب دیتے
 ہوئے کہا۔

”باغ میں تو تھے لیکن وہاں پنڈت کالی داس کی شیطانی قوتوں
 نے ہم پر حملہ کر دیا تھا اور میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ اب میں اکیلا
 ایک بند اور تاریک غار میں قید ہوں۔ صفر اور اس کے ساتھیوں
 کے مشن کا کیا رہا۔ اور..... عمران نے جواب دیتے ہوئے آخر
 میں پوچھا۔

”وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو کر اپنے ٹھکانے پر پہنچ چکے
 ہیں۔ میں نے تو نہیں دیکھا البتہ صفر صاحب نے بتایا تھا کہ لی

ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ اور کوئی حکم۔ اور“..... ناصر علی نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”یہ بھی معلوم کرنا کہ ہمارے بارے میں کافرستانی سیکرٹ سروس کو پنڈت کالی داس نے اطلاع دی ہے یا نہیں اور اگر انہیں معلوم ہو چکا ہے تو وہ ہمارے خلاف کوئی اور کارروائی کریں گے یا اطمینان سے بیٹھ گئے ہیں۔ اور اینڈ آل“..... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اپنے لباس میں چھپا لیا۔ غار میں موت کی سی خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ عمران نے چند لمحوں بعد دوبارہ کوشش کرنے کا فیصلہ کیا اور دیوار پر ہاتھ رکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ تیس چالیس قدم کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ رکا اور اس نے سگریٹ لائٹر جلا کر غار کا جائزہ لیا تو اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں اسے ہوش آیا تھا۔ گویا وہ غار گولائی میں تھا اور اتنا طویل فاصلہ طے کر کے عمران وہیں آ پہنچا تھا جہاں سے چلا تھا یا پھر غار بھی ماورائی تھا جس میں داخل ہونے یا باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ عمران کو محسوس ہوا جیسے وہ غار طلسمی ہو اور جادو سے قائم کیا گیا ہو۔ بچپن میں اس نے ایسی کہانیاں پڑھی تھیں جس میں جادوگر اپنے دشمن کو طلسمی قید خانے میں بند کر دیتے تھے اور جب کوئی بہادر شہزادہ جادوگر کو موت کے گھاٹ اتارتا تو جادوگر کے مرتے ہی قید خانہ غائب ہو جاتا تھا۔

عمران نے سوچتے ہوئے لائٹر بجھا دیا لیکن اعدیہا ہوتے ہی چابک غار میں عجیب سی سرسراہٹ اور خوفناک آواز سنائی دینے لگی۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی بہت بڑا اژدہا غار کے فرش پر رہیگتا ہوا منہ سے پھنکاریں نکال رہا ہو۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر لائٹر نکالنا چاہا لیکن اسی لمحے وہ خوفناک پھنکار بند ہو گئی اور پانی کے زبردست ریلے نے عمران کے پاؤں فرش سے اکھاڑ دیئے۔ عمران نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن وہ گز پڑا اور پانی کے ریلے میں بہنے لگا۔ پانی کی سطح اس قدر بلند اور بہاؤ اس قدر تیز تھا کہ عمران کو سنبھلنے کا موقع نہ ملا اور وہ پانی میں غوطے کھانے لگا۔

تاریکی میں کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ ایک مرتبہ عمران بمشکل اپنے پیروں پر کھڑا ہونے میں کامیاب ہوا تو اس کا سر جھت سے ٹکرایا تب اس پر انکشاف ہوا کہ پانی جھت تک بھرا ہوا تھا۔ پانی کا پریش اس قدر زیادہ تھا جیسے کافی بلندی سے گہرائی کی طرف بہہ رہا ہو۔ اس پریش کے سبب عمران کے پاؤں ایک مرتبہ پھر فرش سے اکھڑ گئے اور وہ کسی حقیر تیکے کی مانند پانی کے ریلے میں بہنے لگا۔ اس نے اپنا سانس روک رکھا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ زیادہ دیر تک سانس نہیں روک سکے گا۔ سانس لینے کے لئے پانی سے منہ نکالنا ضروری تھا لیکن پانی کی سطح جھت کو چھو رہی تھی اس لئے یہ بھی ناممکن تھا۔ پھر وہی ہوا۔ وہ پانچ منٹ سے زیادہ سانس نہ روک سکا اور منہ میں پانی داخل ہوا تو اس کے حواس جواب دینے لگے۔ وہ

بری طرح ہاتھ پاؤں مارنے لگا اور پھر اس پر غشی طاری ہوتی چلی گئی۔

عمران کو دوبارہ ہوش آیا تو آس پاس کا منظر روشن تھا۔ یہ بوسیدہ دیواروں سے گھرا ایک چوکور کمرہ تھا جس میں ایک جانب لکڑی کا بند دروازہ تھا۔ بائیں جانب کی دیوار کے طاقے میں سرسوں کے تیل کا چراغ جل رہا تھا۔ دیواروں پر مختلف جانوروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ چھت بھی نہایت بوسیدہ تھی اور اس پر جا بجا مکڑیوں کے جالے لٹک رہے تھے۔ عمران کے حواس مکمل طور پر بحال ہوئے تو اسے حیرت ہوئی کہ وہ عمار سے یہاں کیسے پہنچا۔ وہ کمرے کے فرش پر دراز تھا اور اس کا لباس اور جسم بالکل خشک تھا۔ کمرے کی حالت سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس وقت کسی نہایت قدیم عمارت میں موجود ہے اور دیواروں پر بنے جانوروں کے نقش و نگار سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ کسی مندر کی عمارت ہے۔

یقیناً یہ پنڈت کالی داس کا ہی مندر ہو گا عمران نے سوچا اور اٹھ بیٹھا۔ ٹھیک اسی لمحے چراغ بج گیا اور ایک ہندیانی ہنسی سے کمرہ گونج اٹھا۔ عمران نے بوکھلا کر دروازے کی طرف دیکھا تو اندھیرے میں اسے کچھ نظر نہ آیا۔ ہنسنے کی آواز کسی عورت کی تھی۔ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے دانتوں سے محروم کوئی بڑھیا ہنسی ہو۔ آواز دروازے کی جانب سے ہی آئی تھی اور ایک لمحہ بعد بند ہو گئی تھی لیکن آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے سے بھی ہنسنے والی عورت نظر نہ

آ رہی تھی۔ یقیناً وہ کوئی بدروح یا چڑیل تھی جو اس طرح ہنسی تھی جیسے وہ بہت زیادہ خوش ہو۔

ابھی عمران اس کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ دوبارہ وہی ہنسی سنائی دی۔ اس مرتبہ آواز عمران کے دائیں جانب سے آئی تھی۔ عمران نے اس طرف دیکھا تو ایک لمحے کے لئے اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔ اس جانب کمرے کی دیوار کے پاس ایک استخوانی ڈھانچہ کھڑا تھا۔ ڈھانچے کی ہڈیاں اندھیرے میں چمک رہی تھیں جیسے ان پر کرومیم کیا گیا ہو۔ ڈھانچے کی کھوپڑی کی آنکھوں کے سوراخوں میں دو سرخ نقطے روشن تھے اور وہ حرکت کر رہے تھے۔ گویا وہ زندہ ڈھانچہ تھا جس نے ایک ہاتھ کمر پر یوں رکھا ہوا تھا جیسے ہاتھ کے پنجے سے جسم کو سہارا دے رکھا ہو۔

”کون ہو تم“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”پنڈت کالی داس کی غلام ہوں۔ میرا نام پاروتی ہے۔“ ڈھانچے کے منہ کے سوراخ سے نسوانی آواز نکلی۔

”اوہ۔ تم کالی داس کی غلام ہو۔ کیا میں اس کے مندر میں ہوں“..... عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ تم مندر میں ہو اور تمہیں پوجا پاٹ والے کمرے میں دیوتا کے قدموں میں ذبح کیا جائے گا“..... پاروتی کے ڈھانچے نے اپنی کھوپڑی اثبات میں ہلاتے ہوئے ہنس کر کہا۔

”کیوں۔ کیا دیوتا آدھور ہے۔ انسانوں کو کھاتا ہے“..... عمران نے دانستہ حیرت سے منہ پھاڑتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ مہاراج کالی داس ہنومان جی کو تمہاری بھیٹ پیش کریں گے۔ مہاراج نے بھیٹ دینے کی قسم کھا رکھی ہے۔“ پاروتی نے جواب دیا۔

”بڑا خبیث ہے کالی داس۔ مجھے بھیٹ چڑھانے سے کیا ہنومان جی کی دم لمبی ہو جائے گی“..... عمران نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

”خاموش رہو نابکار۔ دیوتا کی شان میں گستاخی مت کرو ورنہ میں تمہارا خون پی جاؤں گی“..... پاروتی نے غضبناک لہجے میں کہا۔

”تم کیسے خون پی سکتی ہو۔ نہ تمہارے دانت ہیں نہ ہونٹ اور نہ ہی زبان۔ ایک ہاتھ ماروں تو تمہاری ساری ہڈیاں بکھر جائیں اس لئے مجھے غصہ مت دلاؤ۔ میں بہت تھ پیٹ آدی ہوں۔“ عمران نے غصے سے کہا۔

”صبر کرو۔ صبح پتہ چل جائے گا تمہاری بہادری کا جب مہاراج کالی داس تمہارے خون سے غسل کریں گے۔ تم انگلی تک نہ ہلا سکو گے“..... پاروتی نے غصیلی آواز میں کہا۔

”میں صبح تک انتظار نہیں کر سکتا موم بتی“..... عمران نے اس کا نام بگاڑتے ہوئے کہا۔

”موم بتی نہیں۔ پاروتی۔ اور میں تمہیں یہی بتانے آئی ہوں کہ

یہاں سے بھاگنے کا کبھی دل میں خیال تک نہ لانا۔ رات بھر مندر کے اندر اور باہر خون آشام بدروحوں کا پہرہ ہوتا ہے۔ اس کمرے سے نکلتے ہی بدروحوں تمہارا خون چوس لیں گی جبکہ مہاراج کو تمہارے خون کی ضرورت ہے۔ اس نے تمہارے خون سے غسل کرنے کا عہد کر رکھا ہے“..... پاروتی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اچھا۔ یہ تو میرے لئے فخر کی بات ہے۔ مگر یہ بتاؤ کہ میرے دوستا سہی کہاں ہیں“..... عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ بھی اسی مندر میں قید ہیں لیکن پہلے تمہیں دیوتا کی بھیٹ

چڑھایا جائے گا اور بعد میں ان دونوں کو“..... پاروتی نے کہا۔

”یہ تو نا انصافی ہے کہ پہلے مجھے ذبح کیا جائے۔ میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی“..... عمران نے شٹا کر کہا۔

”اصل مجرم تم ہو۔ مہاراج اس دھرتی سے تمہارا نام و نشان مٹانا چاہتے ہیں“..... پاروتی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”پاروتی۔ تمہاری ہنسی بہت پیاری ہے۔ میں تم سے شادی کرنا

چاہتا ہوں“..... عمران نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

”یکو مت۔ میں ایک روح ہوں اور تین سو برس سے زیادہ عمر ہے میری“..... پاروتی نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”خیر۔ مرضی ہے تمہاری۔ لیکن مرنے کے بعد میری روح تم سے ضرور شادی کرے گی۔ تم اپنے آقا کالی داس سے پوچھو کہ وہ مجھے کب ذبح کرے گا تاکہ میری روح آزاد ہو کر تمہیں شادی کی

دعوت دے سکے“..... عمران نے کہا۔

”خاموش رہو احمق آدمی۔ فضول باتیں مت کرو۔ کیا تمہیں موت کا کوئی خوف نہیں ہے“..... پاروتی نے غصیلے لہجے میں کہا۔
”نہیں پاروتی۔ موت کا خوف ہوتا تو میں یہاں آتا ہی کیوں۔

میں نہ موت سے ڈرتا ہوں نہ تمہارے شیطان آقا کالی گھاس سے۔ جاؤ اس نابکار سے کہو کہ وہ مجھے ابھی ذبح کر ڈالے۔“ عمران نے غراتے ہوئے کہا تو پاروتی کا ڈھانچہ یکدم غائب ہو گیا اور طاقتے میں رکھا چراغ خود بخود روشن ہو گیا۔ عمران پلٹا اور اس نے آگے بڑھ کر لکڑی کے بوسیدہ دروازے پر پوری قوت سے ٹھوکر ماری لیکن دوسرے ہی لمحے وہ اچھل کر کئی فٹ دور آگرا۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے کسی غیبی قوت نے اس کا پاؤں پکڑ کر پیچھے کی طرف اچھال دیا ہو مگر عمران کو حیرت ہوئی کہ اتنے زور سے فرش پر گرنے کے باوجود اسے ذرا بھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی تھی جیسے وہ فرش کی بجائے ہوا میں گرا ہو۔ چنانچہ وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ دوبارہ دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ دروازے کی طرف ایک غضبناک غیبی آواز ابھری۔

”او نابکار۔ اگر تو ساری رات بھی کوشش کرتا رہے تو دروازہ نہیں کھلے گا۔ اس لئے آرام سے بیٹھ اور کل کا انتظار کر“..... آواز نے کہا۔

”کک۔ کیوں۔ تم کون ہو مجھے روکنے والے“..... عمران نے

دانت ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں پچھن داس کی روح اور مہاراج کالی داس کی غلام ہوں۔ اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں تو آگے بڑھ کر پھر کوشش کر۔ اس مرتبہ میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا“..... غراتی ہوئی آواز میں کہا گیا تو ایک لمحہ کے لئے عمران سوچ میں پڑ گیا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔
”نہیں پچھن داس۔ مجھے تم پر پورا یقین ہے۔ مجھے اپنی ٹانگیں تڑوانے کا کوئی شوق نہیں لیکن جب تک مجھے یہ پتہ نہیں چلے گا کہ کس وقت مجھے دیوتا کی بھیٹ چڑھایا جائے گا اور کس کس کے سامنے مجھے ذبح کیا جائے گا۔ اس وقت تک میں آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔ اگر تم اتنے ہی طاقتور ہو تو اپنے آقا سے معلوم کر کے مجھے بتاؤ ورنہ“..... عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”ورنہ تم کیا کرو گے اپنا دھی“..... پچھن داس کی طنزیہ آواز سنائی دی۔

”میں خودکشی کر لوں گا اور تمہارا آقا مجھے بھیٹ نہ چڑھا سکے گا اور نہ ہی میرے خون سے غسل کر سکے گا کیونکہ صبح تک میرا خون جسم میں جم جائے گا“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں ابھی آقا سے معلوم کرتا ہوں۔ انتظار کرو۔“

پچھن داس نے کہا تو عمران نے سر ہلا دیا اور انتظار کرنے لگا۔

”سنو۔ مہاراج نے جواب دیا ہے کہ کل شام نیا چاند طلوع ہونے پر تمہیں دیوتا کے قدموں میں ذبح کیا جائے گا۔ اس موقع پر

مہاراج کی تمام غلام روحمیں موجود ہوں گی اور شہر سے آنے والے مہمان بھی یہ منظر دیکھیں گے تاکہ انہیں یقین آ جائے کہ ان کا دشمن فنا ہو چکا ہے..... دو منٹ بعد پھمن داس کی آواز کمرے میں گونجی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”مہمان کون ہیں جو مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہیں“..... عمران نے حیران ہو کر پوچھا۔

”جنرل پران اور اس کے چند ماتحت جو کل شام سے پہلے یہاں اڑنے والی سواری پر پہنچ جائیں گے“..... پھمن داس نے جواب میں کہا تو عمران نے گہرا سانس لیا۔

”اچھا۔ اب میرے لئے کھانا اور چائے لے آؤ۔ مجھے بھوک لگی ہے“..... عمران نے دوستانہ لہجے میں کہا۔

”بکومت۔ تم یہاں دعوت پر نہیں آئے کہ تمہیں کھانا کھلایا جائے۔ تم قیدی ہو اور قیدیوں کی خواہش پوری نہیں کی جاسکتی۔ صبح مہاراج تمہارے کھانے پینے کا فیصلہ کرے گا۔ فی الحال تم آرام کرو“..... پھمن داس نے غصیلی آواز میں کہا تو عمران نے گہرا سانس لیا اور وہیں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ تقریباً نصف گھنٹہ بعد اسے صفدر، تنویر اور صدیقی کا خیال آیا کہ وہ ان کے لئے پریشان ہو رہے ہوں گے۔ چنانچہ اس نے لباس میں چھپا لائیک ریج ٹرا سمر کالاکا اور اس پر صفدر کو کال کرنے لگا۔

جولیا اور نعمانی کو ہوش آ گیا تھا اور وہ دونوں خوف و پریشانی کا جلا تھے۔ اس وقت وہ دونوں یوسیدہ دیواروں والے ایک رے کے فرش پر بیٹھے تھے۔ اسی کمرے میں انہیں چند منٹ کے لئے سے باری باری ہوش آیا تھا۔ کمرے کا واحد دروازہ بند تھا اور انی چھت کے ایک چھوٹے سوراخ سے سورج کی روشنی اندر آ رہی تھی۔ گویا دن کا وقت تھا اور وہ رات بھر بے ہوش رہے تھے۔ لیا کو بے ہوشی سے پہلے کے واقعات یاد تھے۔

باغ میں کسی غیبی قوت نے اسے بازو سے پکڑ کر پیچھے کھینچا تھا اور عمران کو مدد کے لئے پکارتی ہوئی دہشت کے مارے بے ہوش ہو گئی تھی۔ نعمانی کے ساتھ بھی کسی غیبی انسان یا کسی بدروح نے اسی طرح کا سلوک کیا تھا اور خوف کی شدت سے اس پر بھی بے ہوشی طاری ہو گئی تھی یا کر دی گئی تھی۔ کمرے کا واحد دروازہ بند

بھرے لہجے میں کہا۔

”شاید ہماری طرح وہ بھی کسی کمرے میں بند ہوں۔ میں واج ٹرانسمیٹر پر انہیں کال کروں“..... نعمانی نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن پہلے اس کمرے سے نکلنے کی کوشش کرو۔ ان مکڑیوں کو دیکھ کر مجھے ہول آ رہا ہے“..... جولیا نے دیواروں پر موجود مکڑیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو نعمانی مسکرا دیا۔

”ان مکڑیوں سے کیا ڈرنا۔ یہ تو بے ضرر ہوتی ہیں“..... نعمانی نے جواب دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے دروازے کی طرف قدم

بڑھائے ہی تھے کہ اچانک دروازے پر ایک بہت بڑی مکڑی نمودار ہو گئی۔ اسے دیکھ کر نعمانی یکدم رک گیا۔ جولیا نے بھی دیکھا اور اس کے جسم میں خوف کی تیز لہر دوڑ گئی کیونکہ چند لمحے پہلے تک دروازے پر کوئی مکڑی موجود نہ تھی لیکن اب وہاں ایک بہت بڑی مکڑی نظر آ رہی تھی اور یہ مکڑی نہ صرف چوہے کے برابر موٹی اور لمبی تھی بلکہ اس کی ٹانگیں بھی اس قدر لمبی تھیں کہ نصف دروازے پر پھیلی ہوئی تھیں اور اس کی چمکدار آنکھیں نعمانی کو گھور رہی تھیں۔

”او تباکار۔ دروازہ کھولنے کی کوشش مت کرنا ورنہ میں تمہارا خون پی جاؤں گی“..... دفعتاً دروازے کی جانب سے ایک خوفناک نوائی آواز سنائی دی اور جولیا خوف کی شدت سے کانپنے لگی۔ یقیناً وہ آواز مکڑی کی تھی۔

”تم۔ تم کون ہو“..... نعمانی نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

تھا۔ کمرے کے طرز تعمیر سے انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ کسی قدیم عمارت میں تھے اور شاید یہ پنڈت کالی داس کے مندر کی عمارت تھی جس کے بارے میں وہ عمران سے سن چکے تھے۔ چھت سے مکڑی کے بے شمار جالے لٹک رہے تھے۔ دیواروں پر بھی جالے تھے جن میں مکڑیاں موجود تھیں۔ انہیں ہوش میں آئے دس بارہ منٹ گزر چکے تھے لیکن ابھی تک ان کے حواس پر گزشتہ رات باغ میں پیش آنے والے واقعہ کا خوف طاری تھا اور اسی خوف کے سبب انہیں کچھ کرنے کی ہمت نہ پڑ رہی تھی۔

”مس جولیا۔ عمران صاحب نے ان خوفناک آوازوں کے بارے میں درست کہا تھا کہ پنڈت کالی داس نے کوئی چکر چلایا ہے ہمیں خوفزدہ کرنے کے لئے کیونکہ مجھے پکڑنے والا کوئی ڈھانچہ تھا جس کے استخوانی پنجے تھے“..... چند لمحوں بعد نعمانی نے آہستہ سے جولیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میرا بازو بھی کسی گوشت پوست سے محروم پنجے نے پکڑا تھا لیکن انہوں نے عمران کو کیوں چھوڑ دیا تھا“..... جولیا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ بدروحوں نے عمران صاحب کو چھوڑ دیا ہو گا۔ ہو سکتا ہے وہ بھی اسی مندر میں موجود ہوں۔“ نعمانی نے چوتھتے ہوئے کہا۔

”تو پھر عمران نے ہماری خبر کیوں نہیں لی“..... جولیا نے تشویش

”میں شکنتلا کی روح اور مہاراج کالی داس کی غلام ہوں۔ مہاراج کے حکم کے بغیر تم اس کمرے سے باہر نہیں جاسکتے۔“ مکڑی کی غضبناک آواز سنائی دی تو جولیا اور بھی خوفزدہ ہو گئی۔

”نن۔ نعمانی۔ پیچھے آ جاؤ۔ یہ مکڑی کوئی بدروح ہے۔“..... جولیا نے خوف سے ہکلاتے ہوئے نعمانی سے کہا تو نعمانی خوفزدہ لگا ہوں سے مکڑی کی طرف دیکھتے ہوئے اٹھے قدموں پیچھے ہٹا اور جولیا کے قریب آ کر رک گیا۔ اسی لمحے خوفناک مکڑی یکدم غائب ہو گئی۔ اس منظر نے جولیا اور نعمانی کے اعصاب کشیدہ کر دیئے۔ شکنتلا کی روح ایک مکڑی کی شکل میں نمودار ہوئی تھی۔ گویا پنڈت کالی داس نے دروازے پر پہرہ دینے کے لئے ایک بدروح کو مامور کر رکھا تھا۔ وہ دونوں کافی دیر تک خوف کے مارے خاموش رہے اور دروازے کی طرف دیکھتے رہے۔

”نعمانی۔ تم عمران کو کال کرنے کی کوشش کرو۔ ہو سکتا ہے وہ ہمیں تلاش کر رہا ہو۔ اس نے بتایا تھا کہ اس پر کسی جادو یا سحر کا اثر نہیں ہوتا اور ماورائی قوتیں اسے نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ اسی لئے پنڈت کالی داس نے عمران کی بجائے سلیمان پر ماورائی حربہ استعمال کیا تھا“..... جولیا نے آہستہ سے کہا تو نعمانی ٹرانسمیٹر آن کر کے عمران کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو عمران صاحب۔ نعمانی کالنگ۔ اور“..... نعمانی نے عمران کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”لیس۔ عمران انڈنگ یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد واج ٹرانسمیٹر سے عمران کی آواز سنائی دی۔

”آپ کہاں ہیں۔ آپ پر کیا گزری۔ اور“..... نعمانی نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ عمران کی آواز سن کر جولیا کو بھی قدرے تسلی ہو گئی تھی۔

”مت پوچھ کہہ دل پر کیا گزری پیارے۔ بقول شاعر، گزر تو جائے گی تیرے بغیر بھی لیکن اب رات نکلتی نہیں دن گزرتا نہیں اس لئے تم اپنا سناؤ۔ تم دونوں کی تو خوب گزر رہی ہوگی۔ اور“۔ عمران نے کہا تو نعمانی بے اختیار ہنس پڑا۔

”عمران صاحب۔ ہم دونوں بدروحوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں اور آپ کو مذاق کی سوچھی ہے۔ کیا آپ آزاد ہیں۔ اور“..... نعمانی نے پوچھا۔

”کیوں نہیں۔ میں پیدائش سے لے کر اب تک آزاد ہوں۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”شکر ہے کہ آپ آزاد ہیں مگر ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ ہمیں کالی داس کی قید سے آزاد کرائیں۔ اور“..... نعمانی نے منہ ہناتے ہوئے کہا۔

”مجھ سے مدد مانگنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگا کرو۔ آزادی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جو وہ اپنے نیک بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ میں بھی تمہارے لئے دعا کروں گا۔ اور“..... عمران

داس مجھے ذبح کرے گا۔ اس کے بعد تمہارا نمبر آئے گا۔ اور۔“
 عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”کیا۔ کیا وہ تمہیں ذبح کرے گا۔ اور۔“..... جولیا نے گھبرائے
 ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ کالی داس نے میرے خون سے غسل کرنے کی قسم کھا
 رکھی ہے۔ وہ مجھے ہنومان دیوتا کے چروں میں ذبح کرے گا اور پھر
 میرے خون سے غسل کرے گا۔ کچھن داس کی روح نے مجھے یہی
 اطلاع دی ہے۔ پاروتی کا بھی یہی بیان ہے۔ اور۔“..... عمران
 نے کہا۔

”پاروتی۔ یہ لڑکی کون ہے۔ اور۔“..... نعمانی نے حیران ہوتے
 ہوئے پوچھا۔ جولیا بھی پاروتی کے نام پر چونک پڑی تھی۔
 ”میری نئی محبوبہ۔ لیکن شادی کرنے پر وہ تیار نہیں ہے۔ اور۔“
 عمران نے کہا۔

”اچھا۔ تو یہاں بھی کوئی لڑکی آپ پر مر مٹی ہے۔ اور۔“ نعمانی
 نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ اب نہیں بلکہ تین سو برس پہلے مر مٹی تھی۔ اب تو وہ محض
 ایک بدروح ہے۔ چاہو تو میں اسے تمہارے پاس بھیج دوں۔ ہو سکتا
 ہے وہ تم سے شادی پر تیار ہو جائے۔ مجھے تو اس نے صاف انکار
 کر دیا ہے جولیا کے ڈر سے۔ اور۔“..... عمران نے کہا۔

”عمران۔ کیوں بکواس کر رہے ہو۔ ہمیں بتاؤ یہاں سے کیسے

نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 ”احق آدمی۔ ہمیں کالی داس کے چنگل میں پھنسا کر تم خوش
 ہو رہے ہو۔ اور۔“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”نن۔ نہیں۔ میں خوش نہیں ہو رہا بلکہ رو رہا ہوں کیونکہ میں فی
 الحال مجبور ہوں۔ ایک خوفناک روح مجھے اس قید خانے سے نکلنے
 نہیں دے رہی۔ اور۔“..... عمران نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”اوہ۔ تو تم بھی اسی مندر میں ہو۔ اور۔“..... جولیا نے چوکتے
 ہوئے پوچھا۔

”مندر میں بھی ہوں اور تمہارے دل میں بھی۔ مندر کو توڑ سکتا
 ہوں لیکن تمہارے دل کو نہیں کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ مندر ڈھا
 دے، مسجد ڈھا دے پر دل نہ کسی کا توڑد۔ کیا تم بھی قید خانے سے
 باہر نہیں جا سکتیں۔ اور۔“..... عمران نے شاعرانہ انداز میں بات
 کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں عمران صاحب۔ یہاں شکنتلا کی روح ہم پر پہرہ
 دے رہی ہے اور اس نے دھمکی دی ہے کہ اگر ہم نے باہر نکلنے کی
 کوشش کی تو وہ ہمارا خون پی جائے گی۔ اور۔“..... نعمانی نے جلدی
 سے کہا تاکہ عمران جولیا سے شوخیوں میں وقت ضائع نہ کرے۔
 ”شکنتلا کی روح نے صرف تمہیں دہشت زدہ کرنے کے لئے
 خون پینے کی بات کی ہے پیارے ورنہ روحیں خون نہیں پیا کرتیں۔
 ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فی الحال تم دونوں محفوظ ہو۔ پہلے کالی

نکلیں۔ میرا تو خوف سے خون خشک ہوتا جا رہا ہے۔ اوور..... جولیا نے یکدم غراتے ہوئے کہا۔

”نو پرابلم۔ تمہارا خون خشک ہو جائے تو کالی داس کی طرح تم نعمانی کے خون میں ڈبکی لگا لینا۔ ویسے مجھے امید ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ دن ہو چکا ہے۔ شام تک ممکن ہے ہم یہاں سے نکل جائیں۔ تم خواہ مخواہ کوئی جدوجہد مت کرو۔ اوور۔“ عمران نے کہا۔

”تو کیا ہم شام تک بھوکے پیاسے بیٹھے رہیں۔ اوور.....“ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ کوئی بدروح آئے تو اسے بھون کر کھا لینا اور اس کے خون سے پیاس بجھا لینا۔ اوور.....“ عمران نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب۔ کیا آپ نے کچھ کھایا ہے۔ اوور.....“ نعمانی نے پوچھا۔

”کیوں نہیں۔ ایک ڈھانچے کے سری پائے کھائے ہیں۔ پاروتی نے اپنے خون کا پیالہ بھر کر مجھے پلایا ہے۔ اوور اینڈ آل۔“ عمران نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو نعمانی نے مسکراتے ہوئے واچ ٹرانسمیٹر آف کر دیا لیکن اسی لمحے کمرے میں گھپ اندھیرا پھیل گیا اور خوفناک سی چیخ و پکار سنائی دینے لگی۔ جولیا یکدم سہم کر اپنی جگہ سٹ گئی۔ نعمانی بھی گھبرا کر

اُدھر ادھر دیکھنے لگا لیکن اندھیرے میں کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ چھت کے سوراخ سے آنے والی روشنی اس طرح غائب ہو گئی تھی جیسے اس سوراخ کو بند کر دیا گیا ہو۔ خوفناک آوازیں ایسی ہی تھیں جیسے بہت سی عورتیں اور مرد بیک وقت آپس میں کسی مسئلہ پر تکرار کر رہے ہوں۔

”نن۔ نن۔ نعمانی۔ کیا تم سن رہے ہو.....“ جولیا نے بمشکل منہ سے آواز نکالتے ہوئے کہا۔ خوف سے اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔

”ہاں مس جولیا۔ ہمارے آس پاس بہت سی بدروہیں بول رہی ہیں۔ آپ حوصلہ رکھیں۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ آپ کے پاس مشین پسل ہے تو نکال لیں۔ میرا مشین پسل تو باغ میں ہی گر گیا تھا.....“ نعمانی نے خوفزدہ لہجے میں کہا تو جولیا نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اپنا پرس کھولا اور اس میں سے مشین پسل نکال لیا۔ ٹھیک اسی لمحے خوفناک آوازیں بند ہو گئیں اور کمرے میں دوبارہ روشنی پھیل گئی لیکن یہ دیکھ کر انہیں حیرت کا شدید جھٹکا لگا کہ دروازے کے پاس مٹی کا گول پرات نما برتن رکھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مٹی کا بنا ہوا ایک کوزہ نظر آ رہا تھا۔ مٹی کے تھال میں کپے ہوئے چاول تھے جن سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ لگتا تھا ابھی ابھی پکا کر تھال میں ڈالے گئے تھے۔ کوزے پر نمی ظاہر کرتی تھی کہ اس میں پانی ہے۔ گویا اندھیرے میں ان کے لئے کھانا فراہم کیا گیا تھا۔

تھا۔

”یہ۔ یہ تو خون ہے نعمانی“..... جولیا نے چیخ کر کہا اور مٹی کا کوزہ دور پھینک دیا۔ نعمانی کو حیرت کا جھٹکا لگا۔ کوزہ ٹوٹ گیا تھا اور فرش پر خون پھیلا ہوا تھا۔ اسی لمحے نعمانی کو اپنے ہاتھ میں سرسراہٹ سی محسوس ہوئی جس میں چادل تھے۔ اس نے تیزی سے اپنے ہاتھ پر نظر ڈالی تو اس نے بوکھلا کر ہاتھ جھٹک دیا کیونکہ وہ چادل سائز کے سفید سفید کیڑے تھے جو اب فرش پر حرکت کر رہے تھے۔ پھر اس نے قہال میں نظر ڈالی تو وہ بھی کیڑوں سے بھرا ہوا تھا۔ کیڑے دیکھ کر جولیا کے حلق سے دہشت زدہ سی چیخ نکلی اور وہ تیزی سے پیچھے سرکتی ہوئی دیوار سے جا لگی۔ نعمانی بھی خوفزدہ تھا۔ وہ اٹھا اور جولیا کے قریب جا کھڑا ہوا۔

قہال میں بھرے کیڑے کلبلا رہے تھے اور فرش پر بکھرے ہوئے کیڑے کمرے کے اس حصے کی طرف رینگ رہے تھے جہاں خون پھیلا ہوا تھا۔ کچھ کیڑے جولیا کے اگلے ہوئے خون کی طرف حرکت کر رہے تھے۔ بلاشبہ یہ منظر ان کے لئے نہایت دل دہلا دینے والا تھا۔ وہ دونوں خوف سے لرزتے ہوئے پھٹی پھٹی آنکھوں سے کیڑوں کی طرف دیکھ رہے تھے جن کے رینگنے سے سنسناہٹ جھکی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

جلد ہی کیڑے فرش پر پھیلے خون کے پاس پہنچ گئے اور خون میں داخل ہو گئے۔ نعمانی نے قہال کی طرف دیکھا تو اس سے بھی

”لیجئے۔ شاید کالی داس کو ہم پر ترس آ گیا ہے۔ کھانا بالکل تازہ لگ رہا ہے“..... نعمانی نے طویل سانس لیتے ہوئے جولیا سے کہا۔ ”مگر یہ کھانا یہاں کون رکھ گیا ہے۔ دروازہ تو بند تھا“..... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ظاہر ہے کوئی بدروح آئی ہوگی اور روحیں دیوار سے بھی گزر سکتی ہیں“..... نعمانی نے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ ”ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ ہو سکتا ہے کوئی اور ہی چکر ہو“..... جولیا نے یکدم گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”کھانے میں کیا چکر ہو سکتا ہے مس جولیا۔ ہمیں یہاں قید کیا گیا ہے اور قیدیوں کو جیل میں بھی کھانا دیا جاتا ہے“..... نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا اور دوبارہ آگے بڑھا۔ اس نے فرش سے قہال اور کوزہ اٹھایا اور لا کر جولیا کے آگے رکھا۔ پھر خود بھی وہ جولیا کے سامنے بیٹھ گیا۔

”مجھے پیاس لگی ہے۔ پہلے پانی پیوں گی۔ میرا حلق خشک ہو رہا ہے“..... جولیا نے آہستہ سے کہا اور کوزہ اٹھا لیا۔ نعمانی نے قہال میں سے ہاتھ سے چادل اٹھائے اور ادھر جولیا نے کوزے سے منہ لگا کر پانی کا گھونٹ لیا لیکن دوسرے ہی لمحے اسے ابکائی آئی اور اس نے منہ میں بھرا گھونٹ فرش پر تھوک دیا۔ نعمانی نے حیرت سے جولیا کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹ سرخ تھے جیسے خون میں تر ہوں۔ پھر اس نے فرش پر نظر ڈالی تو جولیا کا اگلا ہوا پانی کھرا سرخ

کیڑے نکل کر فرش پر گر رہے تھے اور خون کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دفعتاً انہیں محسوس ہوا کہ خون میں حرکت کرنے والے کیڑوں کی جسامت بڑھ رہی ہے۔ شاید وہ خون پی کر بڑے ہوتے جا رہے تھے۔ چند منٹ کے اندر اندر فرش سے خون غائب ہو گیا اور اب وہاں کینچڑوں جیسے لمبے اور موٹے سرخ کیڑے رینگ رہے تھے۔ ان کی جسامت بتدریج بڑھ رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ کیڑے چھوٹے چھوٹے آٹھ دس انچ لمبے سانپوں میں بدل گئے اور خوف کی شدت سے جولیا کا سانس رکنے لگا۔ نعمانی بھی دہشت زدہ لگا ہوں سے ان سانپوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر جولیا یکدم چیخنے لگی کیونکہ وہ سانپ ان کی طرف تیزی سے رینگنے لگے تھے اور ان کے منہ سے پھنکاریں نکل رہی تھیں۔

یہ تقریباً بیس پچیس سانپ تھے اور ان سے بچنے کے لئے اس کمرے میں کوئی محفوظ جگہ نہ تھی۔ نعمانی نے خوف سے کانپتے ہوئے یکدم جولیا کے ہاتھ میں موجود مشین پستل چھینا اور سانپوں پر فائر کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے کمرے میں گولیوں کی خوفناک تڑتڑاہٹ گونجی اور اس کے ساتھ ہی یکدم تاریکی پھیلنے چلی گئی۔ جولیا چیخنے چیخنے بے حواس ہو کر فرش پر لڑھک گئی اور نعمانی بھی لڑکھڑا کر فرش پر گرتا چلا آیا۔

ڈرائینگ روم میں صغدر، صدیقی اور تنویر بیٹھے واچ ٹرانسمیٹر سے ابھرنے والی ناصر علی کی آواز سن رہے تھے۔ وہ انہیں عمران کی کال کے بارے میں بتا رہا تھا جو اس نے لاگ ریج ٹرانسمیٹر پر اسٹڈ کی تھی۔

”اس کا مطلب ہے کہ وہ تینوں پنڈت کالی داس کے مندر میں قید ہیں۔ اور“..... ناصر علی کے خاموش ہونے پر صغدر نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ اور ہو سکتا ہے وہ جلد ہی آپ سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کریں۔ انہوں نے آپ لوگوں کو ہدایت کی ہے کہ آپ پریشان نہ ہوں اور ان کی کال کے منتظر رہیں۔ اور“..... ناصر علی نے جواب دیا۔

”تمہاری کیا پوزیشن ہے۔ اور“..... صغدر نے پوچھا۔

”ہے..... صدیقی نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔
 ”چائے تو منگوا لو۔ کافی دیر ہو چکی ہے“..... تنویر نے جھائی
 لیتے ہوئے کہا۔

”خود ہی بنانا پڑے گی۔ اس وقت رحمت علی کو تکلیف دینا
 مناسب نہیں ہے“..... صفدر نے کہا اور صوفے سے اٹھنے لگا۔

”ٹھہرو۔ میں بنا لاتا ہوں“..... صدیقی نے جلدی سے کہا اور
 اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ صفدر اور تنویر ٹی وی کی طرف
 متوجہ ہو گئے جہاں تازہ نیوز لیٹن دکھایا جا رہا تھا۔ پہلی خبر تباہ ہونے
 والے ہیلی کاپٹر کے متعلق تھی۔ اس میں بتایا گیا کہ میزائل پراجیکٹ
 کو تباہ کرنے والے پراجیکٹ کے ہیلی پیڈ پر کھڑے ایک ہیلی کاپٹر
 پر قبضہ کر کے اس میں فرار ہوئے تھے اور ہیلی کاپٹر پریم مگر کو جانے
 والی سڑک کی دوسری جانب تقریباً دو کلومیٹر دور درختوں سے ٹکرا کر
 تباہ ہو گیا تھا لیکن ہیلی کاپٹر کے بلے سے مجرموں کی لاشیں یا
 ٹکڑے نہیں ملے اس لئے قانون نافذ کرنے والے اداروں نے
 سرچ آپریشن شروع کر دیا ہے۔ خیال ہے کہ مجرم ہیلی کاپٹر تباہ
 ہونے سے پہلے ہی ہیلی کاپٹر سے کود گئے تھے اور وہ اسی علاقے
 میں کہیں روپوش ہیں۔ اس کے بعد دوسری خبر میں کافرستانی سیکرٹ
 سروس کے حوالے سے بتایا گیا کہ فوجی چھاؤنی تباہ کرنے والے
 تینوں پاکیشیائی ایجنٹوں کو گرفتار کر لیا گیا جنہیں گرفتاری کے بعد
 ایک خفیہ مقام پر ہتھکل کر دیا گیا ہے اور کل شام انہیں موت کی سزا

”میں اس علاقے سے کافی دور نکل آیا ہوں جہاں سرچ
 آپریشن ہو رہا ہے۔ اب میں شہر کا رخ کروں گا۔ شہر پہنچ کر آپ کو
 مطلع کروں گا۔ آپ لوگ آرام کریں۔ اور“..... دوسری طرف
 سے ناصر علی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اور اینڈ آل“..... صفدر نے کہا اور ٹرانسمیٹر
 آف کر کے میز پر رکھ دیا۔
 ”یہ اطمینان تو ہوا کہ ہمارے ساتھی زندہ ہیں“..... صدیقی نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ لیکن ہمیں عمران صاحب کی کال کا انتظار کرنا پڑے گا۔
 نجانے وہ کس وقت کال کریں“..... صفدر نے اثبات میں سر ہلاتے
 ہوئے کہا۔

”یہ کالی داس کا بچہ زبردست ساحر ہے۔ جنہیں کافرستانی
 سیکرٹ سروس اور پولیس گرفتار نہیں کر سکی کالی داس نے انہیں اپنی
 ماورائی طاقتوں سے گرفت میں لے لیا“..... تنویر نے گہرا سانس
 لیتے ہوئے کہا۔

”نجانے اب وہ خبیث عمران صاحب سے کیا سلوک کرے۔
 اصل ٹارگٹ تو عمران ہی ہے“..... صدیقی نے تشویش بھرے لہجے
 میں کہا۔

”عمران صاحب کو تو کالی داس کی ماورائی اور شیطانی قوتیں کوئی
 نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ البتہ مجھے مس جولیا اور نعمانی کی فکر

تم کوشش کرو تو شاید میں بچ جاؤں۔ اوور..... عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

”آپ حکم دیں۔ ہمیں کیا کرنا ہے۔ اوور.....“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”منگل سنگھ سے رابطہ۔ فون نمبر نوٹ کرو منگل سنگھ کا۔ اوور.....“ عمران نے کہا اور پھر اس نے منگل سنگھ کا نمبر بتانے کے بعد چند ہدایات دیں۔ صفدر، صدیقی اور تنویر پوری توجہ سے سن رہے تھے۔

”بالکل سمجھ گیا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں۔ اوور.....“ صفدر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تنویر اور صدیقی کی روانگی کا ناصری علی انتظام کر دے گا۔ صبح اس سے رابطہ قائم کر کے اسے ہدایات دے دینا۔ اور ہاں۔ منگل سنگھ سے بات کرنے کے بعد مجھے مطلع کر دینا۔ اوور.....“ عمران نے کہا۔

”بہتر۔ مس جولیا اور نعمانی کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں بتایا۔ اوور.....“ صفدر نے کہا۔

”ان کے بارے میں کالی داس کی غلام روح سے پتہ چلا ہے کہ وہ بھی اسی مندر میں کسی جگہ قید ہیں۔ چونکہ کالی داس کا اصل ٹارگٹ میں ہوں اس لئے وہ پہلے میرا پتہ صاف کرے گا۔ اس کے بعد ان دونوں کو ختم کرے گا۔ ہو سکتا ہے جنرل پران کی خواہش پر کالی داس، جولیا اور نعمانی کو کافرستانی سیکرٹ سروس کے

دی جائے گی۔ اس خبر سے صفدر اور تنویر پھر پریشان ہو گئے۔ اتنے میں صدیقی چائے بنا کر لے آیا اور پھر چائے پینے کے دوران وہ عمران، جولیا اور نعمانی کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد میز پر رکھے ٹرانسمیٹر سے سکتل کی آواز ابھری تو صفدر نے فوراً ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کالنگ۔ اوور.....“ ٹرانسمیٹر سے عمران کی آواز سنائی دی۔

”میں عمران صاحب۔ صفدر انڈنگ یو۔ اوور.....“ صفدر نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ناصر علی نے تمہیں کال کی تھی۔ اوور.....“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”جی ہاں۔ آپ سنائیں۔ آپ لوگ خیریت سے ہیں۔ اوور.....“ صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”فی الحال تو خیریت ہی ہے۔ البتہ کل شام مجھے ہنومان دیوتا کی بجینٹ چڑھایا جائے گا۔ اس کے بعد پنڈت کالی داس میرے خون سے غسل کرے گا۔ اگر تم لوگ بھی غسل کرنا چاہو تو آ جانا۔ اوور.....“ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ کیا آپ اسے ایسا کرنے دیں گے۔ اوور.....“ صفدر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”کیوں نہیں۔ میرے پاس کیا اختیار ہے اسے روکنے کا۔ البتہ

ہوئے کہا تو صفدر نے فون کا رسیور اٹھایا اور عمران کے بتائے ہوئے نمبر پر پریس کرنے لگا۔

”ہیلو۔ مارواڑی کلب“..... چند لمحوں بعد ایک نسوانی آواز سنائی

دی۔

”منگل سنگھ سے بات کراؤ۔ میں جنگل سنگھ کا دوست بول رہا

ہوں“..... صفدر نے پروقار لہجے میں کہا۔

”بہتر۔ ایک منٹ ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے مودبانہ

لہجے میں کہا گیا۔

”ہیلو۔ منگل سنگھ بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد دوسری طرف

سے منگل سنگھ کی آواز سنائی دی۔

”میں جنگل سنگھ کا ساتھی بول رہا ہوں۔ جنگل سنگھ نے ایک اہم

پیغام دیا ہے۔ اپنا فون سیف کر لو“..... صفدر نے تحکمانہ لہجے میں

کہا۔

”اوہ۔ بہتر۔ ایک منٹ“..... دوسری طرف سے منگل سنگھ نے

چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب اور ہمارے دو ساتھی اس وقت پنڈت کالی

داس کے مندر میں قید ہیں“..... چند لمحوں بعد صفدر نے مطمئن لہجے

میں کہا۔

”اوہ۔ وہاں وہ کب گئے تھے جناب“..... منگل سنگھ نے حیرت

بھرے لہجے میں پوچھا۔

حوالے کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ بہر حال ابھی نعمانی اور جولیا شاید

بے ہوش ہیں کیونکہ وایچ ٹرانسمیٹر پر ان سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا۔

اور“..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بدردحوں کی دہشت سے مر جائیں۔

اور“..... تنویر نے جلدی سے کہا۔

”نہیں۔ جولیا ڈرتی ضرور ہے لیکن اتنا نہیں جتنا میں جولیا سے

ڈرتا ہوں۔ اور“..... عمران نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب۔ وہ عورت ہے۔ شیطانی قوتوں نے آپ کو

نہیں بخشا تو مس جولیا کو کیسے چھوڑیں گی۔ اور“..... صدیقی نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

”فکرمات کرو۔ یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ کالی داس اس ماورائی

ذرائع سے مجھے صرف پریشان کر سکتا ہے لیکن مجھے نقصان نہیں پہنچا

سکتا اور اگر اس نے جولیا اور صدیقی کو ذرا بھی نقصان پہنچایا تو میں

اسے قتل کرنے سے پہلے اس طرح اس کی کھال اتاروں گا جیسے

قصاب بکرے کے جسم سے کھال الگ کرتے ہیں۔ اور اینڈ

آل“..... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی

رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”میرا خیال ہے اب تم دونوں کچھ آرام کرو۔ صبح تمہیں طویل

سفر کرنا ہوگا“..... صفدر نے صدیقی اور تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”منگل سنگھ سے بات کر لو“..... تنویر نے اسے یاد دلانے

طرف حسب توقع منگل سنگھ ہی تھا۔

”ہیلو۔ صفر بول رہا ہوں“..... صفر نے رسیور کان سے

لگاتے ہوئے کہا۔

”منگل سنگھ بول رہا ہوں جناب۔ کیپٹن پریم اس وقت میرے کمرے میں بے ہوش پڑا ہے“..... دوسری طرف سے منگل سنگھ نے کہا۔

”گڈ۔ کوئی دشواری تو پیش نہیں آئی۔ کلب میں موجود دوسرے لوگوں کو تو علم نہیں ہوا“..... صفر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں جناب۔ وہ کاؤنٹر پر آخری پیگ پی رہا تھا۔ میں نے

ویٹر کے ذریعے اسے اپنے کمرے میں بلایا اور بے ہوش کر دیا۔

آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ صبح سے پہلے ہوش میں

نہیں آ سکے گا۔ اس کی گاڑی پارکنگ میں موجود ہے۔ آپ اس

کے میک اپ میں ہوں گے اس لئے زیادہ بہتر ہو گا کہ آپ اسی

کی گاڑی میں ایئر پورٹ جائیں تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے“..... منگل

سنگھ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں خود ہی صبح تمہارے کلب آ جاؤں گا۔ پھر

وہاں کیپٹن پریم کا میک اپ کر کے اس کی گاڑی میں ایئر پورٹ

جاؤں گا“..... صفر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”بہتر۔ یہ بھی ٹھیک رہے گا کیونکہ مجرموں کو گرفتار کرنے کی خبر

آ چکی ہے تو سرچ آپریشن میں بھی سستی آ جائے گی اور صبح حالات

”شاید تم نے ٹی وی نیوز لیٹن نہیں سنا“..... صفر نے کہا اور پھر مختصراً اس نے عمران اور اپنے دو ساتھیوں کے بارے میں بتا دیا اور آخر میں اس نے عمران کی ہدایات سے منگل سنگھ کو آگاہ کر دیا۔

”میں سمجھ گیا جناب۔ اس وقت تو شہر کے حالات خراب ہیں۔ کرفیو کا سماں ہے اور ہر طرف پولیس اور ایجنسیوں نے سرچ آپریشن کے سلسلے میں ناکے لگا رکھے ہیں اس لئے مطلوبہ آدمی کو آپ کے ٹھکانے پر پہنچانا ممکن نہیں ہے۔ البتہ میں اسے گرفت میں ابھی لے لیتا ہوں اور پھر صبح جیسے ہی موقع ملا آپ کے پاس پہنچا دیا جائے گا“..... منگل سنگھ نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ کیا وہ تمہارے کلب میں موجود ہے“..... صفر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”جی ہاں۔ اس کی روانگی میں چند منٹ باقی ہیں۔ عموماً وہ بارہ بجے اپنے گھر چلا جاتا ہے“..... منگل سنگھ نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اسے قابو کرنے کے بعد مجھے اسی نمبر پر اطلاع دے دینا۔ اوکے“..... صفر نے کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

”اچھا ہوا کہ تم نے فون کر لیا ورنہ کیپٹن پریم کے گھر جانا پڑتا منگل سنگھ کو“..... صدیقی نے کہا۔

”ہاں۔ غالباً وہ منگل سنگھ کے کلب میں بارہ بجے تک کھیلا ہے“..... صفر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً دس منٹ بعد

فون کی کھنٹی بج اٹھی تو صفر نے جلدی سے رسیور اٹھا لیا۔ دوسری

”تم مجھے صبح ساڑھے پانچ بجے جگا دینا۔ میں ڈرائیونگ روم میں ہوں“..... صفدر نے نرم لہجے میں کہا۔

”بہت بہتر جناب۔ کیا آپ ناشتہ بھی اسی وقت کریں گے۔“
رحمت علی نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ صرف چائے پیئوں گا۔ ضرورت محسوس ہوئی تو پھر بتا دوں گا“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پلٹ کر ڈرائیونگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں آ کر وہ صوفے پر نیم دراز ہو کر عمران، جولیا اور نعمانی کے بارے میں سوچنے لگا۔ پھر نجانے اس کی کس وقت آنکھ لگ گئی لیکن صبح چار بجے ٹرانسمیٹر کی آواز پر وہ بیدار ہو گیا۔ وائچ ٹرانسمیٹر سے سکنل کی مخصوص آواز آ رہی تھی۔ اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو۔ صفدر صاحب۔ ناصر علی کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے ناصر علی کی آواز سنائی دی۔

”لیس۔ صفدر انڈنگ یو۔ کیا تم شہر پہنچ گئے ہو۔ اوور“..... صفدر نے چوکتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ ابھی چند منٹ پہلے پہنچا ہوں۔ کیا عمران صاحب نے آپ کو کال کی تھی۔ اوور“..... ناصر علی نے پوچھا۔

”ہاں۔ ان کی ہدایت پر صبح تنویر اور صدیقی بائی روڈ پنڈت کالی داس کے مندر کی طرف روانہ ہوں گے۔ چونکہ وہ علاقے سے انجان ہیں اس لئے عمران صاحب نے کہا ہے کہ تم ان کے ہمراہ

نازل ہوں گے۔ پھر بھی آپ احتیاط کیجئے گا“..... منگل سنگھ نے کہا۔

”سنو۔ میں سورج نکلنے سے پہلے تمہارے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔ بہتر ہو گا کہ تم اپنی گاڑی بھجوا دینا۔ ہمارے پاس دو گاڑیاں ہیں۔ ان میں سے ایک میں تو میرے ساتھی مندر کی طرف جائیں گے اور دوسری گاڑی مشتبہ ہو چکی ہے۔ اس میں تمہارے پاس آنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے“..... صفدر نے جلدی سے کہا۔

”بہت بہتر۔ میں ساڑھے چھ بجے اپنا آدی بھیج دوں گا۔ اور کوئی حکم“..... منگل سنگھ نے کہا تو صفدر نے تھینک یو کہہ کر رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر تنویر اور صدیقی کو ہدایات دینے لگا۔

”کیا تم آرام نہیں کرو گے“..... تنویر نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”میں یہیں صوفے پر آرام کر لوں گا۔ ہو سکتا ہے کسی وقت عمران صاحب کی پھر کال آ جائے“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا تو تنویر اور صدیقی بیڈ روم کی طرف بڑھ گئے۔ صفدر اٹھا او باہر نکل آیا۔ برآمدے کے باہر چوکیدار رحمت علی چارپائی پر بیٹھا تھا۔ صفدر کے قدموں کی آہٹ سن کر اس نے صفدر کی طرف دیکھا اور جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”جی۔ فرمائیے جناب“..... رحمت علی نے قریب آ کر مودبا لہجے میں کہا۔

جاؤ گے۔ اور“..... صفدر نے جواب دیا۔
 ”بہتر۔ کیا آپ نہیں جائیں گے۔ اور“..... ناصر علی نے
 پوچھا۔

”میں یہاں سے ساڑھے چھ بجے روانہ ہوں گا۔ اور“۔ صفدر
 نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آل رائٹ۔ میں آٹھ بجے آ جاؤں گا انہیں لینے کے لئے۔
 کیا وہ اس وقت تیار ہوں گے۔ اور“..... ناصر علی نے پوچھا۔
 ”ہاں۔ میں انہیں تیار رہنے کی ہدایت کر دوں گا۔ اور اینڈ
 آل“..... صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور وائچ ٹرانسمیٹر آف کر
 دیا۔

جولیا اور صدیقی سے بات کر کے عمران مطمئن ہو گیا تھا کہ فی
 الحال وہ دونوں خیریت سے ہیں۔ صبح کے آٹھ بج چکے تھے لیکن
 کوشنری میں باہر کی روشنی نہیں پہنچ رہی تھی اور چراغ کی مدھم روشنی
 پھیلی ہوئی تھی۔ ابھی تک دوبارہ کوئی ماورائی واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔
 عمران کو شدید بھوک لگ رہی تھی۔ اس لئے وہ اٹھ کر دروازے کی
 طرف بڑھا اور قریب پہنچ کر دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا
 کہ پچھن داس کی آواز سنائی دی۔

”کیا چاہتے ہو نابکار۔ میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ کیا تمہیں یاد
 نہیں ہے“..... پچھن داس نے غضبناک لہجے میں کہا۔
 ”اوہ۔ معاف کرنا پچھن جی۔ میں بھول گیا تھا۔ دراصل میری
 یادداشت بہت کمزور ہے۔ مجھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ میں یہاں کب
 اور کیسے آیا تھا اور یہ گھر میرا ہے یا تمہارا“..... عمران نے گھبرائے

ہوئے لہجے میں کہا۔

”یہ ہنومان جی کا مندر ہے۔ اپنی یادداشت درست کرو۔“ پھمن داس کی غیبی آواز سنائی دی۔

”بہتر۔ کیا ناشتہ مل جائے گا۔ بھوک کے مارے پیٹ میں گڑبڑ ہو رہی ہے۔“ عمران نے سعادت مندی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”آرام سے بیٹھ جاؤ۔ تمہارے لئے تھوڑی دیر میں کھانا آ جائے گا۔“ پھمن داس نے سخت لہجے میں کہا۔

”سچ۔ کھانے میں کیا کیا ہو گا۔“ عمران نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

”تمہیں کیا چاہئے۔ کیا گوشت کھاؤ گے۔“ پھمن داس نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

”نہیں یار۔ صبح صبح مجھے گوشت کھانے سے چکر آتے ہیں اور ٹانگوں میں درد ہونے لگتا ہے۔ میں ناشتے میں اٹھو، ڈبل روٹی، مکھن اور چائے پسند کرتا ہوں۔ اٹھو ابلے ہوئے ہوں تو زیادہ بہتر رہے گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ سامنے دیوار کے پاس کھانا رکھا ہے۔ کھا لو۔“ پھمن داس نے ہنس کر کہا تو عمران نے پلٹ کر دیکھا اور حیران رہ گیا۔ اس کے عقب میں دیوار کے پاس تنکوں کی ایک بڑی سی ٹرے رکھی تھی۔ اس میں مٹی کا ایک ڈونگا نما برتن رکھا تھا اور ساتھ

ہی مٹی کا پیالہ تھا جس میں چائے تھی۔ چائے سے انہنی بھاپ سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ گرم ہے۔ عمران ٹرے کے پاس آ کر بیٹھا اور بے تابی سے ڈونگے کا ڈھکن اٹھایا تو وہ بوکھلا گیا۔ ڈونگے میں سیاہ رنگ کے دس بارہ بچھو حرکت کر رہے تھے۔ عمران نے فوراً ڈھکن بند کر دیا۔ اس نے غصے سے دانت پیستے ہوئے چائے کا پیالہ اٹھایا تو غصے کی شدت سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس میں چائے کی رنگت کا گاڑھا مواد تھا جس سے سخت بدبو اٹھ رہی تھی۔ شاید وہ پیپ تھی۔ عمران نے پیالہ رکھنے کی بجائے یکدم دروازے پر دے مارا لیکن دوسرا لمحہ حیرت انگیز ثابت ہوا۔ پیالہ دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی غائب ہو گیا تھا۔

”او پھمن داس کے بچے۔ یہ کیا مذاق ہے۔“ عمران نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے غضبناک لہجے میں کہا لیکن پھمن داس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ٹھیک اسی لمحے باہر سے فائرنگ کی آواز سنائی دی تو عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کسی نے مشین پسل سے فائر کیا تھا اور عمران کے اندازے کے مطابق فائرنگ کی آواز مندر کے کسی حصے سے ابھری تھی۔ عمران کو یاد آیا کہ صدیقی اور جولیا کے پاس کرنل راجیش کے ماتحتوں کے مشین پسل تھے۔ شاید ان دونوں میں سے کسی نے فائر کیا تھا۔ یہ خیال آتے ہی اس نے اپنی جیب میں موجود مشین پسل نکالا اور پھر وای ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”مم۔ مگر۔ تمہیں کیا فائدہ ہوگا“..... عمران نے بوکھلا کر پوچھا۔
 ”تمہاری بک بک سے نجات مل جائے گی مجھے“..... پچھن
 داس نے کہا تو عمران نے محسوس کیا یہ آواز دروازے کی طرف سے
 آ رہی ہے۔

”پچھن داس۔ انہیں روکو ورنہ میں رونے لگوں گا“..... عمران
 نے فرش کی طرف دیکھتے ہوئے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

”رونے دھونے سے ان پچھوؤں کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ یہ پچھو
 ایک ہفتہ سے بھوکے ہیں“..... پچھن داس نے کہا تو عمران نے
 پچھوؤں کی طرف دیکھا جواب اس سے تقریباً دو قدم کے فاصلے پر
 پہنچ چکے تھے۔ دوسرے ہی لمحے اس نے مشین پسل کا رخ ان کی
 طرف کر کے فائر کر دیا۔ گولیوں کی تڑتڑاہٹ میں چند کریناک
 جھپیں سنائی دیں اور عمران نے دوسرا فائر دروازے کی طرف کر دیا۔
 دروازے میں کئی سوراخ ہو گئے لیکن پچھن داس کی چیخ نہ ابھری۔

تب عمران نے مشین پسل کا رخ پھر فرش کی طرف کر دیا لیکن
 دوسرے ہی لمحے وہ بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ فرش پر ایک بھی پچھو
 نظر نہ آ رہا تھا۔ حتیٰ کہ پچھوؤں والا ڈونگا اور ٹرے بھی غائب تھی۔
 عمران نے اطمینان کا گہرا سانس لیا اور دروازے کی طرف بڑھا۔
 قریب آ کر اس نے مشین پسل کی نال سے دروازے پر ٹھوکر لگائی
 لیکن کوئی رد عمل ظاہر نہ ہوا۔ تب اس نے دروازے کے ایک
 سوراخ سے آنکھ لگا کر باہر دیکھنے کی کوشش کی تو باہر تاریکی کے سوا

”ہیلو نعمانی۔ عمران کالنگ۔ اور“..... عمران نے نعمانی کو کال
 کرتے ہوئے کہا لیکن کئی لمحے گزر گئے اور نعمانی کی طرف سے کوئی
 جواب نہ ملا تو اس نے فریکوئنسی تبدیل کی اور جولیا کو کال کرنے لگا
 مگر جولیا سے بھی رابطہ قائم نہ ہوا تو عمران نے ٹرانسمیٹر آف کر
 دیا۔ اسی لمحے کمرے میں عجیب سی آوازیں گونجنے لگیں۔ عمران نے
 فرش پر نگاہ ڈالی اس نے یکدم گہرا کر قلابازی لگائی اور اس جگہ
 سے کئی فٹ دور جا کھڑا ہوا۔ ڈونگے کا ڈھکن اتر ا ہوا تھا اور فرش
 پر بڑے بڑے پچھو حرکت کرتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہے
 تھے اور ڈونگا خالی نظر آ رہا تھا۔ یقیناً وہ پچھو ڈونگے سے ہی نکلے
 تھے لیکن ڈونگے میں چھوٹے اور عام جسامت والے پچھو نظر آئے
 تھے جبکہ فرش پر ریگٹنے والے پچھو ان سے چار گنا بڑی جسامت کے
 تھے اور ان کے ڈنک یوں اٹھے ہوئے تھے جیسے وہ عمران کو کاٹنا
 چاہتے ہوں۔

”ہا۔ ہا۔ ہا۔ ڈرو مت عمران۔ مہاراج کے قیدیوں کو یہی کھانا
 دیا جاتا ہے۔ تم نے ان سے نفرت کی اس لئے اب یہ تمہیں
 کھائیں گے“..... دفعتاً پچھن داس کی قہقہہ دار آواز سنائی دی۔

”ڈر کون رہا ہے۔ میں تو سردی سے کانپ رہا ہوں“..... عمران
 نے لرزتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”ابھی یہ تمہارا خون چوسیں گے تو تمہاری سردی دور ہو جائے
 گی“..... پچھن داس کی روح نے ہنستے ہوئے کہا۔

فرش پر محسوس کر کے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ ڈالی تو گھڑی کی اندھیرے میں چمکتی سونیاں سبہ پہر کے چار بجے کا اعلان کر رہی تھیں جس کا مطلب تھا کہ وہ آٹھ گھنٹے بے ہوش رہا تھا۔ اس کے چاروں طرف تاریکی اور سناٹا تھا۔

چند لمحوں تک عمران سوچتا رہا کہ وہ کہاں ہے پھر اس نے دائیں بائیں فرش پر ہاتھ پھیلانے اور اٹھ بیٹھا۔ دن کا وقت ہونے کے باوجود وہاں پھیلی تاریکی کا مطلب تھا کہ وہ کسی بند جگہ پر ہے جہاں باہر کی روشنی نہیں پہنچ رہی تھی۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر گیس لائٹر نکالا اور جلا دیا۔ روشنی پھیلی تو اس نے آس پاس کا جائزہ لیا اور اس کی عقل خط ہو کر رہ گئی۔

عمران کا دل چاہا کہ وہ زور زور سے قہقہے لگائے کیونکہ یہ وہی کرہ تھا جہاں سے اس نے فرار ہونے کے لئے دروازہ توڑا تھا لیکن اب دروازہ بھی جون کا توں اپنی جگہ موجود تھا اور اس میں موجود گولیوں کے سوراخ بھی نظر آ رہے تھے۔ یقیناً پنڈت کالی داس کی غلام قوتوں نے اس کے فرار کی کوشش ناکام بنا دی تھی۔ عمران نے لائٹر بجھایا اور سوچنے لگا کہ کیا کیا جائے۔ پھر اچانک اسے اپنے ساتھیوں کا خیال آیا اور اس نے تیزی سے لباس میں پوشیدہ لائٹنگ ریج ٹرانسمیٹر نکال لیا۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کالنگ۔ اور“..... عمران نے صفدر کو کال کرتے ہوئے کہا۔

کچھ نظر نہ آیا۔ عمران نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی تو دروازہ نہ کھلا۔ شاید وہ باہر سے بند تھا۔ عمران نے مشین پستل جیب میں ڈالا اور پھر پیچھے ہٹ کر اس نے یکدم اچھلتے ہوئے دونوں پاؤں پوری قوت سے دروازے پر مارے اور دوسرے ہی لمحے دروازہ باہر جا گرا اور اس کے ساتھ ہی عمران بھی باہر پھیلی تاریکی میں گرنا چلا گیا۔ لیکن پھر اس پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی۔ وہ باہر کسی چیز سے ٹکرائے یا فرش پر گرے بغیر مسلسل گرنا چلا جا رہا تھا۔ شاید کمرے سے باہر کوئی گہری کھائی تھی یا کنواں جس میں اس کا جسم پیروں کے بل سیدھا گرنا جا رہا تھا۔ عمران نے تیزی سے دونوں ہاتھ پھیلا کر دائیں بائیں چلائے لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ تاریک خلاء میں گہرائی کی طرف گر رہا ہو۔

یہ پچو پچھن عمران کے لئے انتہائی حیرت انگیز اور خوفناک تھی۔ اس نے اپنے حواس بحال رکھنے کی کوشش کی اور سوچنے لگا کہ وہ کب اور کہاں جا گرے گا۔ یقیناً کوئی ماورائی قوت اسے مسلسل گہرائی کی طرف کھینچ رہی تھی۔ تقریباً دو منٹ گزر گئے۔ عمران کے اعصاب شل ہوتے جا رہے تھے۔ پھر اچانک ہی اس کے پاؤں کسی سخت چیز سے ٹکرائے اور وہ منہ کے بل گر گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ذہن ہر قسم کے احساس سے عاری ہو گیا۔ وہ بے حواسی یا بے ہوشی کی کیفیت میں کتنی دیر مبتلا رہا اس کا احساس اسے ہوش میں آنے پر ہی ہوا تھا۔ جب اس نے خود کو کسی ٹھنڈے اور پختہ

”لیس عمران صاحب۔ صدر انڈنگ یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد صدر کی آواز سنائی دی۔

”کیا پوزیشن ہے۔ تفصیل سے بتاؤ۔ اور“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”میں ایئر پورٹ پر کیپٹن پریم کے ہیلی کاپٹر میں موجود ہوں۔ تنویر اور صدیقی، ناصر علی کے ہمراہ کار میں صبح نو بجے روانہ ہو گئے تھے۔ شاید اب تک وہ منزل پر پہنچ چکے ہوں۔ اور“..... صدر نے جواب دیا۔

”کسی کو تم پر شبہ تو نہیں ہوا۔ شہر کی کیا صورت حال ہے۔ اور“..... عمران نے پوچھا۔

”نارمل۔ آپ کی گرفتاری کا اعلان ہونے کے بعد سرج آپریشن ختم کر دیا گیا ہے۔ ابھی ابھی کافرستانی سیکرٹ سروس کے چیف کی کیپٹن پریم کے موبائل فون پر کال آئی تھی۔ اس نے ہدایت کی ہے کہ میں سفر کے لئے تیار رہوں۔ وہ چار ساتھیوں کے ہمراہ ایئر پورٹ پر آ رہا ہے اور انہیں پنڈت کالی داس کے مندر جانا ہے۔ اور“..... دوسری طرف سے صدر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ذرا ہوشیاری سے اپنا کام کرنا۔ اور اینڈ آل۔“ عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ پھر وہ ٹرانسمیٹر پر ناصر علی کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔ لیکن اسی لمحے اس کے واچ ٹرانسمیٹر پر سنگل موصول ہوا اور اس نے واچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو عمران صاحب۔ صدیقی کالنگ۔ اور“..... ٹرانسمیٹر سے صدیقی کی آواز سنائی دی۔

”لیس۔ عمران انڈنگ یو۔ اور“..... عمران نے کہا۔ ”ہم تینوں جنگل میں داخل ہو چکے ہیں اور مندر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اور“..... صدیقی نے کہا۔

”گڈ۔ اسلحہ وغیرہ کی کیا پوزیشن ہے۔ اور“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

”آپ نے ناصر علی کو جس اسلحہ کے لئے کہا تھا وہ سب ہمارے پاس ہے۔ اور“..... صدیقی نے جواب دیا۔

”مندرجہ ذیل کیسے معلوم کیا۔ اور“..... عمران نے پوچھا۔ ”ایک دیہاتی ہماری رہنمائی کر رہا ہے۔ ہم نے اسے کچھ رقم دی ہے تاکہ وہ ہمیں مندر تک پہنچا دے۔ اور“..... صدیقی نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ یہاں پہنچنے کے بعد تم مندر کے عقب میں خود کو پوشیدہ رکھنا اور اپنے گائیڈ سے بھی نجات حاصل کر لینا۔ اور اینڈ آل“..... عمران نے کہا اور مزید چند ہدایات دے کر اس نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور نعمانی کو کال کرنے لگا لیکن کئی لمحوں تک کال کرنے کے باوجود نعمانی کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا تو اس نے جولیا کو کال کرنے کی کوشش کی مگر جواب نہ ملنے پر اس نے مایوس ہو کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹہ بعد واچ

اندر جانے کے بعد اگر صفدر ہیلی کا پٹر میں موجود رہے تو واچ ٹرانسمیٹر پر اسے کال کر کے اندر پہنچنے کی ہدایت کر دینا۔ تم لوگوں کو مندر کے پوجا پاٹ والے کمرے میں پہنچنا ہے جہاں ہنومان کا بت رکھا ہو گا۔ صفدر سے اس وقت رابطہ قائم کرنا جب وہ اکیلا رہ جائے۔ اور..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”بہت بہتر۔ کیا آپ اب بھی بدروحوں کے نرنخے میں ہیں۔ اور..... صدیقی نے پوچھا۔

”ہاں۔ لیکن شاید کچھ دیر بعد مجھے ذبح کرنے کے لئے پوجا پاٹ والے کمرے میں منتقل کر دیا جائے۔ اور اینڈ آل..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور واچ ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ پھر وہ دوبارہ نعمانی سے واچ ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا لیکن اسی لمحے چھت سے کوئی سیاہ رنگ کا چڑا سا عمران کے سر پر آگرا اور اس پر غنودگی طاری ہوتی چلی گئی۔

ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا تو اس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو عمران صاحب۔ صدیقی کالنگ۔ اور..... ٹرانسمیٹر سے صدیقی کی آواز سنائی دی۔

”یس۔ عمران اسٹنڈنگ یو۔ اور..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”ہم مندر کے عقب میں پہنچ گئے ہیں۔ اور..... صدیقی نے اطلاع دیتے ہوئے کہا۔

”اس جانب کی کیا پوزیشن ہے۔ اور..... عمران نے پوچھا۔

”اس طرف ایک بوسیدہ سا دروازہ ہے جو بند نظر آ رہا ہے۔ عمارت سے تقریباً پندرہ قدم کے فاصلے پر جنگل کے درخت ہیں۔ ہم انہی درختوں کی آڑ میں ہیں۔ مندر کے عقب میں کوئی ذی روح موجود نہیں ہے۔ البتہ مندر کے سامنے کافی کشادہ جگہ خالی ہے۔ مندر کے چھانگ کے باہر دس بارہ پجاری بیٹھے ہیں۔ کچھ یا تریوں نے درختوں کے پاس تکیے لگائے ہوئے ہیں۔ ان میں زیادہ تر بوڑھے لوگ ہیں۔ میں اس جانب کا جائزہ لے کر آیا ہوں۔ اور..... صدیقی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جیسے ہی کافرستانی سیکرٹ سروس کا ہیلی کاپٹر لینڈ کرے اور کافرستانی سیکرٹ سروس کے افراد مندر میں داخل ہوں تم لوگ عقبی دروازے سے مندر میں داخل ہو جانا۔ اس طرف سے ممکن نہ ہو تو فرنٹ کی طرف سے اندر آنا ہو گا۔ جنرل پران کے

اپنی دانست میں اسے بھی ہلاک کر کے فرار ہو گئے تھے۔

”چیف۔ کیا یہ زیادہ بہتر نہ ہوتا کہ پنڈت کالی داس پاکیشیائی ایجنٹوں کو ہمارے حوالے کر دیتا“..... دوران سفر اچانک کرنل راجیش نے کسی خیال کے تحت آگے بیٹھے جنرل پران کو مخاطب کرتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اس سے کیا ہوتا۔ ہم شاید عمران کو اس طرح سزا نہ دے سکتے جیسے پنڈت کالی داس نے اسے موت کے گھاٹ اتارنے کا سوچ رکھا ہے“..... جنرل پران نے سامنے دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

”چیف۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے جس طرح ہمارے پراجیکٹ اور چھاؤنی کو تباہ کیا ہے اور جس قدر آدمی مارے گئے اس سے عوام میں حکومت کے خلاف کافی اشتعال پیدا ہوا ہے۔ ہم عمران کو شہر کے کسی چوراہے پر سرعام موت کی سزا دیتے تو عوام کا غصہ ٹھنڈا ہوتا۔ پنڈت کالی داس، عمران کو قتل کرے گا تو ہمارے بارے میں عوام کے تاثرات منفی ہوں گے اور ثبوت کے بغیر عوام عمران کی موت کا یقین نہیں کریں گے“..... کرنل راجیش نے اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”میں نے پنڈت مہاراج سے بات کی تھی لیکن وہ نہیں مانا۔ وہ اپنی قسم پوری کرنا چاہتے ہیں اور چونکہ عمران کو انہوں نے ہی پکڑا ہے اس لئے ہم انہیں مجبور نہیں کر سکتے۔ ہمارے لئے اتنا ہی کافی

ہیلی کاپٹر میں پائلٹ کے علاوہ پانچ افراد سوار تھے۔ پائلٹ کے ساتھ والی سیٹ پر کافرستانی سیکرٹ سروس کا سربراہ جنرل پران بیٹھا تھا جبکہ اس کے چار ماتحت عقبی سیٹوں پر بیٹھے تھے۔ ان چار میں کرنل راجیش بھی شامل تھا جو دو نشستوں پر تنہا تقریباً نیم دراز تھا۔ اس کا دایاں بازو ہاتھ سے لے کر کندھے تک ٹٹیوں میں لپٹا ہوا تھا۔ گلے میں ایک پٹی حائل تھی جس میں اس نے بازو رکھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر جسمانی کمزوری ظاہر ہو رہی تھی۔ اگرچہ جنرل پران اسے ساتھ نہیں لانا چاہتا تھا لیکن کرنل راجیش کے اصرار پر وہ مان گیا تھا۔

کرنل راجیش اپنی آنکھوں سے عمران اور اس کے ساتھیوں کا حشر دیکھنا چاہتا تھا جنہوں نے اس کی آنکھوں کے سامنے کافرستانی سیکرٹ سروس کے نہ صرف پانچ بہترین ایجنٹوں کو قتل کر دیا تھا بلکہ

ہے کہ عمران اور اس کے ساتھی کسی نہ کسی طرح مارے جائیں تاکہ حکومت ہمیں ہونے والی تباہی کا ذمہ دار قرار دے کر سزا نہ دے۔..... جنرل پران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ آپ ایک مرتبہ پھر پنڈت کالی داس کو یہ باور کرانے کی کوشش کریں کہ حکام اور عوام کے اطمینان کے لئے پاکیشیائی ایجنٹوں کو سرعام سزا دینا ضروری ہے۔ میڈیا کے ذریعے ان کی موت کا منظر پوری دنیا کو دکھایا جائے گا تو ہمارے دشمن ممالک پر ہماری دھاک بیٹھ جائے گی اور آئندہ پاکیشیا کو جرأت نہ ہو سکے گی کہ ہمارے ملک کے خلاف کوئی سازش کرے یا اپنے ایجنٹوں کو یہاں بھیجے۔ اس کے علاوہ پوری دنیا میں پنڈت کالی داس کا بھی چرچا ہو جائے گا۔..... عقبی نشست پر بیٹھے کیپٹن جوگندر نے جنرل پران کی طرف دیکھتے ہوئے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”لیس چیف۔ کیپٹن جوگندر درست کہہ رہا ہے۔..... کیپٹن جوگندر کے ساتھ بیٹھے کیپٹن انیل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں ٹرائی کرتا ہوں۔..... جنرل پران نے ہنس کر کہا اور جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر اس کے دو بٹن پریس کر دیئے۔

”ہیلو مہاراج۔ جنرل پران بول رہا ہوں۔ اور۔..... جنرل پران نے ٹرانسمیٹر چہرے کے قریب کر کے کہا۔

”ہاں جنرل پران۔ پنڈت کالی داس بول رہا ہوں۔ کیا تم لوگ

آ رہے ہو۔ اور۔..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے کالی داس کی آواز سنائی دی۔

”جی ہاں مہاراج۔ ہم راستے میں ہیں۔ کیا پاکیشیائی ایجنٹوں کے قتل کی تیاری مکمل ہو گئی ہے۔ اور۔..... جنرل پران نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”تیاری کیا کرنی ہے۔ وہ بے ہوش پڑے ہیں۔ ابھی انہیں کوشنریوں سے نکال کر پوجا والے کمرے میں لایا جائے گا اور پھر دیوتا کو بھینٹ دی جائے گی۔ اور۔..... کالی داس کی ہنستی ہوئی آواز سنائی دی۔

”مہاراج۔ یہ تو ان مجرموں کے لئے بہت آسان موت ہو گی۔ اور۔..... جنرل پران نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”تو پھر۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو جنرل پران۔ اور۔..... کالی داس نے چوکتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”مہاراج۔ میرا مطلب ہے کہ وہ لوگ انتہائی اذیت ناک موت کے مستحق ہیں۔ دیکھیے۔ پاکیشیائی ایجنٹوں نے ہمارے غریب عوام کی کمائی سے بنایا ہوا ایک عظیم میزائل پراجیکٹ تباہ کیا ہے۔ کمرہ روپے کا نقصان پہنچا ہے ہمارے ملک کو۔ اس کے علاوہ فوجی چھاؤنی کو بھی بموں سے اڑایا ہے اور ملک کا دفاع کرنے والے چھ سات سو بہادر جوانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ ان جوانوں کی بیویاں، شوہروں سے اور بچے باپ کے سائے سے محروم

ہو گئے ہیں۔ مائیں اپنے بہادر بیٹوں کی موت پر پاگل ہو رہی ہیں۔ عوام حکومت کے خلاف احتجاج کر رہی ہے اور سب کا مطالبہ ہے کہ پاکیشیائی ایجنٹوں کو سرعام پھانسی پر لٹکایا جائے۔ قاتلوں کو مرتے دیکھ کر ہی عوام کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گا۔ اور..... جنرل پران نے بڑی چالپوسی سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو جنرل پران۔ اور..... دوسری طرف سے پنڈت کالی داس نے متاثر لہجے میں کہا۔

”اس لئے حکومت کی خواہش ہے کہ آپ پاکیشیائی ایجنٹوں کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ انہیں عوام کے سامنے سزا دی جائے ورنہ اندیشہ ہے کہ دیش میں بغاوت پھیل جائے گی اور بغاوت ہوئی تو ہمارا دشمن موقع سے فائدہ اٹھا کر ہمارے ملک پر حملہ کر دے گا جس کے نتیجے میں ہمیں انیس سو پینسٹھ کی طرح نہ صرف ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑے گا بلکہ جنگ میں ہمارے لاکھوں سپاہی بھی مارے جائیں گے اور ہماری دھرتی پر ہمارے دھرم کے دشمنوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ اور..... جنرل پران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے جنرل پران۔ اگر تمہاری خواہش ہے کہ عوام کو یقین دلایا جائے کہ دشمن ایجنٹوں کو قتل کر دیا گیا ہے تو میں انہیں دیوتا کے چرنوں میں ذبح کرنے اور عمران کے خون سے غسل کرنے کے بعد ان کی لاشیں تمہارے حوالے کر دوں گا۔ اور.....

پنڈت کالی داس نے حتیٰ لہجے میں کہا۔

”مہاراج۔ آپ نے عمران کے خون سے غسل کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔ آپ اسے ضرور پورا کریں لیکن اس کے باقی دو ساتھیوں کو ہمارے حوالے کر دیں تو یہ آپ کا احسان ہو گا پوری قوم پر۔ اور..... جنرل پران نے پینترا بدلتے ہوئے لجاجت بھرے لہجے میں کہا۔

”تم نے بھی تو انہیں قتل کرنا ہے۔ عمران کے بعد میں انہیں ختم کر دوں گا تو کیا فرق پڑے گا۔ اور..... پنڈت کالی داس نے کہا۔

”مہاراج۔ بے شک انہیں موت کی سزا دی جائے گی لیکن عمران کے تین ساتھی مفور ہیں اور انہوں نے میزائل پراجیکٹ تباہ کیا ہے۔ آپ کے پاس جو عمران کے دو ساتھی ہیں ان میں جولیا نامی لڑکی پاکیشیا سیکزٹ سروس کی ڈپٹی چیف ہے۔ ہم ان سے مفور افراد کے بارے میں پوچھ گچھ کریں گے اور انہیں گرفتار کرنے کے بعد پانچوں کو ایک ساتھ سزا دیں گے۔ اور..... جنرل پران نے وضاحت سے پنڈت کالی داس کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

”خیر۔ اگر ایسی بات ہے تو بے شک ان دونوں کو لے جانا۔ البتہ انہیں سزا ضرور دینا۔ اور اینڈ آل..... پنڈت کالی داس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جنرل پران نے ٹرانسمیٹر

آف کر کے جیب میں رکھ لیا۔

”سن لیا کرنل راجیش۔ مہاراج، جولیا اور اس کے ساتھی کو ہمارے حوالے کرنے پر رضامند ہو گئے ہیں“..... جنرل پران نے پیچھے دیکھے بغیر کہا۔

”بیس چیف۔ جولیا کو میں خود سزا دوں گا“..... کرنل راجیش نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ کیا تم نے بھی قسم کھا رکھی ہے مہاراج کی طرح۔“ جنرل پران نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

”قسم نہیں سر۔ لیکن میں اس سوئس نژاد سے انتقام لینے کے لئے بے چین ہوں۔ عمران نے مجھ پر فائرنگ کی تھی“..... کرنل راجیش نے کہا۔

”فائرنگ عمران نے کی تھی اور انتقام تم جولیا سے لینا چاہتے ہو۔ میں سمجھا نہیں“..... جنرل پران نے چوکتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ میں جولیا پر فائر کرنے لگا تھا اور عمران نے جولیا کو بچانے کے لئے مجھ پر فائرنگ کر دی۔ اگر جولیا میرے ہاتھوں ماری جاتی تو پھر عمران وہاں سے فرار نہ ہو سکتا تھا“..... کرنل راجیش نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو جنرل پران نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

”کیپٹن پریم۔ ابھی کتنا فاصلہ باقی ہے“..... کرنل راجیش نے پائلٹ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

”چند منٹ میں ہم منزل پر پہنچ جائیں گے“..... پائلٹ کیپٹن پریم نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہمیں سورج ڈوبنے سے پہلے مندر پہنچنا ہے کیپٹن کیونکہ سورج غروب ہونے کے فوراً بعد اس ماہ کا نیا چاند طلوع ہوتے ہی پنڈت کالی داس نے عمران کو ہومان جی کی بھیٹ چڑھانا ہے“..... جنرل پران نے پائلٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آپ فکر مت کریں سر۔ ہم سورج ڈوبنے سے پندرہ منٹ پہلے وہاں پہنچ جائیں گے“..... کیپٹن پریم نے یقینی لہجے میں کہا تو جنرل پران مطمئن ہو گیا۔ پھر واقعی پندرہ منٹ بعد ہیلی کاپٹر مندر والے جنگل پر پہنچ گیا۔ جنرل پران نیچے کا منظر دیکھنے لگا۔ ہیلی کاپٹر جنگل کے درختوں سے تقریباً پچاس فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ کیپٹن پریم ہیلی کاپٹر کی بلندی بتدریج کم کرنے لگا۔ سورج مغرب میں جھٹکا چلا جا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد جنگل کے وسط میں ایک کھنڈر نما عمارت دکھائی دی جو ایک ہزار سالہ قدیم مندر تھا تو کیپٹن پریم نے مندر کے گرد چکر لگایا اور پھر مندر کے سامنے کھلے میدان کے اوپر پہنچ گیا۔

”سر۔ ہم پہنچ گئے ہیں۔ میں لینڈنگ کر رہا ہوں“..... کیپٹن پریم نے جنرل پران کی طرف دیکھے بغیر کہا اور ہیلی کاپٹر کو میدان میں اتارنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر زمین پر اتر گیا تو کیپٹن پریم نے انجن بند کر دیئے۔ ہیلی کاپٹر کے پروں کی گردش سے اٹھنے

رام نے موڈ بانہ لہجے میں کہا اور مندر کے دروازے کی طرف پلٹ گیا۔ جنرل پران اور اس کے ماتحت گوبی رام کے پیچھے چلتے ہوئے مندر میں داخل ہو گئے۔ پائلٹ کیپٹن پریم کے روپ میں صفدر انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں اپنی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ جنرل پران اور اس کے ماتحتوں کے اندر جانے کے بعد صفدر سوچنے لگا کہ تنویر، صدیقی اور ناصر علی کو کال کر کے طلب کرے اور ان کے ہمراہ مندر میں داخل ہو جائے۔ اسی لمحے اس کے وائچ ٹرانسمیٹر پر گنگنل موصول ہوا اور اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو صفدر۔ صدیقی کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے صدیقی کی آواز سنائی دی۔

”ہیں۔ صفدر انڈنگ یو۔ تم لوگ کہاں ہو۔ اوور“..... صفدر نے بے چین سے لہجے میں پوچھا۔

”مندر کے عقب میں۔ عمران صاحب کی ہدایت ہے کہ ہم مندر کے عقبی دروازے سے پوجا پاٹ والے کمرے میں پہنچیں اور تم فرنٹ کی طرف سے اندر آؤ لیکن عقبی دروازہ سختی سے بند ہے اور اسے توڑنے کی کوشش میں اندر موجود لوگ چوکنے ہو جائیں گے۔ اس لئے ہمیں تمہارے ساتھ اندر جانا پڑے گا۔ چونکہ تم پائلٹ ہو اس لئے مندر کے پجاری ہمیں تمہارے ہمراہ دیکھ کر شبہ نہ کر سکیں گے۔ اوور“..... صدیقی نے کہا۔

”آل رائٹ۔ میں ہیلی کاپٹر کے عقب میں دھختوں کے پیچھے تمہارا انتظار

والے گرد و غبار سے گھبرا کر مندر کے باہر بیٹھے پجاری ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ پھر جونہی ہیلی کاپٹر کے پروں کی گردش بند ہوئی کیپٹن پریم نے ایک بٹن پر پریس کیا اور دوسری طرف کا دروازہ کھل گیا۔ اس دوران گرد و غبار تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ سب سے پہلے جنرل پران ہیلی کاپٹر سے باہر آیا اور پھر دوسرے افراد اترے۔ جوگندر اور ائیل نے کرٹل راجیش کو سہارا دے کر ہیلی کاپٹر سے اتارا۔ گرد و غبار سے ڈر کر بھاگنے والے پجاری دور کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اسی لمحے مندر کے دروازے سے ایک پجاری باہر آیا۔ اس نے صرف ایک جھمک کر کے گرد لپیٹ رکھا تھا اور گلے میں موٹے دانوں کی مالا لٹک رہی تھی۔ پیشانی پر تلک اور تین سفید متوازی لکیریں کھینچی ہوئی تھیں۔ وہ پجاری ان لوگوں کی طرف بڑھا۔

”یہ کون ہے“..... جنرل پران نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔

”چیف۔ یہ مندر کا مہا پجاری گوبی رام ہے۔ غالباً آپ کے استقبال کے لئے مہاراج نے اسے بھیجا ہے“..... کیپٹن جوگندر نے جلدی سے کہا۔ مہا پجاری گوبی رام نے قریب آ کر جنرل پران کو ہاتھ باندھ کر منستے کہا تو جنرل پران نے بھی جواباً اسے پرنام کیا۔

”آئیے جناب۔ مہاراج آپ کا انتظار کر رہے ہیں“..... گوبی

اٹھانے لگے۔ درختوں سے نکل کر وہ اطمینان سے مندر کی طرف
 بڑھنے لگے۔ مندر کے باہر بیٹھے پجاری انہیں دیکھ رہے تھے۔ ان
 کے چہروں سے حیرت مترشح تھی کیونکہ انہوں نے صفدر کو تنہا
 درختوں کی طرف جاتے دیکھا اور اب اس کے ہمراہ تین افراد اور
 تھے لیکن کسی پجاری نے ان سے پوچھ گچھ یا بات کرنے کی جرأت
 نہ کی اور وہ چاروں کھلے دروازے سے مندر میں داخل ہو گئے۔

کرتا ہوں۔ تم جلدی سے آ جاؤ۔ اور اینڈ آل“..... صفدر نے کہا
 اور واج ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور ہیلی کاپٹر سے اتر کر عقب کی
 طرف بڑھ گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر کے عقب میں آ کر کچھ فاصلے پر واقع
 کھنے درختوں کی طرف بڑھا تو چند پجاری اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ
 پجاری اب مندر کے دروازے کی دونوں جانب سیڑھیوں پر واپس آ
 بیٹھے تھے۔

صفدر درختوں میں داخل ہوا اور چند قدم چل کر رک گیا۔ تقریباً
 دو منٹ بعد اسے قدموں کی آہٹیں اور خشک پتوں کے چرچرانے کی
 آوازیں سنائی دینے لگیں جو جلد ہی قریب آ گئیں۔ پھر نیم تاریکی
 میں اسے تنویر، صدیقی اور ناصر علی دکھائی دیئے۔ سورج کی آخری
 کرنیں مندر کے سامنے والے حصے پر پڑ رہی تھیں اس لئے
 درختوں میں تاریکی زیادہ نہ تھی۔

”آؤ۔ نارل رفتار سے باہر نکلتا۔ دروازے پر چند پجاری موجود
 ہیں“..... صفدر نے آہستہ سے کہا۔

”سورج ڈوبنے میں دو تین منٹ باقی ہیں۔ ہمیں دیر ہو گئی تو
 ہمارے ساتھی نہیں بچ سکیں گے“..... تنویر نے تیزی سے کہا۔

”نہیں۔ اب صرف عمران صاحب ہی کالی داس کا ٹارگٹ
 ہیں۔ مس جولیا اور نعمانی کو کافرستانی سیکرٹ سروس والے ساتھ لے
 جائیں گے تاکہ ان سے ہمارے بارے میں پوچھ گچھ کر سکیں۔“
 صفدر نے واپس چلتے ہوئے کہا تو وہ تینوں اس کے پیچھے قدم

سرخ آنکھیں اور سرخ ہونٹوں میں سے باہر کو لگتی ہوئی سرخ زبان دکھائی دے رہی تھی۔ فرش پر اس کے دونوں پاؤں کے درمیان دو فٹ کا فاصلہ تھا۔ مجسمے کے گلے میں تازہ جنگلی پھولوں کے کئی ہار لٹک رہے تھے اور اس کا چہرہ بندر سے مشابہ تھا۔ اس کے پیروں کے درمیان جنگلی گلاب کے پھولوں کا ڈھیر رکھا تھا جبکہ دائیں بائیں پتھر کے گول اگر دانوں میں صندل اور لوہان سلگ رہے تھے جن سے خوشبودار دھوئیں کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ مجسمے کے دائیں بائیں دیواروں میں بنے طاقتوں میں سرسوں کے تیل کے کئی چراغ جل رہے تھے اور ان کی تیز روشنی میں ہر چیز واضح دکھائی دے رہی تھی۔

جولیا اور صدیقی کے قدموں سے پانچ چھ فٹ کے فاصلے پر بچھے دری نما قالین پر مجسمے کے قدموں کے قریب پتھر کی ایک مربع فٹ لمبی، ایک مربع فٹ چوڑی اور تین فٹ بلند ریل رکھی تھی جس کی بالائی سطح پر خشک اور جما ہوا سیاہ خون دکھائی دے رہا تھا۔ ریل کی بالائی سطح پر دو نالیاں بنی ہوئی تھیں جو ریل کے کناروں سے نیچے جا رہی تھیں اور ان کے نیچے دونوں جانب پتھر سے تراشے ہوئے دو بڑے بڑے پیالے رکھے تھے۔ ریل کے قریب ہی عمران فرش پر دراز تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ شاید وہ بے ہوش تھا۔ اس کی دوسری جانب دو بٹے کئے اور برہنہ تن پجاری کھڑے تھے جو ادھیڑ عمر تھے۔ انہوں نے صرف جہمند باندھ رکھے تھے۔ برہنہ

نعمانی اور جولیا کو بیک وقت ہوش آیا تو حواس بحال ہوتے ہی انہیں چوکیدار کا پتہ چل گیا اور اس کے ساتھ ہی ان پر خوف طاری ہوتا چلا گیا۔ یہ ایک بہت بڑا ہال نما کمرہ تھا جس میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چار ستون بنے ہوئے تھے۔ بائیں جانب کے دو ستون ایک دوسرے سے تقریباً چھ فٹ کے فاصلے پر تھے۔ وہ ان ستونوں کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ ان کے جسموں کے گرد مضبوط رسیاں لپیٹی ہوئی تھیں جبکہ ان کے ہاتھ عقب میں بندھے ہوئے تھے۔

بائیں جانب کمرے کا منقش چوبی دروازہ تھا اور دروازے کے سامنے والی دیوار کے پاس ایک بہت بڑا پتھر والا مجسمہ رکھا تھا جس کی بلندی کم از کم آٹھ فٹ اور چوڑائی تین فٹ تھی۔ سیاہ رنگ کا وہ مجسمہ ہنومان دیوتا کا تھا۔ اس کے خونخاک چہرے پر بڑی بڑی

رہا تھا کہ پنڈت کالی داس عمران کو دیوتا کی بھینٹ چڑھانے کے لئے ذبح کرنے والا ہے اور اسی خیال سے نعمانی اور جولیا خوفزدہ تھے۔ عمران نے انہیں بتایا تھا کہ پہلے اسے ذبح کر کے اس کے خون سے پنڈت کالی داس غسل کرے گا اور اس کے بعد ان دونوں کی باری آئے گی۔

جولیا کو اپنی نہیں عمران کی فکر نے اضطراب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ لیکن وہ بے بس تھی۔ قید کے دوران نعمانی نے مشین پمپ سے سانپ نما کیتروں پر فائر کیا تھا اور اندھیرا ہوتے ہی ان دونوں پر بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔ اس کے بعد انہیں اب ہوش آیا تھا اس لئے وہ واج ٹرانسمیٹر پر عمران سے دوبارہ بات نہیں کر سکے تھے۔ ان کے ہاتھ اور گردن سے کمر تک جسم مضبوط رسیوں کی گرفت میں تھے جن سے آزادی حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔ خوفناک ماحول سے دہشت محسوس کرنے کے باوجود جولیا کے ذہن پر اس خیال سے ہتھوڑے برس رہے تھے کہ کیا عمران اس کی نگاہوں کے سامنے قتل ہو جائے گا۔ کیا وہ خوفناک بوڑھا اس کے محبوب کے خون سے غسل کرنے کے ارادے میں کامیاب ہو جائے گا۔ کیا وہ عمران کی موت کا منظر دیکھ کر زندہ رہ سکے گی۔

کاش وہ عمران کو بچانے کی کوشش کر سکتی۔ کاش وہ اپنی جان دے کر عمران کو بچا لیتی جس کی چاہت میں اس نے اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر پاکیشیا کو اپنا وطن بنایا تھا اور عمران کی سنگت میں ملک

سینوں پر سفید رنگ سے تین متوازی لکیریں کھنچی ہوئی تھیں۔ ایسی ہی لکیریں ان کی پیشانیوں پر بھی نظر آ رہی تھیں۔ ان کی گردنوں میں موٹے سیاہ دانوں کی مالا لکیریں تھیں۔ ان کی رنگت سیاہ تھی اور شکلیں بھی بے حد خوفناک تھیں۔ ان کی آنکھیں ڈراؤنی لگ رہی تھیں اور ان کے سر اور بھنوں کے بال غائب تھے۔

پتھر کی رسل اور مجسمے کے درمیان فرش پر ایک اور خوفناک شخصیت موجود تھی۔ وہ مجسمے کی طرف رخ کئے آلتی پالتی مارے بیٹھا ایک بے حد عمر رسیدہ شخص تھا۔ ضعیف العمر ہونے کے باوجود وہ کافی صحت مند نظر آ رہا تھا۔ اس کے جسم پر زرد رنگ کی چادر کمر تک لپیٹی ہوئی تھی۔ باقی بدن برہنہ تھا۔ اس کی بھنویں اور پلکیں تک سفید تھیں۔ سر گنجا اور چہرے سمیت پورے بدن پر چچک کے پرانے سیاہ داغ نظر آ رہے تھے۔ اس کی پیشانی پر تلک کا موٹا سا نشان اور گلے میں موٹے دانوں کی مالا لکیریں تھیں۔ آنکھیں چھوٹی اور گول تھیں لیکن ان میں خون جیسی سرخی تھی۔ اس کے سیاہ چہرے پر خباثت پھیلی ہوئی تھی۔ وہ بوڑھا دونوں ہاتھ سینے پر باندھے مجسمہ کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ اس کی آواز نہیں نکل رہی تھی لیکن ہونٹ حرکت کر رہے تھے۔

صدیقی اور جولیا اسے دیکھتے ہی سمجھ گئے تھے کہ وہ مکروہ شکل بوڑھا پنڈت کالی داس ہے۔ پتھر کی چوڑہ نما رسل پر جما ہوا سیاہ خون اور اس کے قریب پڑے عمران کے بے ہوش جسم سے ظاہر ہو

سے کہا۔

”تمہارا نام جولیا ہے نا“..... پنڈت کالی داس نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ جولیا کے جواب پر اس کے مکروہ چہرے پر غصے کی کیفیت نظر آنے لگی تھی۔

”ہاں۔ لیکن تمہیں کیسے پتہ چلا“..... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”میں سب کچھ جانتا ہوں بے وقوف لڑکی۔ مجھے ابھی ابھی میری غلام روح نے بتایا ہے کہ تم اس اپراڈھی عمران کے عشق میں مبتلا ہو اور اس کی جان بچانے کے لئے اپنی جان دینا چاہتی ہو۔ لیکن تمہاری یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ ابھی تمہاری آنکھوں کے سامنے میں تمہارے محبوب کی گردن کاٹوں گا اور اس کے خون سے غسل کروں گا مگر تم کچھ نہیں کر سکو گی۔ عمران کی موت کے صدے سے تمہاری جان نکل جائے گی اور اگر تم زندہ رہ گئیں تو میں تمہیں اور تمہارے ساتھی کو جہنم پران کے حوالے کر دوں گا۔ اس نے درخواست کی ہے کہ تم دونوں کو ہلاک کرنے کی بجائے ان کے حوالے کر دوں تاکہ وہ تم سے تمہارے بقیہ مفروز ساتھیوں کے بارے میں پوچھ گچھ کر کے انہیں گرفتار کرے اور پھر تم پانچوں کو شہر میں عوام کے سامنے پھانسی پر لٹکا دیا جائے“..... کالی داس نے مسلسل بولتے ہوئے انتہائی غضبناک لہجے میں کہا تو جولیا ایک لمحے کے لئے سہم کر رہ گئی۔ نعمانی بھی خوفزدہ ٹکا ہوں سے کالی داس کی

کی خاطر کئی مرتبہ جان کی بازی لگانے سے بھی گریز نہیں کیا تھا۔ بے بسی کے عالم میں اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے لیکن اس سے پہلے کہ آنسو آنکھوں کی قید سے آزاد ہوتے اچانک پنڈت کالی داس اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے رخ بدل کر وہاں کھڑے دونوں پجاریوں کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

”گوپی رام۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جنرل پران ہماری حدود میں پہنچ گیا ہے۔ جاؤ مہمان کو عزت و احترام سے یہاں لے آؤ۔ نیا چاند طلوع ہونے میں بہت کم وقت رہ گیا ہے“..... پنڈت کالی داس کے منہ سے عجیب سی سرسراتی ہوئی آواز نکلی تو دونوں میں سے ایک پجاری پلٹا اور کھلے دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد کالی داس نے نعمانی کی طرف دیکھا اور پھر جولیا پر اس کی نگاہیں جم سی گئیں۔ اس کی آنکھوں کی خوفناک چمک دیکھ کر ایک لمحہ کے لئے جولیا کے پورے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ کر رہ گئی اور اس نے بے اختیار نگاہیں جھکا لیں۔

”اے لڑکی۔ تمہارا اس نانا کار عمران سے کیا رشتہ ہے جو تم اس کے لئے اس قدر پریشان ہو رہی ہو“..... دفعتاً کالی داس نے جولیا سے پوچھا تو جولیا کو حیرت کا جھٹکا لگا کہ کالی داس کو اس کی کیفیت کا اندازہ کیسے ہوا۔

”عمران میرا ہمدرد اور ساتھی ہے“..... جولیا نے سنبھل کر آہستہ

طرف دیکھ رہا تھا۔

”سنو خبیث آدمی۔ اگر تمہیں میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہو ہی گیا ہے تو مجھے آزاد کر دو۔ پھر میں دیکھوں گی کہ تم کیسے عمران کو قتل کرتے ہو۔ میں تمہارا خون پی جاؤں گی“..... دفعتاً جولیا نے کسی زخمی شیرنی کی مانند گرجتے ہوئے کہا تو کالی داس نے چونک کر جولیا کی طرف حیرت سے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے غیض و غضب سے اس کی آنکھیں شعلہ بار ہو گئیں۔

”مہاراج۔ کیا میں اس بد زبان ناری کی زبان کاٹ ڈالوں۔“
سامنے کھڑے پجاری نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

”نہیں سیوک۔ یہ زبان نہیں اس کی جوانی بول رہی ہے اور جوانی کا جوش جزل پران کے آدمی ختم کریں گے“..... کالی داس نے جولیا کو گھورتے ہوئے درندگی بھرے لہجے میں کہا تو جولیا نے جواب میں کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اسی لمحے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں اور کالی داس دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ نعمانی اور جولیا بھی اس طرف متوجہ ہوئے۔ دروازے سے گوبی رام پجاری اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر بلڈاگ شکل شخص اور چند دوسرے افراد تھے۔ ان میں سے ایک آدمی کو نعمانی اور جولیا نے فوراً پہچان لیا۔ وہ کرنل راجیش تھا۔ اس کا دایاں بازو زخمی تھا جس پر ہاتھ سے لے کر کندھے تک بینڈیج دکھائی دے رہی تھی۔ گوبی رام کے پیچھے وہ لوگ بھی اندر آ گئے اور گوبی

رام دوسرے پجاری کے پاس جا رکا۔ ادھیڑ عمر شخص یقیناً جزل پران تھا۔ اندر آ کر ان سب نے ہاتھ باندھ کر پنڈت کالی داس کو پرنام کیا۔ جواب میں کالی داس نے بھی انہیں پرنام کیا اور آگے بڑھا۔ وہ فرش پر بے ہوش پڑے عمران کے پہلو میں آ رکا اور جزل پران نے بڑھ کر کالی داس کے قدموں کو چھوا تو پنڈت کالی داس نے اس کے جھکے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرا اور جزل پران سیدھا ہو کر ایک طرف ہٹ گیا۔ جزل پران کے بعد اس کے ماتحتوں نے بھی کالی داس کی قدم پوسی کی۔

”کرنل راجیش۔ تمہارے بازو کو کیا ہوا“..... پنڈت کالی داس نے کرنل راجیش کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
”مہاراج۔ عمران نے میرا بازو گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا۔ مرتے مرتے بچا ہوں“..... کرنل راجیش نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”تم تو بچ گئے ہو لیکن یہ نابکار نہیں بچے گا موت سے۔ اس کا آخری وقت آ پہنچا ہے۔ اچھا ہوا جزل پران کے ساتھ تم بھی آ گئے۔ اب دیکھو میں اپنے ملک و قوم اور دھرم کے اس دشمن کو کیسے ذبح کرتا ہوں۔ اس کا لاشہ تڑپتے دیکھ کر تم خوشی کے مارے اپنی تکلیف بھول جاؤ گے۔ اس کے بعد میں چند لمحوں میں تمہارا زخم ٹھیک کر دوں گا“..... پنڈت کالی داس نے مکروہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

”لیکن مہاراج۔ عمران تو بے ہوش ہے۔ یہ کیسے تڑپے گا۔“
کرتل راجیش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کچھن داس۔ عمران کو ہوش میں لاؤ۔“..... پنڈت کالی داس نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے تھکمانہ لہجے میں کہا تو سب لوگوں کی نگاہیں عمران پر مرکوز ہو گئیں۔ ایک لمحہ بعد عمران کی آنکھوں میں حرکت ہوئی اور وہ آنکھیں کھول کر چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے سر گھما کر آس پاس کا جائزہ لیا اور وہ چونکتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

”میں کہاں ہوں۔ تم لوگ کون ہو۔“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں پنڈت کالی داس ہوں اپرا دھی۔“..... پنڈت کالی داس نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”تم اپرا دھی ہو۔ تم نے کون سا گناہ کیا ہے۔“..... عمران نے چونکتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”تمہیں اپرا دھی کہا ہے میں نے اور تم نے میری قوم کے جوانوں کو قتل کرنے کا گناہ کیا ہے۔“..... پنڈت کالی داس نے غراتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ باقی لوگ یہاں کیوں آئے ہیں پنڈت کالی داس۔“..... عمران نے جزل پران اور اس کے پیچھے کھڑے افراد کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”تمہاری موت کا نظارہ کرنے کے لئے۔ چلو اپنا سراں پتھر پر رکھ دو۔“..... کالی داس نے غراتے ہوئے کہا۔

”رحم کرو مہاراج۔ میں بہت کمزور آدمی ہوں۔ میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔“..... عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”اب تمہاری شادی موت کے ساتھ ہوگی اور تمہاری اس جولیا سے کرتل راجیش شادی کرے گا۔“..... کالی داس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

”بج۔ جو۔ جولیا۔ کیوں مذاق کرتے ہوئے مہاراج کالی گھاس۔“..... عمران نے بوکھلا کر ہکلاتے ہوئے کہا۔

”مہاراج۔ نیا چاند طلوع ہو چکا ہے۔“..... دفعتاً گوپی رام نے پنڈت کالی داس سے کہا۔

”تم نے میرا نام بگاڑا ہے نابکار۔ میرا نام کالی داس ہے۔“ کالی داس نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”معاف کرنا چچا کالی ناس۔ زبان پھسل گئی تھی۔“..... عمران نے دوبارہ اس کا نام بگاڑتے ہوئے کہا۔

”گوپی رام۔ خنجر نکالو۔ میں اس اپرا دھی کو ذبح کرتا ہوں تاکہ دوبارہ اس کی زبان نہ پھسل سکے۔“..... کالی داس نے گوپی رام کی طرف دیکھ کر چلاتے ہوئے کہا تو گوپی رام نے پیچھے ہٹ کر دیوار میں واقع ایک چوکور سوراخ میں ہاتھ ڈالا اور اس میں سے ایک دو دھاری خنجر نکالا اور آگے بڑھ کر پنڈت کالی داس کو پیش کر دیا۔ یہ

خنجر تلوار سے قدرے چھوٹا تھا اور اس کی دونوں دھاریں چمک رہی تھیں۔

”چلو۔ اس کے ہاتھ باندھو اور قربان گاہ پر اس کا سر رکھ دو“..... پنڈت کالی داس نے خنجر اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے حکم دیا تو گوپی رام اور دوسرا پجاری ایک ساتھ عمران کی طرف بڑھے۔ جنرل پران اور اس کے ماتحت دروازے کے آگے کھڑے عمران کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”ٹھٹھ۔ ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو“..... عمران نے بوکھلا کر کہا۔

”ہاں۔ میں تو تمہیں اذیت ناک طریقے سے قتل کرنا چاہتا تھا لیکن دیوتا کو بھیٹ دینے کا سب سے اچھا سہ یہی ہے کیونکہ نیا چاند طلوع ہوتے ہی دیوتا کو بھیٹ دی جائے تو دیوتا قبول کر لیتے ہیں“..... پنڈت کالی داس نے سر ہلاتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کیا تمہیں تمہارے دیوتا نے یہ بات کبھی نہیں سمجھائی کہ مرنے والے کی آخری خواہش پوچھی اور پوری کی جاتی ہے“..... عمران نے غصے سے کہا۔

”تمہاری آخری خواہش یہی ہوگی کہ تمہاری جان بخشی کر دی جائے“..... جنرل پران نے عمران کو گھورتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”نہیں جنرل پکوان۔ میں زندگی نہیں موت چاہتا ہوں تاکہ

بدروح بن کر تم سب کا خون پی جاؤں“..... عمران نے کہا۔

”شٹ اپ۔ میرا نام پکوان نہیں پران ہے“..... جنرل پران نے غراتے ہوئے کہا۔

”بولو۔ کیا چاہتے ہو۔ آخری خواہش بتا دو“..... پنڈت کالی داس نے سخت لہجے میں کہا۔

”میں جولیا سے آخری مرتبہ دل کی بات کہنا چاہتا ہوں۔“

عمران نے شرماتے ہوئے سر جھکا کر کہا تو نعمانی کو حیرت ہوئی جبکہ جولیا بھی شٹا گئی کہ آخر عمران اتنے خطرناک لمحات میں کیوں حماقتیں کر رہا ہے۔

”تو کر لو بات۔ تمہاری آواز وہ سن رہی ہے“..... کالی داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں مہاراج۔ دل کی بات ہے اور یہاں سب نامحرم کھڑے ہیں۔ میں جولیا کے کان میں کہوں گا“..... عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا۔

”جاؤ۔ جلدی کرو۔ بھیٹ دینے میں دیر ہو رہی ہے“..... کالی داس نے اسے گھورتے ہوئے کہا تو عمران پلٹ کر جولیا کی طرف بڑھا اور اس کے پہلو میں ستون کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔

کمرے میں موجود تمام افراد کی نگاہیں عمران پر مرکوز تھیں۔ عمران نے اپنا منہ جولیا کے بائیں کان کے بالکل قریب کر لیا۔

”جولیا۔ میں اب مرنے والا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد

میرے بچوں کی پرورش اچھی طرح کرنا اور انہیں اس مندر کے پجاری کے مقابلے پر لے آنا تاکہ وہ کالی داس کی روح سے میرا انتقام لے سکیں“..... عمران نے سرگوشی کرنے کی بجائے بلند آواز میں کہا۔

”اوہ۔ تمہارے بچے۔ وہ کہاں ہیں“..... کالی داس نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”دروازے کے باہر“..... عمران نے بائیں ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو سب لوگوں کے چہرے دروازے کی طرف گھوم گئے اور عمران نے پھرتی سے دوسرا ہاتھ جیب میں ڈال کر مشین پسل نکال لیا۔

”خبردار۔ کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے“..... اسی لمحے دروازے کے باہر کھڑے صفدر کی آواز سنائی دی اور اس نے یکدم سامنے آ کر اندر کھڑے جنرل پران اور اس کے ساتھیوں پر مشین پسل تان لئے۔

”اوہ۔ تم کون ہو“..... جنرل پران نے صفدر کو گھورتے ہوئے پوچھا تو دروازے کے دائیں بائیں سے تنویر اور صدیقی نے بھی سامنے آ کر ان پر مشین پسل تان لئے۔

”یہ میرے ساتھی ہیں جنرل پکوان“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو کالی داس سمیت سب نے عمران کی طرف دیکھا ہی تھا کہ عمران نے کالی داس کی طرف مشین پسل کا رخ کرتے ہوئے

فائر کر دیا۔ گولیوں کی خوفناک تڑتڑاہٹ سے کمرہ گونج اٹھا اور پنڈت کالی داس چیختا ہوا فرش پر گرنا چلا گیا۔ اس کی دوسری طرف کھڑے دونوں پجاری بھی زخمی ہو کر فرش پر تڑپنے لگے۔ جنرل پران کے چاروں ماتحتوں نے پھرتی سے اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ہی تھے کہ باہر کھڑے تنویر، صدیقی اور صفدر کے مشین پسل یکدم انکارے اگلنے لگے اور وہ چاروں چھلنی ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔

جنرل پران اور کرنل راجیش نے سامنے والے ستونوں کی طرف چھلانگ لگائی لیکن عمران کے مشین پسل سے تڑتڑاہٹ کی آوازیں سنائی دیں اور کرنل راجیش کی ٹانگوں میں کئی سوراخ ہو گئے جبکہ جنرل پران بھی چیخ کر منہ کے بل گر گیا تھا۔ اس کی ایک ران میں گولی لگی تھی۔ صفدر، تنویر اور صدیقی اس دوران اندر آ گئے تھے۔

”ناصر علی کہاں ہے“..... عمران نے ان کی طرف دیکھ کر چوکتے ہوئے پوچھا۔

”باہر راہداری میں پہرہ دے رہا ہے تاکہ مندر کے باہر بیٹھے پجاریوں کو روک سکے“..... صفدر نے کہا اور اسی لمحے راہداری سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ شاید ناصر علی نے مندر میں داخل ہونے والے پجاریوں کو ڈھیر کر دیا تھا۔ عمران آگے بڑھا اور جنرل پران کے پاس آ رکا جو فرش پر کراہتا ہوا خوفزدہ نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔ صفدر اور تنویر خنجر نکال کر نعمانی اور جولیا کے گرد

لپٹی رسیاں کاٹنے لگے۔

”جنرل پران۔ تم یہاں میری موت کا نظارہ کرنے آئے تھے۔ اب تمہیں مرتے ہوئے کون دیکھے گا“..... عمران نے جنرل پران کے چہرے کی طرف مشین پسل کا رخ کرتے ہوئے کہا تو جنرل پران کا چہرہ موت کے خوف سے بگڑنے لگا۔

”بولو۔ تم جیسے بزدل گدھ کو کافرستانی سیکرٹ سروس کا چیف کس نے بنایا جو انسانی طاقت کی بجائے ماورائی قوتوں پر یقین رکھتا ہے۔ بے شک پنڈت کالی داس ماورائی علوم کا ماہر اور شیطانی قوتوں کا مالک تھا لیکن شیطان کے مقابلے میں انسان زیادہ طاقتور ہے۔ اس کا ثبوت کالی داس کی لاش کی صورت میں تمہارے سامنے موجود ہے۔ اسے اس کی شیطانی قوتیں اور غلام روحیں بھی میرے ہاتھوں مرنے سے نہیں بچا سکیں۔ اس طرح تمہیں نہ صرف اپنے حکمرانوں کے پلان میں ناکامی ہوئی بلکہ تمہارے دس بارہ ماتحت بھی مارے گئے لیکن تمہیں میں زندہ اپنے ملک لے جاؤں گا۔“

عمران نے جنرل پران کو گھورتے ہوئے انتہائی سرو لہجے میں کہا۔

”کک۔ کیوں“..... جنرل پران نے خوف کی شدت سے ہلاتے ہوئے کہا۔

”اس لئے کہ جیسے تمہارا پلان تھا کہ ہمیں گرفتار کر کے اپنے حکمرانوں اور میڈیا کے سامنے پیش کر کے دنیا پر کافرستانی سیکرٹ سروس کی بہادری کا سکھ جمائو گے لیکن تمہیں پاکیشیا کا میڈیا اپنے

چینلو کے ذریعے دکھائے گا کہ تم لوگ کس طرح پاکیشیا کی سلامتی کے خلاف پلان بناتے ہو اور تمہیں شرمناک شکست اٹھانا پڑتی ہے“..... عمران نے زہریلے لہجے میں کہا اور یکدم جھک کر جنرل پران کے سر پر مشین پسل کا دستہ مار دیا۔ جنرل پران کے حلق سے دبی دبی سی چیخ نکلی اور اس پر بے ہوشی طاری ہوتی چلی گئی۔ اسی لمحے ناصر علی ہاتھ میں مشین پسل لئے کمرے میں داخل ہوا۔

”کیا پوزیشن ہے باہر کی“..... عمران نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”چند پجاریوں نے اندر آنے کی کوشش کی تھی جنہیں میں نے ختم کر دیا جبکہ فائرنگ کا شور سن کر باہر موجود یا تری بھاگ گئے۔ اب باہر کوئی نہیں ہے“..... ناصر علی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا تم دونوں ٹھیک ہو“..... عمران نے پلٹ کر جولیا اور نعمانی سے پوچھا۔

”ہاں“..... جولیا نے عمران کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور عمران دل ہی دل میں جل تو جلال تو کا ورد کرنے لگا۔

”عمران صاحب۔ کیا آپ واقعی بے ہوش تھے یا ایکٹنگ کر رہے تھے“..... نعمانی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ اگر میں ہوش میں ہوتا تو پہلے ہی کالی داس کی گردن توڑ چکا ہوتا۔ تمہیں بدروحوں نے کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا۔“ عمران

کو پھلانگتے ہوئے مندر کے دروازے سے باہر آئے تو وہاں کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔ وہ سب ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ بے ہوش جزل پران کو ہیلی کاپٹر کے عقبی حصے میں فرش پر ڈال دیا گیا۔ عمران کی ہدایت پر صفدر نے پائلٹ سیٹ سنبھالی جبکہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر عمران خود بیٹھ گیا اور صفدر نے انجن شارت کر کے ہیلی کاپٹر کو فضا میں بلند کر دیا۔ ناصر علی کی نشاندہی پر صفدر ہیلی کاپٹر کو جنگل کی اس سمت میں لایا جہاں جنگل کے باہر ایک کچی سڑک پر ناصر علی کی کار موجود تھی۔ صفدر نے راستے سے ذرا ہٹ کر کھلی جگہ پر ہیلی کاپٹر اتارا اور ناصر علی کے اترنے کے بعد ہیلی کاپٹر دوبارہ بلند کر کے اس کا رخ مغرب کی جانب کر دیا۔ عمران نے جیب سے لاٹک ریچ ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر ایکسٹو کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کر کے کال کرنے لگا۔

”ہیلو چیف۔ عمران کانگ۔ اوور“..... عمران نے ایکسٹو کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”لیں۔ ایکسٹو انڈنگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی تو عمران نے وقت ضائع کئے بغیر ایکسٹو کو مشن کی تکمیل اور ٹیم کی واپسی کے بارے میں بتا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں ابھی ایئر چیف کو ہدایات دیتا ہوں۔ ایئر فورس کے طیارے سرحد پر تمہارے منتظر رہیں گے۔ اوور“۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”نہیں۔ البتہ کافی دہشت زدہ کیا تھا“..... نعمانی نے جواب دیا۔

”اچھا۔ باقی باتیں سفر کے دوران ہوں گی۔ جزل پران کو اٹھا کر باہر لے چلو مگر اس کی ران پر پٹی باندھ دو تاکہ خون بہنے سے یہ ختم نہ ہو جائے اور ناصر علی چونکہ اس واقعہ کا کسی کو علم نہیں ہے اس لئے ہم تمہیں جنگل سے باہر تمہاری گاڑی کے پاس چھوڑ دیں گے اور ہیلی کاپٹر میں پاکیشیا چلے جائیں گے۔ تم دارالحکومت پہنچ کر ٹرانسمیٹر پر مجھے اپنی خیریت سے مطلع کر دینا“..... عمران نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”بہت بہتر۔ کیا کافرستانی ایئر فورس آپ کو سرحد کے پاس جانے دے گی“..... ناصر علی نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

”کوئی مسئلہ نہیں۔ اول تو کسی کو پتہ نہیں ہے کہ ہم سرحد کے پار جانا چاہتے ہیں۔ دوسرا ایئر فورس والوں کو علم ہے کہ یہ ہیلی کاپٹر کافرستانی سیکرٹ سروس کے استعمال میں ہے۔ پھر اگر ایئر فورس والوں نے پوچھ گچھ کی بھی تو جزل پران کی ہیلی کاپٹر میں موجودگی سے وہ مطمئن ہو جائیں گے اور سرحد پار ہماری حفاظت کے لئے پاکیشیا ایئر فورس کے طیارے ہمیں گھیرے میں لے لیں گے۔“
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر چند لمحوں بعد وہ مندر کی راہداری میں پڑی چھ سات پجاریوں کی خون میں لت پت لاشوں

تھے۔

”نعمانی۔ کیا تمہیں بھی کھانا دیا گیا تھا“..... صدیقی نے نعمانی سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ پینے کے لئے خون سے بھرا کوزہ اور کھانے کے لئے چاول جو دراصل سفید کیڑے تھے“..... نعمانی نے ہنس کر کہا اور تفصیل بتانے لگا۔

ختم شد

”رائٹ سر۔ آپ سلیمان کو واپس فلیٹ پر پہنچنے کی ہدایت کر دیں تاکہ وہ میرے پہنچنے سے پہلے گھر کو سجالے اور مونگ کی دال پکالے۔ کل شام سے میں، جولیا اور نعمانی بھوک کے مارے آؤٹ آف کنٹرول ہو رہے ہیں۔ اوور“..... عمران نے یکدم پٹری سے اترتے ہوئے کہا۔

”تو کیا تمہیں قید کے دوران کھانا نہیں دیا گیا۔ اوور“۔ ایکسٹو نے پوچھا۔

”کھانا تو دیا گیا تھا لیکن وہ جہنمی کھانا صرف تنویر اور سوپر فیاض جیسے لوگ ہی ہضم کر سکتے تھے۔ اوور“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا تھا۔ کھانے میں۔ اوور“..... ایکسٹو نے پوچھا جبکہ تنویر عمران کو گھورنے لگا۔

”بتا دیا تو ابھی صفدر تے کرنے لگے گا۔ وہ زخموں کی پیپ اور زندہ بچھوؤں سے بھرا کھانا تھا اور ایک منٹ سے پہلے ان کی جسامت بڑھ کر چوہوں کے برابر ہو گئی تھی۔ اوور“..... عمران نے کہا تو تمام ممبر مسکرانے لگے۔

”ٹھیک ہے۔ میں ایئر چیف کو کال کرتا ہوں۔ اوور اینڈ آل“۔ ایکسٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ تنویر غصے سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آس پاس بیٹھے صدیقی، نعمانی اور جولیا اس کے تاثرات دیکھ رہے